

صُورَةُ اسْرَافِيلَ

بِعنوان

مُصْطَفَى

النَّبِيِّ

مُرْتَضَى

شَيْخِ الْمَشَافِقِ حَفِيزِ عَرَبِ

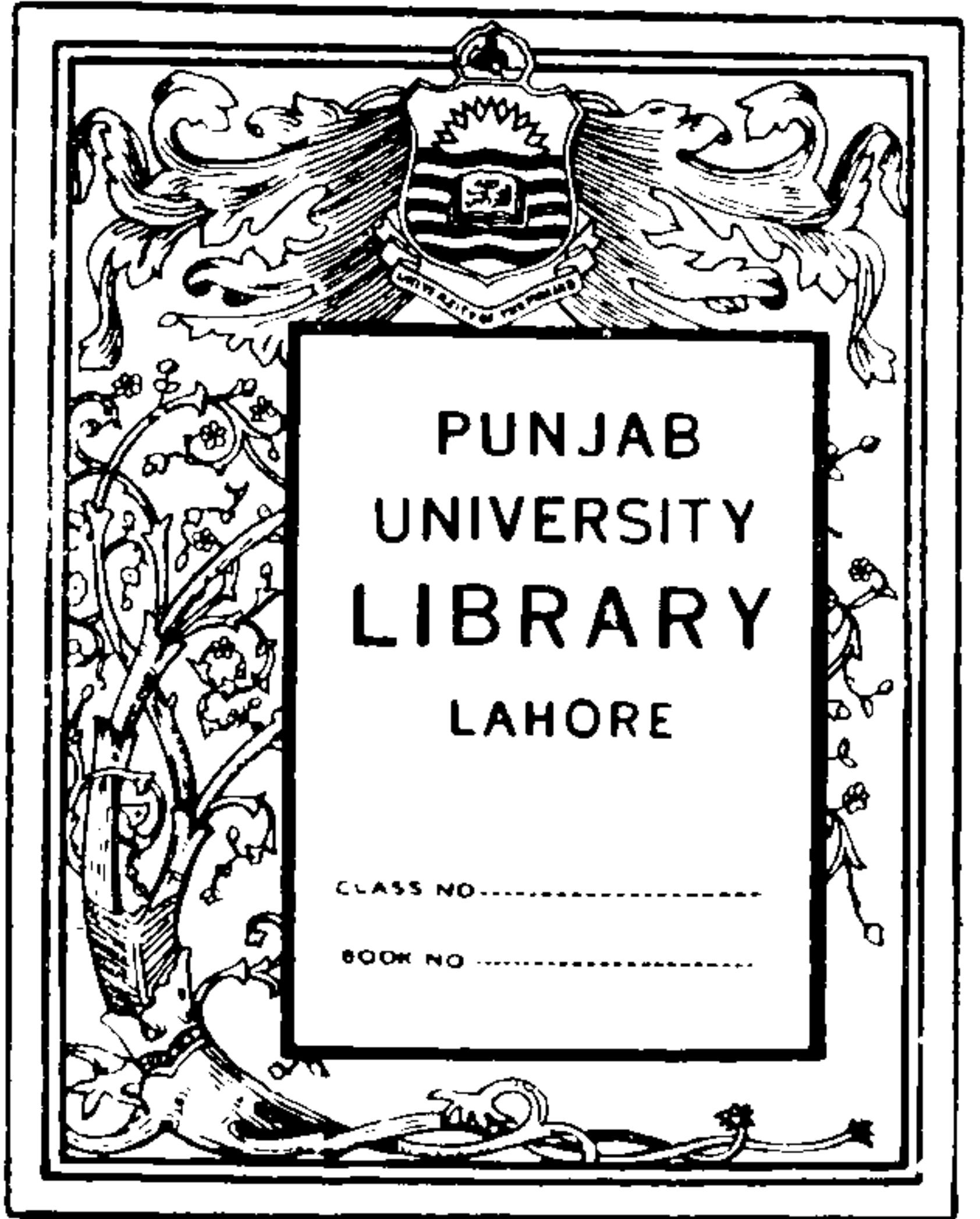
جِيلَانِي چاندپوری منظرہ

خطبات سے اقتباسات

4177

4177

محترمی کتاب "صور اسرافیل" پیش خدمت ہے۔
 مطالعہ فرما کر اپنی رائے سے حلقہ علویہ کے پتہ پر مطلع
 فرمائیں۔ بعدہ اس کتاب کو کسی مذہبی ذہن کے حامل
 صاحب ذوق تک پہنچا کر اس کا شوق ادا فرمادیں۔
 بڈن ہمنوں ہوگا۔ وجاہت حسین صدیقی علوی القادری
 بی۔ ای (ایڈیٹر انچیف)

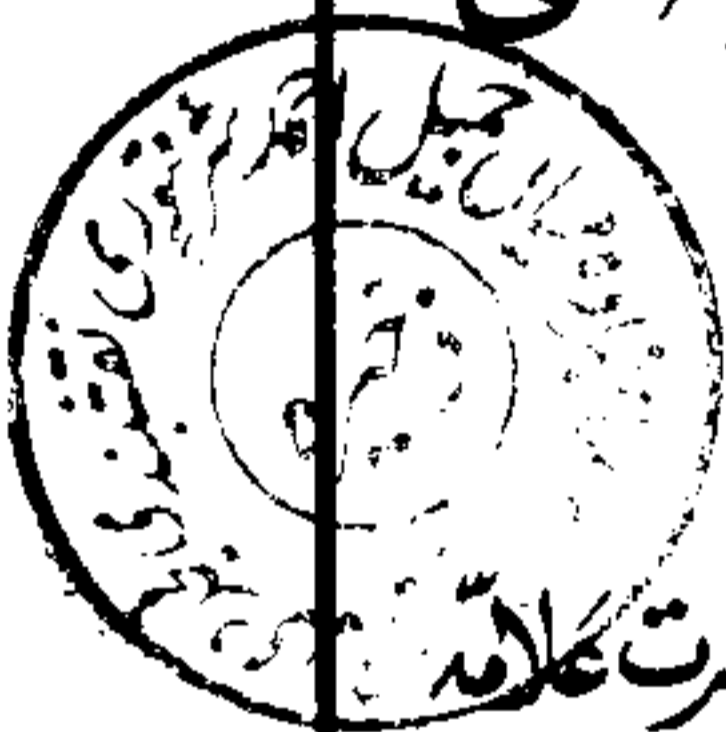


S-369 Punjab University Press 10.000 29-1-2003

صُورِ اسْرَافِلِ

بِعنوانِ

الْقَلَابِ مَصْطَفَى وَنَظَامِ مُرْتَضَى



سَيِّدَى وَمُرْشِدَى شَيْخِ الْمَشَايخِ خَفِضَتْ عَلَامَهُ

جِيلَانِي چاندپوری صاحب مدظلہ العالی

خطبات سے اقتباسات

مُرتَبَه

وجاہت حسین صدیقی لقی علومی قادری

بے۔ اعے (ایکٹریکے)

نَشْرُ ~~69989~~

حلقہ علویہ، سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ

۲۸۰/۸ عزیز آباد، فیڈرل بی ایریا، کراچی نمبر ۳۸

فون: ۶۸۱۵۵۱

87462

قیمت

اُردو ایڈیشن ۱۸ روپے

انگلش ایڈیشن ۲۵ روپے

مطبوعہ ----- سہیل پریس کراچی

:- ملنے کا پتہ :-

وجاہت حسین صدیقی لقی علوی القادری

۳۲/۴ کلیٹن کواٹرز، جہانگیر روڈ، کراچی نمبر

منصور عالم علوی القادری

آفس سیکریٹری مرکز المشائخ الاسلام

۲۸/۴ عالمکے کالونی، جمشید روڈ (BYJ روڈ) کراچی نمبر ۵

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۷	فاعتبرو یا اولی الابصار۔	۱
۶	عرض مرتب	۲
۰	شجرہ طیبہ	۳
۱۸	اعلائے کلمتہ الحق	۴
۴۸	ذکر الہی کے قرآنی فیضان	۵
۶۲	کیا مومنوں کیلئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر کی طرف جھک جائیں	۶
۷۳	مسلمان اقوام عالم میں اپنے اسلاف کے قائم کئے ہوئے وقار سے اس لئے محروم ہو گئے ہیں کہ ان کا رابطہ ان کے رب سے منقطع ہو گیا ہے۔	۷
۸۳	اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفار کے خلاف جنگ میں فتح و نصرت کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ ہتھیاروں کے استعمال کے ساتھ ذکر کثیر کرنے کا حکم دیا ہے۔	۸
۹۷	اللہ کی اطاعت میں آنے کے لئے اولی الامر یعنی شیخ طریقت مرشد کامل کی اطاعت لازم ہے	۹
۱۰۷	اللہ کا نور قلب میں اسی وقت آیتکا جب قلب صاف ہوگا اور قلب صاف اللہ کے ذکر ہی سے ہوتا ہے	۱۰
۱۲۰	اللہ تبارک و تعالیٰ جب کسی قوم سے ناخوش ہوتا ہے تو اس کے نوجوان گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں	۱۱
۱۲۵	اللہ رب العزت کے نزدیک انسانیت کے لئے معراج شرف و کمال یہ ہے کہ اولاد آدم نفس امارہ کی ہلاکت خیزی پر قابو پا کر کائنات سے خورنیزی وقفہ و فساد کا خاتمہ کرے۔	۱۲
۱۳۰	توبہ گناہوں کی مغفرت اور نفس امارہ کی اصلاح کا ذریعہ ہے	۱۳
۱۳۸	دنیا کا ہر وہ کام جو سالسوں میں ذکر الہی کو آباد کر کے کیا جائے گا عین عبادت ہے۔	۱۴
۱۵۱	ایسے موجد جو صرف توحید ہی کے سہارے ایمان و امانے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں سچے مومن نہیں ہیں	۱۵
۱۵۴	ذکر الہی اللہ تبارک و تعالیٰ کی تمام عبادات کی روح ہے۔	۱۶
۱۵۸	آج بھی اگر سمع (قوالی) کو عبادت جان کر اختیار کیا جائے تو اس کی نورانیت و روحانیت سے سینے انوار کے گنجینے بن سکتے ہیں۔	۱۷
۱۶۲	ذکر الہی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا متعدد بار کثرت سے کرنے کے احکامات نافذ فرمائے ہیں	۱۸
	القلاب مصطفیٰ و نظام مرتضیٰ اور خلافت راشدہ	
۱۷۲	نسل انسانی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپ نے انقلاب مصطفیٰ کے ذریعہ اس کو بدی کی دو عظیم طاقتوں یعنی نفس امارہ اور شیطان سے نجات دلا دی۔	۱۹

- ۲۰ نظام مرتضیٰ کی حیثیت دین میں اساسی ہے
- ۱۷۶ ۲۱ خلافت ارضی سے مراد خلافت رشد و ہدایت ہے
- ۱۸۱ ۲۲ اسلام کے علاوہ جس قدر بھی مذاہب یا ادیان ہیں سب تباہی و بربادی کے راستے ہیں
- ۱۸۷ ۲۳ نبوت کے ختم ہونے سے کار نبوت ختم نہیں ہوئے
- ۱۹۲ ۲۴ معراج نبوکھبر ایمان لانے والوں کے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ معراج کی حقیقت پر بھی ایمان رکھتے ہوں اور حضورؐ کے جسم اطہر کو اپنے جسموں کی طرح محض گوشت پوست کا مجموعہ سمجھیں۔
- ۲۰۹ ۲۵ بغیر ذکر و فکر کے نماز کس طرح فواحشات و منکرات سے بچا سکتی ہے۔
- ۲۱۵ ۲۶ کتابوں کی بہتات سے مکاتیب فکر میں تو ضرور اضافہ ہوا ہے لیکن انسانوں کے گمراہ گروہوں کو حزب اللہ نہیں بنایا جاسکا۔

دین میں بیعت کی اہمیت اور مومن کی شان اور اسکی قرآنی شناخت

- ۲۲۷ ۲۷ انسان نے جب کبھی اپنی ناقص عقلی سائنس کی کسوٹی پر قدرت کے کرشموں کو سمجھنے کی کوشش کی ہے وہ ہمیشہ حقیقت کے نور سے محروم ہو کر مادی عقل کے فتور میں مبتلا ہوا ہے۔
- ۲۲۸ ۲۸ اللہ کے مومن بندے وہ حضرات ہیں جو اللہ کی محبت کے نور سے اپنے ایمان کو منور کرتے ہیں۔
- ۲۳۱ ۲۹ مومن کو نور ایمان سے عقل و فراست اور مشاہدے سے علم حاصل ہوتا ہے
- ۲۳۲ ۳۰ مومن کے ایمان کی بنیاد و انحصار عقل پر نہیں بلکہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے
- ۲۳۶ ۳۱ کر بلا میں حسینؑ کا کردار قرآن کریم کی مکمل عملی تفسیر ہے
- ۲۳۸ ۳۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نور عقل کی بنیاد ہے۔ اسی نور کے بغیر عقل اندھی ہوتی ہے
- ۲۴۰ ۳۳ مسلمانوں میں تمام بگاڑ اور خرابیاں اس وقت پیدا ہوئیں جب علمائے دین کہلانے والوں نے خلافت اور ملکیت کے فرق کو نظر انداز کر کے دونوں کو ایک مقام پر لا کھڑا کیا۔
- ۲۴۳ ۳۴ بیعت کی اس حقیقت کو سمجھے بغیر کہ غیر اللہ سے بیعت شرک ہے "حیثیت اور کر بلا کا راز سمجھ میں نہیں آسکتا۔
- ۲۴۹ ۳۵ اہلبیت اطہار کے مظلومین میں مولا امام حسن علیہ السلام وہ واحد مظلوم ہیں جنکی مظلومیت کو نہ صرف دشمنوں نے چھپایا بلکہ دوستوں نے بھی بھلا دیا ہے۔
- ۲۵۲ ۳۶ یزید نے اپنی سلطنت کے لئے نہیں بلکہ مولا حسین علیہ السلام کے نانا جان کے "دین" کے لئے بیعت طلب کر کے اس سلسلہ پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی تھی تاکہ وہ اولی الامر بن جائے۔
- ۲۶۲ ۳۷ موجودہ دور میں بھی دنیا کو ہلاکت و تباہی سے بچنے کے لئے دین اسلام کا وہ واحد راستہ اختیار کرنا ہوگا جو تصوف کی اقدار کا حامل ہو۔
- ۲۷۱ ۳۸ شیخ المشائخ کے دورہ سری لنکا کے تاثرات و مشاہدات

فَاعْتَبِرُوا أُولَى الْأَبْصَارِ

سلسلہ عالیہ "قادریہ رزاقیہ علویہ" کے حلقہ "علوی القادری" کی کراچی میں تاسیس سے لے کر اب تک یہ طریقہ جاری ہے کہ حضور سیدی و مرشدی شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے مرشد اعلیٰ کی حیثیت سے حضور اکرم نور مجسم فخر بنی آدم سرکارِ دو عالم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سالانہ جشن عید میلاد النبی کے اقتتاجی اجلاس سے خطاب فرماتے ہوئے موضوع سخن کے طور پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلامِ بلاغت نظام قرآن مجید فرقان حمید کے جس حصہ مبارک را ایک آیتہ یا چند آیات کی تلاوت فرما کر اس کے علم کی روشنی سے سامعین و حاضرین کے قلوب کو منور فرماتے ہیں اسی حصہ کلام الہی کے مختلف پہلوؤں کو پورے سے ایک سال تک منعقد ہونے والی تمام محافل ذکر اور مجالس میلاد النبی دگیا رہیں شریفی میں اجاگر فرما کر نور کی بارش فرماتے اور فیضانِ معارف و حکمت کے موتی لٹاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس سال بھی جو پندرھویں صدی ہجری کا پہلا سال ہونے کی خصوصیت رکھتا ہے کلام الہی کے نویں پارہ سے سورۃ انفال کی دو سٹری، تیسری اور چوتھی (تین) آیات کے نورانی خزانے لٹانے اور ذکر الہی کے قرآنی فیضان سے قلوب و ارواح کو گرم کرنے کا سلسلہ جشن عید میلاد النبی (ربیع الاول ۱۴۴۱ھ) کی سالانہ بابرکت اور نورانی تقریب کے اقتتاجی اجلاس کے خطاب سے فرمایا گیا جو پورے ایک سال (صفر المظفر ۱۴۴۲ھ تک) جاری رہا۔

اس حقیر پر تقصیر نے آغاز ہی سے "ذکر الہی کے قرآنی فیضان کے ٹھانڈے مارتے ہوئے سمندر کو حضور آقائی و مولائی سیدی و مرشدی مدظلہ العالی کے خطبات

مبارک کے کوزے میں بند پایا تو دل چاہا کہ ان تقاریر کے ریکارڈ جو کیسٹ میں محفوظ
کئے جاتے ہیں منتقل فرطاس کر کے اللہ رب العزت کے ارشاد اور دعوت کے مطابق کہ
"فاعتبروا یا اولی الابصار اہل بصیرت حضرات کی عبرت کے لئے پیش کرنے کی سعادت
حاصل کروں۔ چنانچہ اپنی بے بضاعتی کے باوجود ذوق و الہانہ سے مجبور ہو کر اس کام
کا بیڑا اٹھایا اور اسے تکمیل تک پہنچا کر اپنے محترم بھائی جناب دجاہت حسین صاحب صدیقی
علوی القادری کہ جنہوں نے سال ماسبق بھی حضور مرشدی کے خطبات مبارک کو
ترتیب فرما کر "صور اسرافیل" کے بامعنی عنوان سے مسمی کر کے فیضان قرآنی کو عام کرنے
میں حصہ لیا تھا کی خدمت میں پیش کر دیا تاکہ وہ ترتیب و تزئین فرما کر "کلام الہی میں
فیضان ذکر الہی" کو اولی الابصار کی عبرت کے لئے پیش فرمادیں۔ وما توفیقی الا باللہ

العبد المذنب —

محمد خلیق علوی القادری رجبے - ۱ - ۱۰۰ - بی - ایڈ

غلام و خادم حلقہ "علوی القادری" سلسلہ عالیہ "قادریہ رزاقیہ علویہ"

نائب مدرس نیو کراچی گورنمنٹ سیکنڈری اسکول، کراچی

پتہ - بلاک ۸۵، کوآٹر ۱۶

ایریا ۱۱ - ڈی، نیو کراچی

یہ کتاب صرف پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ غور و فکر
کے لئے شائع کی جا رہی ہے

عَرْضِ مُرْتَبِ

”ناعتبرویا اولی الابصار“ کے زیر عنوان میرے برادر بزرگ جناب خلیق احمد صاحب علوی القادری نے اپنے جو جذبات قلبند فرماتے ہیں انہیں پڑھ کر میرے قلب میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اس عنوان کے تحت ”عبرت“ کا وہ حصہ جو ”ذکر الہی اور اس کے قرآنی فیضان“ کے سلسلہ میں المذرب العزت کے کلام بلاغت نظام قرآن کریم ذکر حکیم میں براہ راست ارشاد ہوا ہے اور جیسا کہ حضور آقائی و مولائی سیدی و مرشدی شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے جشن عید میلاد النبی کے افتتاحی اجلاس کے خطاب میں بھی ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید میں اللذرب العزت نے لفظ ”ذکر“ مجموعی طور پر تقریباً ایک سو بارہ مقامات پر ارشاد فرمایا ہے (جس کی تفصیل یہ ہے کہ سب سے زیادہ یعنی تقریباً اکتھجک لفظ ”ذکر“ کو یاد اور ذکر ہی کے معنی میں ارشاد فرمایا گیا ہے جبکہ چھیالیس مقامات پر نصیحت اور عبرت اور پیغم مرتبہ کتاب حکیم قرآن کریم کے معنی میں ارشاد فرمایا گیا ہے) ایسے کے ذریعہ جو اس عمل خیر اور عیالِ حرم ربانی کی حقیقی رہبری فرماتی ہیں باعثِ فروغ بصارت بنادیا جائے۔ چنانچہ ان کی ترتیب اس طرح سے ہے کہ پہلے ان میں سے چند ایسی آیات مبارکہ ترجمہ کے پیش کی گئی ہیں کہ جن میں ”ذکر الہی“ کے فیضان اور ذکر کرنے کے قرائی فوائد مجملاً ارشاد ہوئے ہیں اور جن کی تفصیلات و تفہیم حضور مرشدی کے خطابات عالیہ میں موجود ہے۔ اس کے بعد ان آیات مقدسہ میں سے چند ایسی آیتہ تحریر کی گئی ہیں جن میں ”ذکر الہی“ نہ کرنے کا عذاب اور گمراہی کو مجملاً ارشاد فرمایا گیا ہے اور جن کی تفصیلات بھی ان خطابات میں موجود ہیں جو حضور سیدی و مرشدی نے مختلف محافل میں ارشاد فرمائے ہیں۔ وہ ہوا ہذا

وَجَاهَتْ حُسَيْنٌ مَدِينَةَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي تَالِبٍ

ب۔ اے (ایکٹریکے)

ذکر الہی کے قرآنی فیضان اور ذکر کرنے کے فوائد:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝

(سورۃ البقرۃ. آیت ۱۵۲)

بس تم میرا ذکر کرو اور میں تمہارا پھر چاکر دوں گا اور میرا حق مانو یعنی شکر ادا کرو
اڈا اس سے پھر کر، میری ناشکری نہ کرنا۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ فَإِذَا أَنْفَضْتُمْ فَعْرِفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الشُّعْرِ الْحُرَامِ وَأَذْكُرُوا كَمَا هَدَاكُمْ وَكُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الضَّالِّينَ ۝ (دوسرا پارہ سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۸)

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور جب عرفات سے لوٹو
تو اللہ کا ذکر کرو و شعر الحرام کے پاس (سامنے) اور اس کا ذکر (اس طرح) کرو جیسے
اس نے تمہیں ہدایت فرمائی۔ اور بیشک اس سے قبل تم کھلی مگر اسی میں مبتلا تھے۔

فَاذْأَقْضِيَتْكُمْ مَنَايِكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أُسْدًا
ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ
مِنْ نَحْلٍ ۝ (دوسرا پارہ سورۃ البقرۃ آیت ۲۱۴)

اور پھر جب حج کے مناسک پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے آباء کا ذکر
کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے
ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔



- ۲۳ حضرت خویبر مازنی (قیدان)
- ۲۲ حضرت اسمعیل بن ابراہیم
- ۲۱ حضرت ابراہیم علیہ السلام
- ۲۰ حضرت تارخ علیہ السلام
- ۱۹ حضرت ناخور علیہ السلام
- ۱۸ حضرت ساروغ علیہ السلام (شروع)
- ۱۷ حضرت ارغویہ علیہ السلام
- ۱۶ حضرت قانع علیہ السلام
- ۱۵ حضرت عابد علیہ السلام
- ۱۴ حضرت ہود علیہ السلام (عسار)
- ۱۳ حضرت شایخ علیہ السلام (شایخ)

- ۸ حضرت منیر علیہ السلام
- ۷ حضرت ابراہیم علیہ السلام (انخوع)
- ۶ حضرت برد علیہ السلام (البارد)
- ۵ حضرت حاکم علیہ السلام
- ۴ حضرت قیمان علیہ السلام (قیمان)
- ۳ حضرت ابراہیم علیہ السلام
- ۲ حضرت زینب علیہ السلام

- ۱ حضرت خدیجہ بنت خویلد (خلیفۃ الارض)
- ۲ حضرت زینب علیہ السلام

(میسواں پارہ ، سورۃ الزمر آیت ۲۴)

ذکر ہو جائے۔ اور جب انھوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا اور اس کی طرف رجوع ہوئے تو خطبہ میں کھڑا چھوڑ گئے۔ آپ فرمادے تھے کہ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل اور تجارت رہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝

(تیسرا پارہ، سورۃ الاعلیٰ، آیت ۱۴-۱۵)

اولاً
بیشک وہ فلاح کو پہنچا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ (پاک) کیا اور اپنے رب کے نام
پس اس نے نماز قائم کی۔

عَرَفَا

کُنْتُمْ لِي زَكَاةً اور گمراہی:

تَوَالِدًا ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا
اس نے نہ تو سعی فی خرابیہا ۝ أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ
بَدَّلُوا خَلْقَهَا ۝ إِلَّا الْفٰئِزِينَ ۝ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا حِزْبٌ
فِيهِمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (پہلا پارہ، سورہ البقرہ، آیت ۱۱۴)

ذکر اظہار اس سے بڑا ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کے ذکر سے منع
مَنْ تَحَلَّى ۝ اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے۔ ان لوگوں کو نہیں پہنچتا تھا کہ مسجدوں
اور انہیں تو ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت
کرتے تھے عذاب۔
ہمیں دنیا

إِنَّ الْمُنْفِقِينَ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَهُمْ خَادِعُونَ
 وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا
 يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۗ مَذَبٌ بَيْنَ بَيْنَ ذَلِكَ ۗ لَا
 إِلَىٰ هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَؤُلَاءِ ۗ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَكَانَ تَجْدَلَهُ
 سَبِيلًا ﴿۱۴۳﴾

(پانچواں پارہ، سورہ النساء، آیت ۱۴۲-۱۴۳)

بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں
 غفلت کی موت مارے گا اور جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بے دلی سے ہارے جی
 کے ساتھ لوگوں کے لئے دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر کھوڑا۔
 صبح میں ڈنگار ہے ہیں۔ نہ ادھر کے نہ ادھر کے اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کے
 لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ
 يُرِيدُونَ وَجْهَ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ
 حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ۗ

(تیسواں پارہ، سورہ الزمر، آیت ۲۲)

اور انہیں مت چھوڑو جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام (ہر وقت
 کثرت سے ذکر کرتے ہیں) اس کی رضا چاہتے ہیں تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں
 اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر اگر تم انہیں چھوڑ دو تو ظالموں جیسے ہو جاؤ گے۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ فَوَيْلٌ
 لِلْقَسِيَّةِ قُلُوبِهِمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۗ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۗ

(تیسواں پارہ، سورہ الزمر، آیت ۲۲)

تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے اس جیسا ہر جگہ کا جو سخت دل ہے تو خرابی ہے ان کی جن کے دل اللہ کا ذکر نہ کرنے سے سخت ہو گئے ہیں۔

وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ
وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝

(۲۳ واں پارہ، سورۃ الزمر، آیت ۲۵)

اور جب اللہ وحدہ لا شریک کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو آخرت پر ایمان نہ رکھتے ہیں ان کے دل سمٹ جاتے ہیں اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِيضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۗ
وَإِنَّهُمْ لَيَصِدُّوْنَ وَنَهْمُ عَنِ السَّبِيلِ ۚ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّقْتَدُونَ ۝

(۲۵ واں پارہ، سورۃ الزخرف، آیت ۳۶، ۳۷)

جسے رتو نہ آئے (آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جائے) رحمن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیتے ہیں کہ وہ اس کا ساتھی بنا رہے اور بیشک وہ شیاطین ان کو راہ سے روکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔

الْمُرِيَانِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ
 وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۗ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ
 قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۗ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ
 فَسِقُونَ ۗ

(۲۷ واں پارہ، سورۃ الحديد، آیت ۷۱)

کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل جھک جائیں
 اللہ کے ذکر کی طرف اور اس حق کے لئے جو اترا اور ان جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے
 کتاب دی گئی پھر جب کچھ مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں
 سے بہت سے فاسق ہیں۔

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۗ أُولَٰئِكَ
 حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۗ إِلَّا إِنْ جِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۗ

(۲۸ واں پارہ، سورۃ المجادلہ، آیت ۷۱)

شیطان جب ان پر غالب آجاتا ہے تو وہ انہیں اللہ کا ذکر کرنا بھلا دیتا ہے
 اور وہ لوگ شیطان کی جماعت بن جاتے ہیں بیشک شیطان کی جماعت خسارہ میں ہے۔

اعلائے کلمۃ الحق

”صور اسرافیل کے سلسلہ کی پہلی کتاب ”علم من الکتب“ کے موضوع پر حضور آقائی و مولائی سیدی و مرشدی شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی کے خطبات سے اخذ کردہ اقتباسات پر مشتمل تھی۔ اس کتاب نے اہل علم و دانش کے حلقہ فکر میں شاندار مقبولیت اور لازوال شہرت حاصل کی جس سے حلقہ علویہ اور راقم الحروف کی ہمت و حوصلہ کو بہت زیادہ تقویت حاصل ہوئی۔ اسی ہمت و حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ اس سلسلہ کی دوسری شاندار پیشکش کی جسارت کا جذبہ ہمارے قلب و ذہن میں انکڑا گیا لینے لگا اور اسی جذبہ صادق نے رہبری کر کے ہمیں اس قابل بنایا کہ سال گذشتہ کے خطبات کے اقتباسات کو جمع کر کے مذہبی ذوق رکھنے والوں کے استفادہ کے لئے کتابی صورت میں شائع کر سکیں۔ لہذا صور اسرافیل کے سلسلہ کی دوسری کتاب شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی کے ”ذکر الہی کے قرآنی فیضان اور انقلاب مصطفیٰ و نظام مرتضیٰ“ کے موضوع پر عطا کردہ خطبات کے اقتباسات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں ”خطبات کے اقتباسات“ کو ذرا تفصیل کے ساتھ جمع کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔ پوسے ایک سال کی کاوشوں کے نتیجے میں یہ کتاب ”اعلائے کلمۃ الحق“ کا بہترین مجموعہ بن گئی ہے۔ اس دور میں جبکہ تمام تر انسانی قدریں پامال ہو چکی ہیں اور انسانی ضمیر مکمل طور پر مردہ ہو چکا ہے اگر اللہ کی اس مخلوق کو جھنجھوڑ کر اس کے ضمیر کو زندہ کرنے اور اسے اپنے رب کی طرف لوٹانے کی کوشش کے طور پر ”اعلائے کلمۃ الحق“ کو ”صور اسرافیل“ سے تشبیہ دینا درست اور پسندیدہ سمجھا جاسکے تو یقیناً یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسے ”تشبیہ صور اسرافیل“ کہا جاسکے۔

اس کتاب میں شائع ہونے والے خطبات کے اقتباسات تین حصوں پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے ایک حصہ تو "ذکر الہی کے قرآنی فیضان" پر دوسرا حصہ "انقلاب مصطفیٰ و نظام مرتضیٰ" کے موضوع کے تحت خلافت راشدہ اور وراثت ارضی کے زیر عنوان اور تیسرا حصہ "دین میں بیعت کی اہمیت" کے موضوع پر خطبات پر مشتمل ہے جیسا کہ خود حضور آقائی و مملائی سیدی و مرشدی شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے اپنے ایک خط میں جو انہوں نے برصغیر کے ممتاز اور بزرگ شاعر و صحافی حضرت رئیس امر وہوی کے نام ۲۸ اپریل ۱۹۸۱ء کو ارسال فرمایا تھا تفصیل سے ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ رقم الحروف بجائے اس کے کہ خود کوئی تبصرہ سپرد قلم کرے بہتر سمجھتا ہے کہ اس خط کو ہدیہ قارئین کر کے ان موضوعات کی وضاحت و صراحت سے سبکدوشی حاصل کر لے۔ وہوا ہذا۔

وجاہت حسین صدیقی علوی القادری

(۱) رئیس امر وہوی صاحب کے نام ایک خط

کراچی - ۲۸ اپریل ۱۹۸۱ء

انجی المکرم و عزیز المحترم رئیس صاحب

السلام علیک و الفلاح لدیك

ہر چند کہ اخباری مضامین میں اٹھائے گئے نکات اور ان سے پیدا ہونے والے تاثرات پر خط و کتابت کرنا میرا طریقہ نہیں ہے تاہم ہر جہد کو موقر جریدہ "جنگ" میں شائع ہونے والے آپ کے کالم جو اپنے مقام پر "نفسیات" (نفسانیات نہیں) کے موضوع سے متعلق بلکہ مخصوص ہوتے ہیں لیکن انہیں آپ کے رشحات قلم و فیضان نظر کے باعث اگر "جام جہاں نما" کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا میرے مطالعہ میں آتے رہتے ہیں چنانچہ گذشتہ جمعہ مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۸۱ء کے جریدہ میں "خوں خوار معاشرے" کے زیر عنوان جو کچھ سپرد قلم فرمایا گیا ہے اس میں انسانیت کے لئے درد سے بھرے ہوئے آپ کے قلب سلیم سے اٹھی ہوئی ٹیسوں کی جو چسک تھی وہ میرے قلب کی دھڑکنوں میں پیوست ہو گئی

جس نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں اس "نقارۃ خدائے" کے بارے میں کچھ عرض کروں۔ چنانچہ گزشتہ شب کی ایک ایسی مجلس میں جس میں کچھ باشعور حضرات انسانی تاریخ اور کفر ارض کے موجودہ ماحول پر تبادلہ خیالات کر رہے تھے آپ کا متذکرہ بالا مضمون زیر بحث آگیا۔ سرکار، مجلس نے اس فقیر سے ان بعض نکات پر جو اس مضمون میں زیر نظر آئے تبصرہ کی خواہش کرا اظہار کیا۔ اپنی کم علمی بلکہ تقریباً بے بہرہ ہونے کی معذرت خواہی کے باوجود کچھ عرض کرنے پر مجبور ہونا پڑا اور آپ کے مضمون کے مندرجہ ذیل حصے زیر غور آئے۔

۱: آپ کے مضمون کا پہلا ہی جملہ ہے کہ "انسانی تاریخ میں تشدد اور خونخواری کی لہر اتنی شدت اور وسعت سے کبھی نہیں آئی تھی جس کا مظاہرہ آج کل ہو رہا ہے۔"
۲: "کنیڈی کے قتل کے بعد صدر امریکہ ریٹائرنگ پر قاتلانہ حملہ اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم کا معاشرہ تشدد کی آغ سے کس طرح تپ رہا ہے۔ تمام معاشرے خونخوار ہوتے جا رہے ہیں۔ تمام قومیں خون آشام بنتی چلی جا رہی ہیں۔ اس کے بعد بہت سے خطرات اور اندیشوں کا ذکر فرماتے ہوئے آپ نے آخر میں ارشاد فرمایا ہے کہ۔

۳: ان تمام حوادث کا جو نتیجہ نکلے گا اس کا تصور کر کے کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔ اس صورت میں اگر انسان سکون قلب سے محروم ہو جائیں تو انہیں کون ملامت کریگا۔ اور اس کے بعد چند سوالات کی صورت میں ارشاد ہوا۔

۴: "تو کیا قدرت موجودہ نسل انسانی کو تباہ کر کے اس کے ملبہ سے کسی اور قوم کو پیدا کرتا چاہتا ہے؟ کیا کسی نئے انسان کے ظہور کا مرحلہ درپیش ہے؟ میں بار بار اپنے سے سوال کرتا ہوں مگر کوئی جواب نہیں ملتا!!!"

یہ آخری جملہ جس تلملاہٹ و تڑپ جس خلش و جلن اور جس ٹیس و چپک کے ساتھ صفحہ قرطاس پر الفاظ چن کر ظہور میں لایا گیا ہے اسے اگر میں "نقارۃ خدائے" نہ کہوں کہ زبان خلق پر اچکلے تو اور کیا کہوں۔ چند دن ہوئے یہی جملہ ہلکے ہلکے کی

سب سے بڑی زبان خلق یعنی زبان صدر مملکت پاکستان سے مختلف الفاظ میں ادا کرایا جا چکا ہے جو انہوں نے رابطہ عوام کے حالیہ دورہ سرحد کے موقع پر ان الفاظ میں ادا فرمایا کہ "اگر خداوند کریم کو احساس ہو گیا (ہماری بد عملی کا) تو مجھے اندیشہ ہے کہ عظیم نعمت جو اس نے پاکستان کی صورت میں ہمیں عطا کی ہے کہیں چھین نہ لی جائے۔"

یہ خوف خدا دلانے کی بات تھی۔ اگرچہ کہ میں لفظ احساس ہو گیا کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان میں استعمال کرنے کو نہ صرف پسند نہیں کرتا بلکہ گستاخانہ جبارت سمجھتا ہوں۔ تاہم اس جملہ کے باقی ہر لفظ سے متفق ہوں اور سمجھتا ہوں کہ صدر مملکت نے جہاں ہمیں مستحکم دفاع اور نظام اسلام کے اجراء کی خوشخبریوں سے نوازا ہے وہیں خوف خدا دلا کر خوشخبری سنانے اور اللہ سے ڈرنے کی سنت نبوی بھی پوری کر دی ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے الفاظ میں چند سوالات کے ذریعہ خوف خدا پر مزید روشنی ڈال کر اسے اہل فکر کے لئے "نقارہ خدا" بنا دیا ہے۔

اب میں یہ کچھ عرض کرنے کے بعد آپ کے آخری اور اختتامی الفاظ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ "میں بار بار اپنے سے سوال کرتا ہوں مگر کوئی جواب نہیں ملتا۔"

عزیز المحترم! آپ بار بار خود اپنے سے سوال کرنے کی جگہ صرف ایک بار "نقارہ بجانے" والے اس مالک عزت و جبروت سے سوال کریں کہ جس نے قیامت تک پیدا ہونے والے تمام سوالات کے جوابات اپنے جیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے اس کتاب مبین میں جمع کر دیئے ہیں جو آج بھی مسلمانوں کے ہاتھوں میں تو ہے لیکن اسکے جوابات سننے پر بہت کم یا شاید کوئی بھی آمادہ نظر نہیں آتا۔ یہ فقیر اسی کتاب مبین کے جوابات آپ کے وسیلہ سے ان تمام قارئین تک پہنچانے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے جن تک آپ کے سوالات اور آپ کے مضمون سے پیدا ہونے والے نکات پہنچ چکے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلے یہ عرض کرنا پسند کروں گا کہ چونکہ اس تحریر کا حقیقی منشاء کلام الہی پہنچانے کے سوا اور

کچھ نہیں ہے اس لئے جو کچھ کہا جائے گا وہ کلام الہی کے غیر متنازعہ ترجمہ کے ذریعہ ہی کہا جائے گا۔
 پیارے بھائی رئیس صاحب! جیسا کہ سب اہل خبر جانتے ہیں کہ اللہ رب العزت ویسے
 تو ہر قسم کے گناہوں کو ناپسند فرماتے ہیں لیکن ان کی ذات سے متعلق سب سے زیادہ ناپسندیدہ
 گناہ شرک اور اس کی مخلوقات و موجودات سے متعلق کرۃ ارضی پر فساد و خون ریزی ہے۔
 یہی وجہ ہے کہ جب رب تبارک و تعالیٰ نے نظام کرۃ ارضی قائم فرمانے کے لئے اس زمین پر
 "آدم" کو خلیفہ مقرر فرمانے کا اعلان فرمایا تو فرشتوں نے (جو ہر قسم کے گناہوں سے پاک تھے)
 آدم کی سرشت و جبلت میں نفس امارہ کی رنغلط کاریوں اور گمراہیوں میں (زمین پر فساد پھیلانے
 اور خون ریزی کرنے کی خصوصیت کا مشاہدہ کر کے اللہ رب العزت کے حضور عرض کیا: کیا
 ایسے (آدم) کو (خلیفہ) بنایا جائے گا جو اس (زمین) میں فساد برپا کرے اور خون بہائے"
 پہلا پارہ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۱۱) اب میں آپ کے مضمون کے پہلے ہی جملہ کے حوالہ سے عرض
 کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی تمام تخلیقات میں تدریجی عمل کے ذریعہ ہی تکمیلی مراحل
 طے کرانے کا طریقہ پسند فرمایا ہے۔ چنانچہ موجودات کی ہر نوعیت حتیٰ کہ اشرف المخلوقات انسان
 اور اس کے لئے پسند فرمائے ہوئے دین مبین کو بھی تدریجی عمل کے ذریعہ ہی تکمیلی مراحل طے کرنے
 پڑے ہیں۔ چنانچہ عقل انسانی اور شعور بنی آدم بھی تدریجی عمل کے ذریعہ پروان چڑھتے چڑھتے
 اس تکمیلی مرحلے میں داخل ہو گیا ہے جو چودھویں صدی کے اختتام اور پندرہویں صدی
 کے ابتداء کے موقع پر ظاہر ہو رہا ہے اور جس کا آپ نے زیر نظر مضمون کے شروع میں ان
 الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے: "انسانی تاریخ میں تشدد اور خونخواری کی لہراتنی شدت اور
 وسعت سے کبھی نہیں آئی جس کا مظاہرہ آج کل ہو رہا ہے۔"

میرے بھائی! یہ اس لئے ہے کہ نظام کائنات میں تدریجی عمل کے ذریعہ نفس امارہ
 کی زمین پر فساد برپا کرنے اور خون ریزی کرنے کی خصوصیت تکمیلی مراحل سے گذر کر اب اس
 مقام پر پہنچ چکی ہے جہاں بقول آپ کے: "انیسویں صدی کی انسانی خصوصیتیں اور اخلاقی



87462

قدریں دم توڑ چکی ہیں اور انسانی نفس میں خوف و ہیبت کے جواز دہنے دم سادھے صدیوں سے
مخواب تھے اب ہم ان کے گرم سانسوں کی حرارت اپنے رخساروں پر محسوس کر رہے ہیں۔ سوال
یہ ہے کہ کیا انیسویں صدی کا انسان پاگل ہو چکا ہے؟ اس صدی میں دو عالمی جنگیں لڑی گئیں۔
ریم بم اور ہائیڈروجن بم ایجاد کئے گئے۔ بار بار علاقائی لڑائیاں ہوئیں۔ کرہ ارض کو انسان کے
لئے تنگ کر دیا گیا۔ یہی نہیں سپر پاور نے خلا کو بھی میدان جنگ میں تبدیل کر دیا ہے۔

آپ کے ان ارشادات کا جامع مطلب یہ ہے کہ آدم زاد پر اس کے "نفس امارہ"
کی حکومت پوری طرح قائم ہو چکی ہے جیسا کہ تیسرے پارہ میں سورہ ایوسف شروع کرنے
والے حضرت یوسف علیہ السلام کے الفاظ میں ہے کہ "نفس امارہ تو سب ہی کو غلط کاریوں میں
مبتلا کر دیتا ہے اور میں اپنے نفس کو بھی اس سے بری الذمہ قرار نہیں دیتا مگر جن پر میرا رب
رحم کرے" اور اب نفس گزیدہ گناہ جشیہ انسان اپنی تباہ کاریوں کے تکمیلی مراحل سے
گذر کر پندرھویں صدی ہجری کے اوائل اور انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں
ایسی تباہی لانے والا ہے کہ آپ کے اندیشے کے مطابق جس کا تصور کر کے کلیجہ پھٹنے لگتا
ہے۔ اس صورت میں اگر انسان سکون قلب سے محروم ہو جائیں تو انہیں کون ملامت
کرے گا۔ تو کیا قدرت موجودہ نسل انسانی کو تباہ کر کے اس کے ملبہ سے کسی اور قوم کو
پیدا کرنا چاہتی ہے؟ کیا کسی نئے انسان کے ظہور کا مرحلہ درپیش ہے؟ میں بار بار اپنے
سے یہ سوال کرتا ہوں مگر کوئی جواب نہیں ملتا۔

اخئی المکرم! یہ مختصر جواب تو اپنے سے آپ کو ضرور مل جاتا ہو گا کہ یہ کرہ ارضی
مقررہ نظام کے تحت تدریجی مراحل سے گذر کر ایک نہ ایک دن اس تکمیلی مقام پر
ضرور پہنچے گی جسے "قیامت" سے پہلا مقام کہا جاتا ہے اور جب پہاڑ روٹی کے گالوں
کی طرح اڑتے ہوں گے۔ لیکن شاید آپ نے اس جواب کو درخور اعتنا نہیں سمجھا ہو گا
کیونکہ اس منزل تک پہنچنے کے لئے ابھی دنیا کو بہت طویل سفر طے کرنا ہے جو باقی ہے۔ تو

پھر بیسویں صدی کے آخر تک اس دنیا کا کیا بنے گا۔ اس کا جواب ذکر حکیم کتاب مہین میں سورۃ الہود کی ۳۶ ویں آیت سے اڑتالیسویں آیت تک حضرت نوح کے طوفان کا قصہ بیان فرما کر دیدیا گیا ہے کہ: نسل انسانی پہلے بھی اس پاداش میں کہ اس نے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے والوں کی دعوت قبول نہیں کی تھی مکمل تباہی سے دوچار ہو چکی ہے جبکہ خداوند عزوجل نے تنور سے پانی کو ابلنے کا حکم دے کر کرۃ ارضی پر بسنے والی تمام نسل انسانی کو غرق کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت نوح کا وہ بیٹا جو انکی دعوت کو ٹھکر اکر کشتی میں سوار ہونے سے انکار کر چکا تھا غرق ہونے سے نہ بچ سکا۔ فی الحقیقت یہ نوجوان باغی نبی زادہ اس قوم کے نوجوانوں کی جو اس معاشرہ کی ریڑھ کی ہڈی تھے ایک علامت تھے۔ یہ نمائندہ تھا اس کردار کا جس کی وجہ سے پوری انسانی برادری غرق آب ہو گئی۔ آج کی دنیا اور نسل انسانی کے لئے یہ واقعہ ایک کھلی نشانی اور روشن مثال ہے کیونکہ آج کی نسل انسانی کا نوجوان فرزند نوح کا پیر و کار ہوتا چلا آ رہا ہے۔ بلکہ ہمارے پاکستانی معاشرہ کا نوجوان تو فرزند نوح کو بھی بے راہ روی اور بد عملی بلکہ فتنہ و فساد اور خون ریزی میں پھینچے چھوڑ چکا ہے جس کی مثال پی آئی اے کے بونگ طیارے نمبر ۷۲ کے اغوا کنندگان نے اپنے باپ کو باپ ملانے سے انکار کر کے اپنی ماں پر تہمت رکھ کر حال ہی میں قائم کر دی ہے جو حضرت نوح کے بیٹے کے بھی ممکن نہ ہو سکی۔ تو کیا بقول آپ کے قدرت موجودہ نسل انسانی کو تباہ کر کے اس کے ملبہ سے کسی اور قوم کو پیدا کرنا چاہتی ہے؟ کیا حضرت نوح کو "آدم ثانی" کا خطاب عطا فرما کر اب کسی نئے انسان کا ظہور اس لئے ہونے والا ہے کہ اسے "نوح ثانی" کے اعزاز سے نوازا جائے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ اب نہ اللہ رب العزت کو کسی تنور سے پانی کو ابلنے کا حکم صادر فرمانے کی ضرورت ہے اور نہ دریاؤں اور سمندروں کو کرۃ ارضی پر چڑھ دوڑنے کا حکم دینے کی کیوں کہ یہ کام تو خود انسان نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔

وہ خود اپنی لائی ہوئی تباہی اور اپنے کردار کے لئے بھی ذمہ دار ہے اور اس کردار کی پاداش بھگتنے کے لئے بھی۔ تو پھر سوال یہ ہے کہ کوئی ہے جو اس تباہی بلکہ تباہ کاری سے انسان کو روکے؟ کیا کوئی ہے کہ جو انسان کو اس انسان سوزی سے بچائے؟۔ اگر ہے تو وہ کون ہے؟ کیا کوئی فرشتہ؟ کیا کوئی آسمانی مخلوق؟۔ قرآن کریم تو ہی تباہی سے بچاؤ! وہ تباہ ہے۔ قرآن فرما رہا ہے کہ: "اے آدم کے بیٹے تباہیوں بربادیوں فتنہ و فساد اور نحوں ریزی کو جنم دینے والی بدی کی وہ طاقت جسے تیرے باپ آدم کی سرشت و جبلت میں شامل کر دیا گیا ہے: "نفس امارہ" ہے جس سے نجات اور اس کی بغاوت اور شیطاں کے پہلانے سے کئے ہوئے گناہوں سے توبہ کر کے پاک کرنے والے پختن پاک کے اسمائے نوری آدم کو اس لئے چپکے سے سکھا دیئے تھے کہ وہ ان کے وسیلہ سے فلاح پائے اور انکی اولاد در اولاد یعنی نسل انسانی کا وہ گروہ جو ان پختن پاک کے اسمائے نوری کے فیضان سے مستفیض ہوتا ہے، شیطان اور نفس امارہ (بدی کی طاقت) کے خلاف برد آزما ہے جس کے بارے میں چوتھے پارہ میں سورۃ ال عمران کی ایک سو دسویں آیت میں فرمایا گیا ہے کہ: "تم ان سب امتوں میں جو نسل انسانی کی تو ہیں (دنیا میں) ظاہر ہوئیں سب سے بہتر ہو (کیونکہ تم) بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ تر کافر ہیں: "اللہ رب العزت نے یہ ارشاد اس قوم رسول ہاشمیؐ اس ملت خلیفہ اور اس امت مسلمہ کے لئے فرمایا ہے کہ جس کا دین مکمل کر دیا گیا تاکہ صفات انسانی مکمل طور پر اس میں پیدا ہو جائیں اور یہی فضیلت اسے اقوام عالم میں سربراہی کا منصب عطا کرتی ہے کہ وہ نفس امارہ پر غالب آکر (جو بدی کی قوتوں کا سرچشمہ ہے) انسانیت کو اس راہ پر گامزن کر سکتی ہے جو بھلائی کا راستہ ہے بالخصوص اہل کتاب کو اگر وہ ایمان لے آئیں کیونکہ اس میں انہی کا بھلا ہے۔

قرآن نے نشاندہی کر دی ہے کہ وہ نجات دہندہ جسے انسانیت کو متوقع تھا ہی سے بچانے کے فرض منصبی کی بجا آوری کے لئے چنا گیا ہے امت مسلمہ ملت حنیفہ اور قوم محمدی ہے۔ کیا پوری قوم 'کیا پوری ملت' کیا پوری امت 'کیا ان کا ہر ہر فرد' قرآن کریم فرماتا ہے کہ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ایک اور انفرادی الیکشن ہو گا۔ سورۃ آل عمران کی ایک سو چارویں آیت میں فرمایا گیا کہ 'تم میں (یعنی مومنوں میں) ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے کہ جو نسل انسانی کو بھلائی کی طرف بلائے اور بری باتوں سے منع کرے اور یہی لوگ ہمارا (کامیاب) ہوتے ہیں۔'

اس آیت میں جن حضرات کا ذکر فرمایا گیا ہے اس میں شک نہیں کہ وہ پوری قوم میں سے منتخب و معتمد افراد ہیں۔ تو کیا وہ 'علمائے دین' کے خطاب سے پہچانے اور جلتے جانے والے حضرات ہیں؟ کیا واقعی وہی حضرات آج ہمارے معاشرہ میں 'علمائے دین' کہلائے جاتے ہیں اور صالحین حضرات کی جماعت ہیں؟ ہمیں تھوڑا سا وقت اس کے جائزہ لینے پر بھی صرف کرنا چاہیے۔

میرے پیارے بھائی رئیس صاحب! اس حقیقت کا تجزیہ کرنے کے لئے ہمیں نہ پوری اقوام عالم کے کردار کی چھان پھنگ کرنے یا موجودہ دور کے تاریخی حقائق کی تلاش میں صفحات اعمال انسانی کی ورق گردانی اور سطر شماری کی ضرورت ہے اور نہ عالم اسلام میں فرزندان دین مبین کے کردار اور علمائے دین مبین کے اعمال کو کھنگالنے کی بلکہ اس کی سیدھی سادی اور ہمارے لئے سہل ترین صورت وہ مشاہدہ ہے جس سے ہم شبہ روز دو چار رہتے ہیں۔ ہم یعنی پاکستانی اس پاکستان کے باشندے جسے صحیح یا غلط طور پر اسلام کا قلعہ کہا جاتا ہے وہ پاکستانی مسلمان جو اس پوری امت کی نمائندگی کرتے ہیں (جس کا ثبوت اقوام عالم کے مسلمہ نمائندہ ادارے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے پندرہویں صدی کے آغاز اور چودھویں صدی کے اختتام کی تقریب کے سلسلہ میں منعقدہ مخصوص اجلاس میں لیسے کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کا فرض بجالا کر پیش کیا جا چکا ہے) کس کردار کے مالک ہیں

اور ہمارے وہ منتخب و معتمد افراد جو "علمائے دین" کہلاتے ہیں کن اوصاف کے حامل ہیں۔ اس تجزیہ سے ہمیں علم ہو جائے گا کہ کیا ہم وہی امت مسلمہ ہیں جسے اقوام عالم کی امامت کے لئے چنے جانے کا اعلان خالق و مالک کائنات نے چوتھے پارہ میں وارد سورۃ آل عمران کی ایک سو دسویں آیت مبارکہ میں فرمایا ہے اور کیا ہمارے "علمائے دین" کہلائے جانے والے افراد وہی حضرات ہیں جن مومنین کی جماعت کی تشکیل کے لئے قرآن کریم کے چوتھے پارہ والی سورۃ آل عمران کی ایک سو چارویں آیت میں ارشاد باری تعالیٰ وارد ہوا ہے۔ آئیے ہم مشاہدے کا حق شناس آئینہ اپنے سامنے رکھ کر دیکھیں کہ ہم اور ہمارے علمائے دین کہلانے والے حضرات وہی ایمان والے ہیں جنہیں اللہ رب العزت ایمان والا (مومن) تسلیم فرماتا ہے۔ ذرا سورۃ الانفال (نواں پارہ) کی دو تیسری تیسری اور چوتھی آیات کی تلاوت فرمائیے جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔ (ترجمہ) "اس میں شک نہیں کہ وہی لوگ ایمان والے ہیں (ع) کہ جب ذکر الہی کریں تو ان کے قلوب میں (خوفِ خدا) ڈر پیدا ہو جاتا ہے اور (۲) جب وہ اللہ کی نشانیوں کا (مشاہدہ) مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں (ع) اور وہ اپنے رب پر توکل (بھروسہ) کرتے ہیں۔ (دوسری آیت ختم ہوئی) یہی وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ انہیں عطا کیا گیا ہے اس میں سے (خوشنود کی) مبرد کیلئے) خرچ کرتے ہیں۔ (تیسری آیت ختم ہوئی)۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ ان کے رب کے پاس ان کے لئے اعلیٰ مقامات ہیں مغفرت کے دروازے بھی انہی پر کھول دیئے گئے ہیں اور ان کے لئے عزت و حرمت (اور برکت) والی روزی ہے (چوتھی آیت ختم ہوئی) اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں اللہ کے نزدیک وہی لوگ مومن ہیں جنکے تین اوصاف خصوصی بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلا جو لازم اور باقی دو ملزوم ہیں یہ ہیں کہ جب وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں (یا سنتے ہیں) تو ان کے قلوب خوفِ خدا میں مبتلا

ہو جاتے ہیں (جو تقویٰ ہے) اور پھر جب وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ یا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان (جو پہلے سے موجود ہوتے ہیں) اور زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ یعنی توکل کرتے ہیں۔ اب ذرا دیکھئے کہ ہم ذکر الہی شعار رکھتے اور اگر مستقل نہیں تو مستعار ہی رکھتے۔ لیکن ذکر الہی کرنے کا تو کہیں دور دور پتہ نہیں ہے۔ جب ذکر کرتے ہی نہیں تو پھر سننے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ مسجدیں جہاں اللہ کا ذکر کثرت سے ہونا چاہیے شر و فساد کا گہوارہ تو ہیں مگر ذکر الہی کا ادارہ نہیں۔ جب بنیادی اور لازمی خصوصی صفت ذکر الہی نہیں تو پھر اللہ کی نشانیوں کا مطالعہ ایمان کو جو موجود ہی نہ ہو رکھیں تو خوف اور امید کے درمیان ہوتا ہے اور خوف خدا ذکر الہی سے پیدا ہوتا ہے) زیادہ مضبوط کیسے کر سکتا ہے اور جب ایمان ہی مضبوط نہ ہو تو پھر توکل جیسی عظیم نعمت کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔ چلے ان تینوں اوصاف خصوصی سے فارغ ہوئے۔

اللہ رب العزت کا یہ ارشاد کہ ان تینوں خصوصی صفات والے ہی وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور یہ سچے مومن ہیں جبکہ یہ بات واضح ہے کہ ہم وہ لوگ نہیں ہیں تو پھر ہماری نماز وہ نماز کہاں سے ہو سکتی ہے جو قائم ہو اور جس کے لئے سورۃ العنکبوت کی پینتالیسویں آیت میں جہاں سے ایک سو اٹھ پارہ شروع ہوتا ہے فرمایا گیا ہے کہ نماز قائم کرو و بیشک نماز ممنوعہ بری باتوں اور بے حیائی سے بچاتی ہے (لیکن) اس میں شک نہ لانا کہ اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔ لیکن جو سب سے بڑا تھا جب ہم نے اس کو چھوڑ دیا تو پھر نماز کس طرح ممنوعہ بری باتوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچا سکتی ہے۔ اسی لئے جہاں ہماری مسجدیں نمازیوں سے بھری رہتی ہیں وہیں ممنوعہ بری باتوں اور بے حیائی کے کاموں کا فروغ بھی درجہ کمال تک پہنچتا جا رہا ہے۔ تو پھر ہم سچے مومن کہاں سے ہو سکتے ہیں۔ کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ پوری امت پوری انسانیت بلکہ کرۃ ارض مومنوں کی جماعت کے وجود سے خالی ہو چکا ہے؟ لیکن مشاہدہ کا حق شناس آئینہ شہادت دے رہا ہے کہ ابھی سچے مومن اہل ذکر اس کرۃ ارض

پر موجود ہیں اور انکی جماعت امت مسلمہ اور قوم محمدی میں پوری توجہ کے ساتھ کار فرما اور انسانیت کی خدمت میں مصروف ہے۔ یہ جماعت اور اس کے مخصوص منتخب اور معتمد حضرات اگرچہ کے مسجدوں میں ذکر کے حلقے نہ لیتے ہوں معروف خانقاہوں میں بسیرا نہ کرتے ہوں مگر اللہ کی پیدا کردہ اس زمین پر خواہ کونوں کھدروں میں ذکر الہی کرتے ہوں مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہیں اور حضرت نوح اور اصحاب نوح جیسے عذاب الہی سے بچا کر نجات ابدی سے روشناس کرانے کے لئے کشتیوں کے تعمیر کے اہم کام انجام دے رہے ہیں جو آنے والے وقت کے متوقع عذاب الہی کے موقع پر ان کا کارنامہ بن کر ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔

بات بغیر دلیل کے اچھی بھی ہو تب بھی مناسب نہیں ہوتی۔ اس لئے ذکر الہی سے ہماری غفلت بلکہ اکثر کی بغاوت کے علاوہ بھی ہمارے بہت سے اعمال ایسے ہیں کہ جو احکامات خداوندی کی نہ صرف خلاف ورزی ہیں بلکہ اس کے احکامات سے کھلی بغاوت کے ساتھ محاذ آرائی کی نوبت تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس ضمن میں اپنے اس پاکستان کا جس کو ہم اس کے باوجود کہ جب وہ وجود میں نہیں آیا تھا تو اسلام خدا کی حفاظت کے قلعہ میں ماموں و محفوظ تھا، اسلام کا قلعہ کہتے ہیں تو کیا پاکستان کے باہر جہاں اسلام ہے نوز و بالذغیر محفوظ ہے۔ تاہم اگر ہم اس کو احکامات خداوندی کے نفاذ اور نظام اسلام کے انعقاد کے لئے بطور نمونہ پیش کر رہے ہیں تو ذرا مشاہد سے اس حق شناس آئینہ کے سامنے لے آئیں جس میں ہمیں اس نظام اسلام کے نفاذ اور احکام خداوندی کے عملی اجراء کے صحیح صحیح خدو خال نظر آجائیں۔ صرف مثالی استدلال کے لئے میں اٹھائیسویں پارہ سے سورۃ الجمعہ کی نوٹس دسویں اور گیارھویں آیات کی تلاوت کی درخواست کروں گا۔ یہ آیات تمام مسلمانوں میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص کی طرح معروف ہیں۔ ان کے تعارف کی کچھ زیادہ ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ ہر جمعہ کو دنیا بھر میں بالخصوص نفاذ اسلام والے ملک پاکستان کی سر زمین کے چپہ چپہ پر جہاں جہاں مساجد موجود ہیں

اور نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے وہاں کم از کم ہر جمعہ کی نماز یا خطبہ مسنون میں ان آیات کی تلاوت ضرور کی جاتی ہے۔ اس لئے عام مسلمانوں کے علاوہ صدر مملکت سے لیکر حکومت کے ایک چپر اسی تک کو جو نماز جمعہ پڑھتا ہو ان آیات کی اہمیت کی پوری پوری خیر ہوگی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: "اے ایمان والو جب تمہیں نماز کے لئے (آذان سے) پکارا جائے جمعہ کے روز پس تم اللہ کا ذکر اختیار کرو (ذکر کی طرف دوڑو) اور خرید و فروخت بند کر دو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو (سمجھو)۔" (نورین آیتہ ختم ہوئی) پھر جب نماز پڑھ چکو (فارغ ہو جاؤ) تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تمہیں فلاح یا نیکی امید ہو جائے۔" (دسویں آیتہ ختم ہوئی) اور جب انہوں نے تجارت یا کھیل دیکھا اور اس کی طرف رجوع ہوئے اور آپ کو خطبہ میں کھڑا چھو گئے (چنانچہ) آپ فرمادیں گے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا ہے۔" (گیارہویں آیتہ ختم ہوئی)۔

تو ان آیات میں ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق دو چیزوں کا حکم ہے۔ ایک تو آذان سننے ہی اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑنے کا اور نماز ادا کرنے کے بعد ذکر الہی کثرت سے کرنے کا اور دو چیزوں سے بچنے اور انہیں ترک کرنے کا حکم ہے، ایک خرید و فروخت اور تجارت اور دوسرا کھیل ہم نے انہیں احکامات کی تعمیل کے لئے جمعۃ المبارک کی تعطیل کو قبول ہی نہیں بلکہ مطالبہ منوا کر حاصل کیا تھا۔ لیکن نفاذ اسلام کے دعوے دار حاکموں کا کیا حکم نافذ ہوا؟ یہ سب کے مشاہد سے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کھیل کی اس دن مخالفت کی ہے لیکن ہمارے تمام حاکم بلکہ سب سے بڑے حاکم سربراہ مملکت تک جمعہ کے دن بین الاقوامی کھیلوں کے میچ نہ صرف منع کر کے بلکہ خود ذاتی طور پر اس میں شرکت کر کے اقوام عالم پر ثابت کر رہے ہیں کہ قرآن ہماری بغل میں ہے جس کے احکامات کو نافذ کر کے ہم نظام اسلام قائم کرنے کے اعلانات تو کرتے ہیں لیکن عمل اس کے برخلاف

کرنے کو پسند کرتے ہیں۔ اسے دنیا والوں دیکھ لو نمونہ ہمارے نفاذ اسلام کا
میرے بھائی رئیس صاحب اس موقع پر اگر آپ یہ مصرع پڑھ لیں تو کیا اچھا ہو۔

ع چہ دلا اور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اب دوسرا مرحلہ تجارت کا ہے۔ ہم نے اللہ کے احکامات کی تعمیل میں تجارت
اور کاروبار دنیاوی بند کرنے کے لئے جمعہ کی چھٹی کا مطالبہ اس حکومت سے کیا تھا جو
نظام اسلام کے نفاذ کی دعوت دینا نہ تھی۔ فی الواقع وہ ایک بہت بری حکومت ہونے
کے باوجود ہمارے اس مطالبہ کے سامنے جھک گئی اور اس نے جمعہ کی چھٹی کے مطالبہ
کو منظور کرنے کا اعلان کر دیا اس کے بعد وہ خود مددوم ہو گئی۔ جب نظام اسلام بلکہ
خود اسلام کے نفاذ کا دعویٰ لیکر آنے والی حکومت نے زمام سلطنت سنبھالی تو جمعہ
کے روز چھٹی تو برقرار رکھی لیکن سستے داموں اشیاء فراہم کرنے کے لئے ایک نیا بازار نکلنے
اور دھڑلے کے ساتھ تجارت کرنے کی تحریص کے لئے اسی روز عبادت یعنی جمعہ المبارک
کا انتخاب فرمایا اور ستم بالائے ستم یہ کہ اس بازار کا نام بھی جمعہ بازار رکھ کر قرآنی احکامات
کو کھلا چیلنج کر دیا۔ ہم سود کے نفاذ اور اجراء کی وجہ سے قرآنی آواز کے مطابق خدا
اور اس کے رسول سے حالت جنگ میں تو پہلے ہی مبتلا تھے اب یہ دوسرا اعلان
جنگ اس پر مزید تازیانہ بن گیا۔

اب ذرا اس گروہ کے کردار کو بھی ملاحظہ فرمائیے جو "علمائے دین" کہلاتا ہے اور
سمجھتا ہے کہ ان ہی کی جماعت وہ جماعت ہے جس کا ذکر قرآن کریم کے کلام بلاغت نظام
میں چوتھے پارہ کی سورۃ آل عمران میں وارد ایک سو چارویں آیت میں ایک ایسی جماعت کے طور پر کیا
گیا ہے جو برائیوں سے روکنے اور بھلائیوں کا حکم دینے والی جماعت ہے، تو پھر وہ اپنے
فرائض منصبی کو کس طرح انجام دے رہے ہیں۔ کیا ان کے نزدیک جمعہ کے روز کھیل اور
تجارت قرآن کریم کے احکامات کی کھلی خلاف ورزی نہیں ہے؟ وہ کیوں حکمرانوں کو

ان احکامات خداوندی سے آگاہ اور ان کی خلاف ورزی کے انجام سے متنبہ نہیں کرتے؟ وہ کس بات کے منتظر ہیں۔ کیا اس بات کا انتظار ہے کہ انہیں سونے میں رجو مردوں کے استعمال کے لئے حرام ہے اکب تو لاجائے گا۔ یا پھر فی الحقیقت وہ اللہ رب العزت کے ارشاد کے مطابق وہ جماعت نہیں ہیں جو برائیوں سے منع کرنے اور بھلائیوں کا حکم دینے والی جماعت ہے؟

رہا اللہ رب العزت کے اس حکم کے مطابق عمل کرنے کا سوال کہ جو اس نے نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد زمین پر پھیل کر خدا کا فضل تلاش کرنے اور فضل الہی حاصل کرنے کے لئے کثرت سے ذکر الہی کرنے کا نافع فرمایا ہے تو آپ دیکھ لیجئے کہ ذکر کی طرف کوئی نہیں آتا۔ سب کھیل اور تجارت کی طرف جاتے ہیں جیسا کہ اُس وقت کے رواج اور نافذ شدہ طریقہ کے مطابق نماز عیدین کی طرح جمعہ کا خطبہ بھی نماز جمعہ کے بعد ہوا کرتا تھا، تو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ التسلیم کو خطبہ میں کھڑا چھوڑ کر کھیل اور تجارت کی طرف چلے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ارشاد فرمادیں گے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ تمہارے اس کھیل اور تجارت سے بہت بہتر ہے اور اللہ بہتر رزق پہنچانے والا ہے۔ اب ذرا ذکر الہی کی زبوں حالی ملاحظہ ہو جمعہ کے دن کا دروازہ تو علمائے دین کھلانے والوں نے بہت عرصہ سے ذکر الہی پر بند کر رکھا تھا، ایک شب جمعہ رہ جاتی تھی جس میں اللہ کے ان اہل ذکر بندوں کی جماعت جو خصوصی اوصاف کے حامل تھے اس نعمت ذکر الہی کو سینوں سے لگائے اور رگ جاں بنائے ہوئے اللہ کے ذکر کی محفلیں منعقد کیا کرتے تھے اور نوجوان نسل کو جو معاشرہ کی ریڑھ کی ہڈی ہے کسی نہ کسی حد تک ذکر الہی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے مگر بدی کی طاقت (نفس امارہ) کے غلبہ سے شیطانیت کے علم بردار بعض حاکمان وقت نے شب جمعہ کو ٹیلی ویژن پر

فلہوں کی نمائش کا اہتمام کر کے فلم کو ذکر الہی کے خلاف حربہ کے طور پر جاری کر رکھا ہے۔ اس طرح نوجوان نسل کو گمراہی سے بچانے کی جو سبیل اہل اللہ کے طریقہ کار کے مطابق مخلصین کی جماعت کر رہی تھی اسے ناکام کرنے کی بھرپور کوشش کی جا رہی ہے۔

کیا مناسب نہ ہوگا کہ میں اس موقع پر آپ کی خدمت میں قرآن پاک کے اٹھارویں پارہ میں سورۃ النور کی چھتیسویں اور سینتیسویں آیات کی تلاوت کی درخواست کروں جن میں مذکورہ احکامات کی تائید فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

(ترجمہ) ان گھروں کو جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے (کیونکہ) ان میں اللہ کے نام کا ذکر ہوتا ہے اور ان میں اس کی تسبیح صبح و شام ہوتی ہے، وہ مرد جنہیں کوئی تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی، ڈرتے ہیں اس دن سے جب الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔

اس ارشاد باری تعالیٰ کی نہ کوئی تشریح ضروری ہے اور نہ یہ کسی وضاحت کا طالب ہے بلکہ کھلا ہوا اور صاف صاف مضمون ہے۔ اس کے بعد اللہ رب العزت کا وہ ارشاد اور ذکر حکیم کا وہ تذکرہ جو اس نے اصحاب سبت کی نافرمانی کے انجام کے سلسلہ میں فرمایا ہے اور جسے پڑھ کر فی الحقیقت عبرت حاصل کرنے والوں کا نہ صرف کلیجہ منہ کو آتا ہے بلکہ جگر خون ہو کر آنکھوں سے بہہ نکلتا ہے، کلام الہی کے نویں پارہ میں وارد سورۃ الاعراف کی ایک سو تریسٹھویں آیت سے ایک سو چھیاسٹھویں آیت تک میں بیان فرمایا گیا ہے۔ میں ان آیات کی تلاوت کی درخواست کرتا ہوں۔ ان کا ترجمہ یہ ہے۔

”اور ان سے دریافت کرو اس بستی کا حال جو دریا کے کنارے آباد تھی اور جب (اس کے بسنے والے) ہفتہ کے باسے میں حد سے بڑھتے، جب ہفتہ کے دن ان کی مچھلیاں پانی پر تیرتی ہوئی ان کے سامنے آتیں اور ہفتہ کے دن کے علاوہ

نہ آئیں اس طرح ہم ان کو آزما تے تھے ان کی (بہانہ ساز) نافرمانی کی وجہ سے (۱۶۳) جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے باسخت عذاب میں مبتلا کرنے والا ہے (تو انہوں نے جواب میں) کہا کہ نصیحت اس لئے کرتے ہیں کہ شاید انہیں خوف خدا ہو جائے اور تمہارے رب کے حضور معذرت خواہی ہو جائے (۱۶۴) پھر جب مہلک بیٹھے جو نصیحت انہیں ہوتی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچا لیا جو اس غلط کام سے منع کرتے تھے اور ان نافرمان ظالم لوگوں کو ان کی نافرمانی کے عیوض برے عذاب میں پکڑ لیا (۱۶۵) پس پھر جب انہوں نے ممانعت کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے کہدیا کہ جاؤ بند رکھنا کائنات سے ہوئے (۱۶۶)“

کیا یہ سب کچھ تلاوت کرنے کے بعد بھی اس کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ بے فقیر حقیر یا اللہ تعالیٰ کا کوئی اور بندہ اپنے الفاظ میں کچھ اور بیان کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اب آپ سے صرف یہ عرض کرنے کے بعد اجازت لے لینی چاہیے کہ جب امت کے نوے کڑوڑ افراد کے نمائندے ہم پاکستانی اس حال میں ہیں کہ دین حسین کے اغوا (ہائی جیکنگ) سے نہیں شرماتے تو پھر عام انسان میں انسانیت تلاش کرنا عبت نہیں تو اور کیا ہے۔

میں آخر میں حضرت شیخ الفاضل علامہ احمد رضا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بریلوی کے ان اشعار پر کہ جو میرے اس خط کی ابتدائی گزارشات کی منظوم ترجمانی کرتے ہیں اپنی معروضات کو ختم کرتا ہوں۔

بس خامہ خام نوائے رضائے یہ طرز مری تہ یہ رنگ مرا
ارشاد احباء ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا
خدا حافظ۔ والسلام معہ الکرام

نقط آپ کا مخلص

۲۸ اپریل ۱۹۸۷ء

جیلانی چاند پوری

حضرت رئیس امر وھوی صاحب کے نام اپنے اس خط میں اللہ رب العزت کے اس ارشاد کے مطابق کہ إِنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (سترھواں پارہ سورۃ الانبیاء ۱۰۵) میں آیتاً ترجمہ: ہم نے زمین کی وراثت اپنے صالح بندوں کو عطا فرمائی ہے حضور آقائی و مولائی سیدی و مرشدی شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاڑپوری صاحب مدظلہ العالی نے اس حقیقت کی نہایت خوبصورتی سے جامع و ضاحت فرمادی ہے کہ اللہ کی اس زمین پر اللہ کے "صالح بندے" اس کے نائب اور خلیفہ بن کر وراثت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں اور قیامت تک دیتے رہیں گے یعنی زمین پر "خلیفہ اللہ کے صالح بندے ہی ہو سکتے ہیں جیسا کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد اور وعدہ ہے کہ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيُنْفِخَنَّ فِي الْأَرْضِ كَمَا سُخِّفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (انکھارواں پارہ سورۃ النور ۵۵) میں آیتاً ترجمہ: اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں کے ساتھ تم میں سے جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے (خلیفہ بنا کر) زمین کی خلافت ضرور عطا فرمائے گا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کو عطا کی ہے۔ یہ خلافت ارضی درحقیقت "خلافت راشدہ" ہے جو قیامت تک صالح بندوں کو "خلیفہ بنا کر عطا کی جاتی ہے گی جیسا کہ اس سے پہلے عطا کی جاتی رہی ہے۔ یہ خلافت ارضی حکومت و سلطنت ہرگز نہیں ہے کیونکہ حکومت اور سلطنت کی عطا کے لئے "صالح خلیفہ کی کوئی شرط نہیں ہے۔ نظام سلطنت و حکومت تو ہمیشہ زیادہ تر غیر صالح اور کج رو لوگوں کے قبضہ میں رہا ہے اور شاید آئندہ بھی اس وقت تک یہی صورت باقی رہے نا آنکہ اللہ کا کوئی بندہ نوح" ثانی بن کر ظہور فرمائے ہو جائے۔

(۲) اصلاح معاشرہ کی بنیاد کی شرط

ایک مضمون جو روزنامہ جنگ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۸۱ء میں تھوڑے سے رد و بدل کیساتھ شائع ہوا
۲۴ جون ۱۹۸۱ء کو صدر مملکت جنرل ضیاء الحق صاحب نے قوم سے خطاب کیا جسے ہم

بڑی خوشی سے بجا طور پر وعظ و نصیحت کہہ سکے ہیں کیونکہ اس میں قرآن و حدیث کی نصیحتیں ہرئی
 کیس تھیں۔ اپنے خطاب میں نہایت جگر سوزی اور سوختگی قلب کے ساتھ معاشرہ کے بگڑتے
 ہوئے حالات بالخصوص رشوت ستانی کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ: "ہمارا معاشرہ
 رشوت کے معاملہ میں اس بد حالی تک پہنچ گیا ہے کہ کوئی جائز کام بھی بغیر رشوت کے ہونا ممکن
 نہیں رہا (اصلاح معاشرہ کیلئے) ہماری بار بار کی نصیحتیں اور وعظ سب بے اثر اور بیکار
 ثابت ہوئے ہیں کیونکہ آدے کا آدہ ہی بگڑا ہوا ہے۔ اس آدے کا آدہ بگڑنے والے جملہ نے
 میرے قلب کو اس طرح چھید کر رکھ دیا کہ جیسے افریقہ کے کسی جنگلی وحشی کا بھالہ میری پسلیوں
 کو توڑتا ہوا قلب میں پیوست ہو گیا ہو اور اسی درد و کرب نے مجھے مجبور کر دیا کہ تمام تر
 آداب خسروانہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نہایت صاف گوئی کے ساتھ عرض کروں کہ جناب
 صدر یہ بات قطعی غلط ہے اس میں صداقت کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ "امت محمدیہ اور قوم رسول
 ہاشمی کا آدہ جو اس وقت پاکستانی قوم کا آدہ ہے ہرگز بگڑا ہوا نہیں ہے۔ آپ نے جن کچے
 برتنوں کو دیکھ کر "آدے کا آدہ" بگڑنے کی نشان دہی فرمائی ہے وہ برتن درحقیقت اس
 امت محمدیہ کے آدے میں شامل ہو کر کبھی پکنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوئے اور اسی وجہ سے ان
 کا وجود "خام" اور بگڑا ہوا ہے۔ یہ برتن اس مٹی سے ضرور وجود میں آئے ہیں جو اسلامی معاشرہ
 کے بھٹے میں آدہ لگا کر پکائے جانے والے برتنوں کے بنانے میں کام آتی ہے لیکن یہ میٹرھے
 میٹرھے کچے اور خام برتن اس آدے میں پک کر نہیں نکلے جس کے خراب ہونے کا آپ نے ان
 کی حالت دیکھ کر اعلان فرما دیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بگڑے ہوئے برتن تین حصوں پر
 مشتمل ہیں جن میں سے پہلے کو "بادی النظر" ہیں۔ "علمائے دین" کہا جاتا ہے "دوسرا حصہ
 "امراء قوم" پر مشتمل ہے جس میں ہمارے پیشہ ور سرمایہ داروں کے علاوہ وراثت
 تحت سلطنت اور قابضانِ عدنان حکومت بھی شامل ہوتے ہیں اور تیسرا حصہ فقراؤں

اور پیران ظاہری کلہے۔ یہ ہیں "ظروف تیران کی وجہ سے آپ پوری قوم کو مصیبت زدہ تو فرما سکتے ہیں لیکن بگڑی ہوئی یا کم "طرف" ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔ یہ تینوں حصے۔ معاشرہ کے "دین" معاش اور قلب۔ پراس طرح اثر انداز ہوتے ہیں کہ اگر یہ بگڑ جائیں تو یقیناً قوم کے دین معاش اور دل اس بگاڑ سے متاثر ہوئے اور اگر یہ سدھ جائیں تو معاشرہ کے دین معاش اور قلب میں سدھار کے اثرات نمایاں ہو جائیں گے۔ اس لئے اگر ان تینوں حصوں کے برتنوں کو اسلام کی معاشرہ کے بڑے آوے میں جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اور حضور کے عشق کی تپش پکار ہی ہوتی ہے پر آمادہ یا مجبور کر دیا جائے تو پھر آپ دیکھ لیں گے یہ "آوے" کا آوا۔ "کیسے بکے" صاحب طرف۔ "وجود تیار کرتا ہے۔ میں آپ سے اور پوری قوم سے اپیل کروں گا کہ وہ اگر موجودہ حالات میں تینوں حصوں کا جائزہ لے کر کسی نتیجے پر پہنچنا چاہے تو یہ نتیجہ یقیناً اسے حالات کے سدھانے میں مدد دیگا۔ لہذا ذرا ان تینوں حصوں کا سرسری جائزہ لے کر دیکھیں اور اندازہ کریں۔

پہلا حصہ "علمائے دین کہلانے والے حضرات کا ہے۔ آپ نے بڑی بڑی کانفرنسوں میں اگر ان کے "اعلائے کلمۃ الحق" کے فرض منصبی کی ادائیگی کا جائزہ لیا بلکہ تجربہ کیا ہو تو آپ یقیناً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ان میں سے بعض "واعظ" حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرت و مجلسوں میں بڑی خوبی سے بیان فرماتے اور عوام کو اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں لیکن خود ان کی صورت نصرانیوں اور یہودیوں سے مشابہ ہوتی ہے۔ یہ "یوم الجمعہ" کو عبادت کا دن قرار دینا اس لئے ناجائز اور مکروہ سمجھتے ہیں کہ نصرانی اور یہودی۔ اتوار اور ہفتہ کو عبادت کا دن قرار دینے ہیں (خواہ وہ پورے دن عبادت نہ کرتے ہوں) یہ عبادت الہی کو تو ان دونوں گروہوں کی مشابہت سے بچانے کیلئے ترک کر دینا ضروری سمجھتے ہیں لیکن علوم دینی کے حصول میں (اللہ رب العزت نے اپنے دین کی انفرادیت اور یکتائی کی اپنی خصوصیت قائم رکھنے کیلئے "دین حنیف" کے علوم کو "نبی الامم" کے ذریعے لکھنے

پڑھنے کا سہارا لے بغیر اور یہودیوں و نصرانیوں کے طریقہ تدریس و تعلم سے قطعی ہٹ کر منفرد طریقہ حصول علم دینی رائج فرمایا اور یہودیوں و نصرانیوں کی مشابہت حصول علم سے قطعی مختلف اس "طریقہ علم" کو سینے اور قلب میں منعکس کر کے عطا اور جاری و ساری فرمایا تھا) رسول اللہ کے طریقہ کو چھوڑ کر قطعی طور پر نہ صرف یہودیوں اور نصرانیوں بلکہ دنیا بھر کے ملحدوں کافروں اور مشرکوں کے مشترکہ طریقہ تدریس و تعلم کو اختیار کرنے میں انہیں کوئی مشابہت نظر نہیں آتی اور نہ ہی نبی الائی کے جاری کردہ طریقہ تدریس و تعلم کو ترک کر کے حصول علم دین کے نام پر مدارس قائم کرنے میں کوئی قباحت محسوس ہوتی ہے یہی نہیں بلکہ دنیاوی اور مادی اعتبار سے بھی یہودیوں اور نصرانیوں کی ہر ادا بلکہ ہر انداز حیات کو اس طرح اختیار کرتے ہیں کہ دیکھنے والا جب تک کہ ان کے عقائد، مذہب اور دین کی تحقیق نہ کر لے تو ان میں اور یہودیوں و نصرانیوں میں کوئی فرق نظر نہیں آسکتا۔ ہے وہ - "علمائے دین" کہلانے والے حضرات کہ جن کی صورت دیکھ کر سنت نبوی کی پیروی کا نمونہ نظر آتا ہے، وہ اپنی ذات سے کس قدر نیکو کار ہیں اس کا علم اللہ رب العزت ہی کو ہے لیکن ہم انہیں نیکو کار اور صاحب وقار تسلیم کرنے کے باوجود یہ دیکھتے ہیں کہ "اعلائے کلمۃ الحق" کے فرض کی ادائیگی میں وہ بہت زیادہ غافل ہیں یا کم از کم ناکام رہے ہیں۔ اس کی مثال اور دلیل یہ ہے کہ خود صدر مملکت کی اس خواہش کے باوجود کہ دوست اور محب انکی خامیوں کو پیش کر کے اصلاح احوال کی طرف متوجہ کریں یہ حضرات ایک دینی کوتاہی بلکہ ترک سنت کی گنہگاری کی اصلاح کر دینے میں ناکام رہے ہیں اور "اعلائے کلمۃ الحق" کے فریضہ سے محض رعب خسروانی کے دباؤ میں آکر صرف نظر فرماتے رہے ہیں حالانکہ آپ ایسے ملک کے سربراہ ہیں جو اسلامی نظام کے قلعہ عافیت میں داخل ہونے کی جدوجہد کر رہا ہے کیونکہ اسلام ہی وہ قلعہ عافیت ہے جس میں داخل ہو کر ہی اس کی آزادی و سالمیت

کو سلامتی اور تحفظ حاصل ہو سکتا ہے جب تک یہ ملک اس "نظام اسلام کے قلعہ عافیت" سے باہر ہے، اس کی آزادی و سالمیت خطروں سے دوچار رہے گی۔ آپ ایسے اسلامی ملک پاکستان کے سربراہ ہیں جو خلیفہ ثانی حضرت عمر ابن الخطاب کو اپنا آئیڈیل (Ideal) سمجھتے ہوئے انکی پیروی سے روگردانی کو نظام اسلام کے خلاف اقدام سمجھ کر ذاتی اعمال کی تنقید و نصیحت کو اسی طرح قابل قبول سمجھتے ہیں جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مال غنیمت کے کپڑے میں اپنے حصہ سے ایک کرتا بنا کر ایک صحابی کے اس اعتراض کو کہ "جب میرا کرتہ اس کپڑے میں جو میرے حصہ میں آیا تھا نہیں بن سکا تو آپ کا کیسے بن گیا۔ نہ صرف لائق اعتنا بلکہ قابل صفائی سمجھا اور کسی خفگی کا اظہار کئے بغیر ان صحابی کو اپنے فرزند کی گواہی سے کہ ان کے حصہ کا کپڑا بھی فاروق اعظم کے کرتے میں شامل ہو گیا ہے مطمئن کرنا ضروری سمجھا۔ تو جنرل ضیاء الحق جیسے سربراہ مملکت جو ملک میں "نظام اسلام" لانے کے مدعی اور اس کے لئے کوشاں ہیں اس نصیحت سے کیوں کر خفا ہو سکتے ہیں کہ جناب صدر آپ جب تک "سنت ریش" اختیار نہیں فرمالتے۔ قوم کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلقین و ہدایت فرما کر دو گنہگاروں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پہلی احکام قرآنی و فرمان الہی کی خلاف ورزی کہ اللہ رب العزت نے اٹھائیسویں پارہ میں سورۃ الصفہ کی دوسری اور تیسری آیات میں صاف صاف فرمایا ہے۔ "ایسے ایمان والوں کیوں کہتے ہو وہ کچھ جو تم نہیں کرتے (۲) کیسی سخت ناپسندیدہ ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو (۳) جبکہ جناب صدر خود اس سنت نبوی کو ترک کئے ہوئے ہیں جس کا ظہور کم از کم چالیس قدم دور سے شناخت ہوتا ہے اور جو مسلمان ہونے کی بہت بڑی شناخت اور نصراہیوں و یہودیوں کی عام شکلوں سے مشابہت کو دور کرنے والا بہت بڑا عمل ہے جب تک صدر صاحب اس رویہ کو ترک نہیں کریں گے جو انہیں ترک سنت کا

مرتب کر رہا ہے وہ ہرگز ہرگز اللہ رب العزت کے محولہ بالا ارشاد کے مطابق اللہ رب العزت کی سخت ناپسندیدہ بات یعنی قوم کو تعلقین سنت نبوی کریم کے "وہ کہو جو نہ کرو" کے مرتکب ہونے سے نہیں بچ سکیں گے۔

جناب صدر کے اس تغافل کیش بلکہ خطا کیش رویہ سے انہیں روکنے کی جگہ "علمائے دین" کہلائے جانے والے حضرات یہ فرماتے ہوئے سنے جاتے ہیں کہ ضیاء الحق صاحب اگر ڈاڑھی نہیں رکھتے تو کیا ہوا۔ ان کا دل تو نوری باطن چمکدار اور ایمان تابدار ہے۔ یہ وہی حضرات ہیں کہ جو تصوف اور سلوک کے مسائل کو یہ کہہ کر رد فرمادیتے ہیں کہ "احکامات شریعت ظاہر پر صادر ہوتے ہیں۔ باطن جو کتنا ہی صاف اور بہتر بلکہ نوری ہو اگر شریعت کے مطابق ظاہری اعمال سے ہم آہنگ نہیں تو ناقابل قبول ہے۔ اب آپ غور فرمائیے کہ ان حالات میں یہ شکوہ کہ "وعظ و نصیحت کا معاشرہ پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے اور وہ روز بروز بدستور انحاط پذیر ہوتا چلا جا رہا ہے" کہاں تک درست اور مبنی بر حقیقت کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ جبکہ واعظ اور ناصح جن میں آپ کی ذات اور خود راقم الحروف سب شامل ہیں اپنے عمل کے تضاد کا شکار اور خود ان افعال میں مبتلا ہو کر کردار کی کوتاہی میں حصہ دار ہیں جس کی وہ دوسروں کو نصیحت و وعظ فرماتے رہتے ہیں۔ بالخصوص ہمارے "علمائے دین" کہلائے جانے والے حضرات "اعلائے کلمۃ الحق" کا فرض انجام دینے میں اس وجہ سے بھی معذور و مجبور رہے ہیں کہ ایک طرف طرف تو صاحبان ثروت و ممالکان دولت نے ان کے منہ میں "خدمت دین کے صلہ" کے طور پر لڈو کھول دیئے ہیں اور دوسری طرف صاحبان اقتدار اور حاملان عنان حکومت انہیں "سوئے میں تولنے" کی خوشخبری سنا کر اس کا منتظر رکھتے ہیں کہ کب وہ وقت آئے کہ یہ حضرات سوئے میں تولے جائیں۔

یہ سب کچھ عرض کر کے راقم الحروف نے علماً اور "امرا" کے کردار کو ممکن طور پر

واضح کر دیا ہے۔ باقی رہتا ہے فقرائے قوی یا پیران ظاہری کا گروہ جس نے "تصوف اور سلوک" کی راہ کو جو حقیقت میں راہ طریقت ہے اپنے دنیاوی مفاد کیلئے کاروباری ڈھچھر پر ڈال کر گنڈے تو نیز اور زعفران سے پلیٹیں لکھ کر روزی کمانے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ ایسی حالت میں اس گروہ کا جو اپنے آپ کو "فقراء" کا گروہ کہلاتا ہے قوم کے قلب کی اصلاح سے قطعی کوئی واسطہ نہ رکھنے کی وجہ سے قلب خراب ہو گئے۔ اس بگاڑنے مزید بدترین صورت اس لئے اختیار کر لی کہ "حقیقی علمائے دین" اور سچے مومن اولیائے کرام کے صحیح پیروکار اور مریدین و متوسلین پیران عظام نے اس گئے گزیرے دور میں بھی "اصلاح قلبی" کیلئے جہاں کہیں اور جب کبھی "ذکر الہی" کی محفلیں منعقد کیں شریعت کے نام پر انکی سخت مخالفت کر کے "مسلم عوام" کو اس سے روکنے کی مہم شروع کر دی گئی۔ کہیں اس کج روی کو فروغ دینے کا کام "تبلیغی سرگرمیوں" کے آرٹیں جاری کیا گیا اور کہیں "اسلامی نظام" کی جدوجہد کو بگاڑ کا ذریعہ بنایا گیا۔ ایسا کرنے والے حضرات نے رب العزت کے اس واضح ارشاد کی بھی کوئی پروا نہیں کی جو پچیسویں پارہ میں سورۃ الزخرف کی ۳۶ دین اور ۳۷ دین آیات کے ذریعہ نازل فرمایا گیا تھا۔

ترجمہ "جیسے رتو نڈا آئے (آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جائے) رحمن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیتے ہیں کہ وہ اس کا ساکتی بنا ہے (۳۶) اور بے شک وہ شیطاں ان کو راہ سے روکتے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں (۳۷) "فی زمانہ" رحمن کے ذکر کو روکنے کے شیطانی عمل نے اس قدر وسعت اختیار کر لی ہے کہ سورۃ الحمد

میں اللہ رب العزت کے ان واضح احکامات کو ہر مسجد میں ہر جمعہ المبارک کے "خطبہ" یا نماز کی قرأت میں دہرایا جاتا ہے اور نویں دستوں اور گیارہویں آیات (سورۃ الجمعہ) کی بڑے اہتمام سے تلاوت کی جاتی ہیں لیکن "ذکر الہی" کا کہیں نام و نشان تک نہیں ملتا کیونکہ کہ رحمن کے ذکر سے تو "رتو نڈا" آنے

لکنا ہے۔ سورۃ الجمعہ میں اللہ رب العزت کا واضح حکم ہے کہ (ترجمہ) "اے ایمان والو! جب تمہیں جمعہ کے دن آذان کے ذریعہ نماز کے لئے بلایا جائے تو (پہلے تو تم) اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو خرید و فروخت (کاروبار) چھوڑ کر (کیونکہ) اس میں تمہارے لئے بہتری ہے اگر تم کو علم ہو۔ اللہ رب العزت کے اس واضح حکم کو وہ لوگ جنہیں رحمن کے ذکر سے رتو نڈا آنے لگتا ہے توڑ مروڑ کر اپنے ساتھی شیطان کی تعلیمات کے مطابق یوں کہتے ہیں کہ یہ "ذکر الہی" خطبہ جمعہ ہے جس کی طرف دوڑنے کا حکم ہے یہ لوگ اس وجہ سے بھی کہتے ہیں کہ انہیں "ذکر الہی" کی اس بہتری اور خیر خوبی کا علم نہیں کہ جو قلب کی زندگی اور بیداری ہے۔

اللہ رب العزت نے سورۃ الجمعہ میں یہ ارشاد فرما کر مزید وضاحت فرمائی ہے کہ (ترجمہ) "پھر جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر (رحمن کا ذکر) کثرت سے کرو تاکہ تمہیں فلاح کی امید ہو۔ اللہ رب العزت نے اس وضاحت میں ظاہر فرما دیا کہ اللہ کا ذکر اور نماز ایک ہی چیز نہیں ہے اور اللہ رب العزت کا سب سے بڑا فضل یعنی فلاح دارین صرف اور صرف کثرت سے "ذکر الہی" کرنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ حضرات جنہیں "رحمن کے ذکر سے رتو نڈا آنے لگتا ہے" اس حقیقت کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ فلاح دارین سے بڑا فضل الہی اور کوئی نہیں ہے لیکن پھر بھی کہتے ہیں کہ فضل رب کاروبار اور تجارت کو کہا گیا ہے۔ ان حضرات نے صرف اس پر ہی اکتفا نہیں کیا کہ آذان اور نماز جمعہ کے درمیانی وقفہ میں مومنین کو اللہ رب العزت کے ذکر کی بھلائی سے محروم کر دیا بلکہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر ذکر الہی جاری کرنے کو بھی ناپسند کر دیا۔ سورۃ الجمعہ کی گیارہویں آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ (ترجمہ) "وہ آپ کو (خطبہ کی حالت میں) کھڑا چھوڑ کر تجارت اور کھیل کی طرف رجوع ہو گئے۔ آپ ان سے ارشاد فرما دیجئے کہ

تیرے اللہ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ تمہاری تجارت اور کھیل سے بہتر ہیں اور اللہ سب سے بہتر روزی رسال ہے۔ یہ بات غیر متنازع ہے کہ ابتدائی آیات میں "جمعة کا خطبہ" بھی عیدین کے خطبوں کی طرح نماز جمعہ کے دو گنا کے بعد عطا فرمایا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ مسلمان آذان اور نماز جمعہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ میں چھوڑ کر چلے گئے تھے حالانکہ یہ عمل کسی مسلمان سے کیسے ممکن ہے کہ وہ خطبہ اور نماز کو چھوڑ دے اور بخارہ کے نقارہ کی آواز سن کر مسجد سے خرید و فروخت کیلئے بھاگ جاتے خواہ مال تجارت لانے والا بخارہ ان کیلئے کیسی ہی نعمت عظمیٰ لیکر کیوں نہ آگیا ہو۔ جو مسلمان نیزوں کی بارش اور تلواریں کی چھاؤں میں بھی نماز ادا کرنے سے باز نہ رہتے ہوں وہ بھلا بخارہ کے نقارہ کی آواز کو کس طرح نماز اور خطبہ پر فوقیت دے سکتے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان بطیب خاطر رسول اللہ کے اصحاب سے اس مردود عمل کی توقع کر سکتا ہے۔ اس سے بڑی اصحاب رسول اللہ کی اور کوئی توہین ممکن نہیں ہے جبکہ صورت حقیقی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز جمعہ کے بعد خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ چونکہ اس وقت تک خطبہ کی واجبیت واضح نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے بخارہ جب ایسا شد ضروری سامان لایا جسکی بہت کمی تھی اور جس کے جلد فروخت ہو کر جلد ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا تو چند نمازی جو نماز ادا کر چکے تھے جلدی سے ضروری سامان خریدنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ کی حالت میں کھڑا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس واقعہ کے بعد خطبہ جمعہ نماز جمعہ کی ادائیگی سے پہلے عطا فرمایا جانا شروع ہوا تاکہ خطبہ شروع ہونے سے لیکر نماز کی ادائیگی تک کسی کو مسجد سے باہر جانے کی جرأت نہ ہو سکے۔

میرکی اس عرض داشت کے بعد یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو کر سمجھ میں آجانی چاہیے کہ جب اللہ رب العزت کے ارشادات کے مطابق جو نویں پارہ میں سورۃ الانفال

کی دوسری آیت میں فرمائے گئے ہیں۔ "ذکر الہی" کے فیضان یعنی رقت قلبی، تقویٰ اور ایمان کی مضبوطی کیلئے لازم "مشاہدہ" اور اللہ رب العزت پر توکل ہی باقی رہے تو نماز قائم کرنے کی صلاحیت کہاں سے پیدا ہوگی اور نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کے فیضان کہاں سے حاصل ہوں گے۔ جب یہ سب کچھ باقی نہیں رہے گا تو پھر کھلا وعظ و نصیحت کا کیا خاک اثر ہو گا جبکہ واعظ و ناصح حضرات خود امراض قلبی میں مبتلا ہو کر ان لوگوں کے زمرہ میں شامل ہو جائیں۔ جن کو رحمن کے ذکر سے رتو نہ آنے لگتا ہے اور جن کا معاون اور دوست ایک شیطان ہوتا ہے۔ تو پھر معاشرہ کا جو حال ہونا چاہیے سو وہ حال موجود ہے۔ حالات حاضرہ گواہ ہیں کہ ہم نے "ذکر الہی" سے منہ موڑ کر۔ "قلبی نظام" کو تباہ کر دیا ہے اور اس تباہی کا ذمہ دار امت محمدیہ کا وہ آواہنیں ہے جس کو اللہ رب العزت کے جیب نے "ذکر الہی" کی بھٹی میں پکا کر "طرف" بنایا تھا۔ وہ اصحاب تو اب بھی صاحبان "طرف" ہیں البتہ بگاڑ ان کے مقدریں ہے جو کچھ برتن کی طرح آوے میں بغیر پکے بازار میں چلے آتے ہیں۔

یہ تینوں قسم کے برتن علماء، امراء اور فقراء کہلانے والے حضرات ہیں جو خود بگاڑ کر اس سارے بگاڑ کھڑمہ دار ہیں۔ اگر اصلاح کا کام کرنا ہے تو وہ "آوے کے آوے" سے نہیں بلکہ ان تینوں قسم کے کچے برتنوں سے ہونا چاہیے۔

آخر میں تیسویں پارہ سے سورۃ الزمر کی بائیسویں اور تیسویں آیات کی تلاوت اور صحیح صحیح ترجمہ پیش کرنا چاہتا ہوں جس میں اللہ رب العزت نے "ذکر الہی" کو اسلام کے لئے شرح صدر کا ذریعہ بنانے والے حضرات اور اللہ کے ذکر سے روگردانی والے گمراہوں کا فرق اور دونوں زمروں کے مقامات کا تذکرہ نہایت عبرتناک انداز میں صاف طور پر ارشاد فرما دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ جہاں کتاب کریم ذکر حکیم کی تلاوت کرنے والوں اور ذکر الہی کرنے والوں کی روحانی حالت اور

انکی قلبی کیفیات کا نہایت موثر اور دو ٹوک طریقہ پر اظہار فرمایا ہے وہاں: "ذکر الہی"
 سے بہانہ تراشی کر کے کترانے والوں کی گمراہی کا بھی فیصلہ کن اعلان فرما کر اس امر کی
 قرآنی شہادت فراہم فرمادی ہے کہ ہدایت اور صراطِ مستقیم کے طالب: "ذکر الہی"
 سے ہی رضائے خداوندی حاصل کر کے سچے مومن بنتے ہیں۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ بِإِسْلَامٍ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ ؕ فَذَوِّلٌ
 يَلْقَىٰ سَيِّئَةً فُلُوْهُم مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ ؕ أُولَٰئِكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ
 ۞ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتٰبًا مُّتَشٰبِهًا مَّثٰنِي
 تَفَسَّرَ مِنْهُ جُلُوْدٌ ٱلَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلٰوِيْنَ
 جُلُوْدَهُمْ وَقَلُوْا لَهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللَّهِ ؕ ذٰلِكَ هُدٰى اللّٰهُ
 يَهْدِيْٓ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضَلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ
 هَادٍ ۝۲۳

(ترجمہ) "تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب
 کی طرف سے نور پر ہے" اس جیسا ہو جائیگا جو سنگ دل ہے تو خرابی ہے انکی جن
 کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں وہ کھلی گمراہی میں ہیں اللہ نے
 اناری سب سے اچھی کتاب قرآن کریم سے آخر تک ایک ہی ہے قرآن دوہرے بیان
 والی قرآن اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں
 پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں اللہ کے ذکر کی طرف رغبت میں قرآن یہ اللہ
 کی ہدایت ہے راہ دکھائے اسے جسے چاہئے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ
 دکھانے والا نہیں۔"

ذکر الہی کے قرآنی فیضان

حَضُورِ اَقَائِدُ وَّمَوْلَانُ سَيِّدِي وَمُرَشِدِي

شیخ المشائخ حضرت علامہ

مذظلہ العالی

جیلانی چاند پوری صاحب

۲۱

خطبات سے اقتباسات



شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ

ذکر الہی کے قرآنی فیضان

شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے یہ خطاب
 ”ذکر الہی کے قرآنی فیضان“ کے موضوع پر ایک عظیم الشان اجتماع سے عزیز آباد فیڈرل بی ایریا
 میں ۳۰ جنوری ۱۹۸۱ء بمطابق ۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ کو حضور اکرم نور محمد خیر بنی آدم
 حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سالانہ جشنِ عید میلاد النبی کی محفل میں پایا۔

أَعُوذُ بِاللَّهِ الصَّمَدِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّعِيبِ الرَّجِيمِ
 بِفَضْلِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي قُرْآنِ
 الْمَجِيدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيدِ
 إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِدَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا
 تَلَيَّتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٧﴾
 الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيَمَازُغْنَ زَقَاتَهُمْ يَفْقَهُونَ ﴿٣﴾ أُولَٰئِكَ
 هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَ
 رِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين
 وآله الطيبين الطاهرين و برحمتك يا ارحم الراحمين
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمام تعریفیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہیں جو خالق و مالک کائنات ہے اور صلوات

سلام اس کے جیب خیر الانام حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکی آل کے لئے ہے۔ واجب التعظیم ذات مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام کی ہے جو تمام ہی سلسلہ ہائے طریقت کے پیشوا اور امام اور تمام ہی اہل اللہ کے رہبر و مرشد ہیں میرے عزیزو! اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام بلاغت نظام سے اس فقیر نے جو حقہ مبارک تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے یہ نویں پارے میں سورۃ الانفال کی دو ٹہری تیسری اور چوتھی آیات ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں جو بہت چھوٹی چھوٹی ہیں مگر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ ان آیات کا ترجمہ یہ ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ. مومن وہی ہیں کہ جن کے قلب جب وہ اللہ کا ذکر کریں تو اللہ کے خوف میں مبتلا ہو جائیں۔ اذ تليت عليهم آية زادتهم إيما و سلى زبهدم يتوكلون. اور جب ان پر اللہ کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو ان کے ایمانوں میں زیادتی ہو جائے (قوت پیدا ہو جائے) ایمان اور قوی ہو جائیں) اور وہ اپنے رب سے متوکل ہو جائیں (توکل کا انعام توکل کی نعمت حاصل کریں) یہاں دو ٹہری آیت ختم ہوئی۔

الَّذِينَ يَقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَهُمْ أَرْزُقُوا يُفْقُونَ. (یہی حضرات ہیں) یہی لوگ ہیں کہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ کی جو نعمت انہیں ملتی ہے اسے اللہ کے لئے تقسیم کرتے ہیں۔ (یہاں تیسری آیت ختم ہوئی)

أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا. (یہی حضرات سچے مومن ہیں) یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں۔ لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ. ان کے رب کے پاس اعلیٰ مقامات و درجات ہیں اور مغفرت اور عطا و بخشش کے دروازے ان کے لئے کھل گئے ہیں اور انہی کے لئے عزت و حرمت والا رزق ہے (چوتھی آیت ختم ہوئی)

سورة الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کی طرف آپ کو متوجہ کرنے سے پہلے میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں (یہاں یہ جملہ معترضہ ہے) کہ فقیر ہر سال ربیع الاول میں سالانہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام بلاغت نظام سے ایک حصہ تلاوت کرتا ہے۔ ایک آیت یا چند آیات یا جو بھی اللہ کی طرف سے توفیق ہو اور اسی حصہ پر پورے ایک سال تک منعقد ہونے والے حلقہ ذکر میلاد النبی اور گیارہویں شریف کی تمام محفلوں میں روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس مرتبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس طرح کرم فرمایا کہ اپنے جیب بیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں یہ آیات تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائی جن کا ترجمہ میں آپ کو ابھی بتا چکا ہوں۔

میرے عزیزو! اب آپ ان آیات پر غور فرمائیں۔ اللہ کے نزدیک وہی لوگ مومن ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس ذکر سے ان کے دل خوف خدا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پہلی شرط یہ رکھی کہ وہی لوگ مومن ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اب ذکر کیا ہے؟ ہمارے علماء کہلانے والے "حضرات کہتے ہیں کہ ذکر کے معنی یاد دہانی کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو بھی ذکر حکیم فرمایا ہے لہذا قرآن پڑھ لینا بھی ذکر ہے۔ ذکر کے معنی عبرت کے ہیں یہ بھی ٹھیک ہے اور ذکر اللہ کی یاد کے معنی میں بھی ہے۔ آپ عبرت یاد خدا، نصیحت، یاد دہانی اور قرآن کریم ان تمام معنوں پر غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ اگر قرآن شریف پڑھنا اللہ کا ذکر ہے تو اسے غیر مسلم بھی پڑھتے ہیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے یہی لوگ ایمان والے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب خوف خدا سے ڈرجاتے ہیں (خوف میں مبتلا ہو جاتے ہیں) اور اللہ سے ڈرنے کے معنی "تقویٰ" ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے روزے اس لئے رکھوائے کہ آپ

اہل تقویٰ ہو جائیں۔ قرآن شریف بھی بتا رہا ہے کہ روزے تو متقی بنانے کے لئے ہی رکھوائے گئے تھے۔ الحمد للہ کے اُمت کے کثیر افراد روزے رکھتے ہیں بلکہ ایسے حضرات بھی جو نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں مگر روزے ضرور رکھتے ہیں لیکن وہ متقی نہ ہوئے۔ آجکل جو روزے ہم رکھ رہے ہیں وہ تقویٰ نہیں دے رہے ہیں کیونکہ روزے بغیر ذکر الہی کے متقی نہیں بنا سکتے۔ اگر قرآن شریف پڑھنا اللہ کا ذکر ہے تو مسلمان کثرت سے پڑھتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ پڑھتے ہیں بلکہ سینوں میں بھی رکھتے ہیں، حافظ بھی ہیں مگر اللہ سے نہیں ڈرتے۔ تو یہ کیا بات ہوئی؟ ہم نے اللہ کا ذکر (قرآن شریف کی تلاوت) کیا تو پھر اللہ کے ذکر کے ساتھ ہم میں یہ خصوصیت بھی پیدا ہونی چاہیے کہ پہلے تو ہمارے قلب میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جائے۔ جب اللہ کا ڈر پیدا ہو جائے گا تو ہم متقی ہو جائیں گے اور جب متقی ہو گئے تو مشاہدہ لازم آیا کیونکہ متقی ہونے کے بعد اللہ کی نشانیوں کا ظہور فرمایا جانا ضروری و لازمی ہے۔ یہ عین حقیقت ہے کہ متقی ہی اللہ کی نشانیوں سے راستہ پکڑتے اور معرفت حاصل کرتے ہیں۔ متفقہ طور پر اپنے آپ کو علماء کہلانے والے تمام حضرات تسلیم کرتے ہیں کہ متقی ہی اصل میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی معرفت والے ہوتے ہیں۔ جب تک متقی نہ ہوں تو میرے جیسے گنہگار کیا معرفت والے ہوں گے۔ ان کو نشانیوں سے کیا عبرت حاصل ہوگی۔ کیا وہ اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ کر سکیں گے؟ میرے عزیز! وَإِذْ لَبَّيْتُمْ عَلَىٰ ظُهُورِ أَيْتِهِ كَاتِرِجَمٍ اس طرح بھی کیا جاتا ہے کہ جب ان پر اللہ تعالیٰ کی (قرآن شریف کی) آیات پڑھی جاتی ہیں یعنی قرآن شریف کی تلاوت کی جاتی ہے۔ قرآن شریف کی آیات تو ہر جلسہ میں تلاوت کی جاتی ہیں۔ یہ آیات تو رات و دن پڑھی جا رہی ہیں اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے لیکن ہمیں نہ کوئی ایسی نشانی نظر آتی ہے جو ہدایت کا سبب ہو سکے اور ان آیات کی تلاوت ہمارے ایمانوں کو مضبوط اور زیادہ مستحکم کرتی ہے بلکہ سرے سے ایمان باقی رہنا ہی مشکل ہو رہا ہے تو پھر توکل کی نعمت تک

پہنچنا تو بہت دور کی بات ہے لیکن قرآن گواہ ہے کہ اللہ کے مومن بندوں پر جب اللہ کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو ان کے ایمان قوی ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب سے متوکل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے تو یہ طے کرنا چاہیے کہ آیت کے معنی کیا ہیں؟ قرآن میں آیت کے معنی نشانی یا دلیل کے ہیں۔ اگر آیت کے معنی نشانی کے ہیں تو قرآن شریف کا ایک جملہ جو ایک گول نشان سے شروع ہو کر دوسرے گول نشان پر ختم ہوتا ہے اسے آیت کہتے ہیں۔ لیکن وہ جملہ بجائے خود جملہ ہے آیت نہیں۔ آیت تو وہ گول نشان ہے جہاں جملہ ختم ہوا ہو اور یہ اس لئے بنایا جاتا ہے کہ یہاں جملہ ختم ہوتا ہے۔ اس جملہ کو آیت کے ہم معنی کر دیا گیا ہے۔ آیت نہیں پڑھی جاتی بلکہ وہ جملہ پڑھا جاتا ہے۔ تو کیا اللہ تبارک و تعالیٰ یہ فرماتے کہ جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے یا سنایا جاتا ہے؟ وہ تو فرماتا ہے **وَإِذَا تَلَّيْتُمْ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا** جب ان پر اسکی نشانیاں پڑھی جاتی ہیں۔ نشانیاں پڑھی نہیں جاتیں بلکہ ظاہر کی جاتی ہیں دیکھی جاتی ہیں سمجھی اور پرکھی جاتی ہیں۔ نشانیاں پڑھی جاتی ہیں تو ایک استعارہ ہے کہ نشانیاں جب ان پر ظاہر ہوتی ہیں یعنی وہ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں تو انہیں معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ اللہ کو پہچانتے ہیں۔ اہل معرفت کو بھی یہی کہا کہ وہ اللہ کی آیات کا مشاہدہ کر کے اہل معرفت ہوئے۔ ہر قوم کو بھی یاد دہانی اور تنبیہ کے طور پر ہمیشہ یہی کہا کہ کیا تم اللہ کی نشانیاں نہیں دیکھتے ہو۔ سورج طلوع ہوتا نہیں دیکھتے، درختوں کو اور ان پر جو پھل آتے ہیں ان کو نہیں دیکھتے۔ کیا یہ دلیل نہیں ہے کہ ہم نے پیدا کیا ہے۔ تو یہ ہیں نشانیاں۔ پھر اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ **زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ** ان کے ایمانوں میں زیادتی ہو جائیگی۔ ایمان اور قوی ہو جائیں گے اور وہ اپنے رب سے متوکل ہو جائیں گے۔ لازمی بات ہے کہ جب آپ پر نشانی ظاہر ہو جائے اور آپ اللہ کو اس نشانی سے پہچان لیں تو اہل معرفت ہو جائیں گے اور جب اہل معرفت ہو جائیں گے تو آپ کا ایمان اور مضبوط ہو جائیگا یعنی جو بغیر دیکھے ایمان لائے ہیں وہ جب نشانی دیکھ لیں گے تو ان کا ایمان زیادہ مضبوط ہو جائیگا پہلے تو ان کو ایمان بالغیب حاصل تھا۔ لیکن جب وہ مشاہدہ کا ایمان حاصل کر لیں گے

تو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توکل عطا ہو جائیگا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کریں گے۔
میرے عزیز! اہل توکل کون ہوتے ہیں؟ جب نشانیاں دیکھیں تو اہل توکل ہوئے نشانیا
دیکھیں تو ایمان پختہ ہوا۔ نشانیاں کب دیکھیں؟ نشانیاں اس وقت دیکھیں جب انہوں نے
اللہ کا ذکر کیا اور ان کے قلب میں اللہ کا خوف پیدا ہوا۔ تو آپ یہ بنیاد ملاحظہ کیجئے کہ جو بیج
ڈالا گیا ہے وہ ذکر الہی ہے۔

اَتَمَّ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تَلَمَّتْ عَلَيْهِمُ آيَاتُهُ
ذَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ ذُرِّيَّتِهِمُ اتَّكَلُونَ ؕ اس آیت کے چار حصے ہیں۔ پہلا حصہ یہ ہے کہ
اللہ کے نزدیک وہی لوگ مومن ہیں جن کی خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے
قلب اللہ کے خوف سے ڈر جاتے ہیں۔ ذکر کا دنیا کے خوف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ کا
خوف کیا ہے؟ اللہ سے کیا ہم اس وجہ سے ڈرتے ہیں کہ نعوذ بواللہ کوئی شیر یا بھیڑیلے
جو پھاڑ کھائیگا یا سانپ بے جوڈس لے گا؟ یا چورا اور ڈاکو ہے جو مال لے جائیگا۔ یہ سارے
خوف دنیاوی اور مادی ہیں۔ اللہ کا خوف تو یہ ہے کہ اس کی رضا کے خلاف کچھ نہ ہو جائے۔
اللہ کا خوف وہاں پہنچاتا ہے جہاں بندہ اللہ کی رضا کے کام کرے اور اس میں تھوڑی سی
بھی غلطی ہو جائے تو رک جائے کہ یہ نہ کرنا بھی میرا رب ناراض ہو جائے گا۔ یہ جنت
سے خوش نہیں اور دوزخ سے خائف نہیں۔ یہ تو اللہ کی رضا سے خوش اور اسکی ناراضگی
سے خائف ہے۔ یہ ہیں وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں ان کے
قلوب اللہ کے خوف سے ڈر جاتے ہیں۔ میرے عزیزو! تمام اولیائے کرام بالخصوص
حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر قلب کو رقیق اور نرم و گداز
کر دیتا ہے۔ یہی اہل ذکر ہوئے کہ جب اللہ کا ذکر کریں تو ان کے قلب نرم و گداز ہو کر اللہ سے
ڈر جائیں۔ وہ حضرات جو وعظ کرنے کو اللہ کا ذکر کہتے ہیں وہ دوسروں کو تو نصیحت کرتے
ہیں لیکن خود نہ عبرت پکڑتے ہیں اور نہ نصیحت۔ ان کا وعظ و نصیحت ذکر کے لفظی معنی

ادا کرنے کے باوجود قلب کو نرم و گداز نہیں کرتا۔ وہ ذکر الہی تو اہل ذکر ہی کہتے ہیں جس سے قلب نرم و گداز ہو کر اللہ کے خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ان سے پوچھئے وہی بتائیں گے کہ ذکر کیا ہے؟ آپ نے خود ہی تجویز کر لیا کہ ہم نماز پڑھتے ہیں یہ بھی اللہ کا ذکر ہے ہم کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اختیار کر دو تو یہ بھی اللہ کا ذکر ہے ہم کہتے ہیں کہ اسوۂ حسنہ ہمارے لئے کافی ہے تو یہ بھی اللہ کا ذکر ہے لیکن ملاحظہ فرمائیے کہ اس سلسلہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔ اسوۂ حسنہ پر عمل اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق عمل نہ ہو جو اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے اکیسویں پارہ میں سورۃ الاحزاب کی اکیسویں آیت میں فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝ (ترجمہ) "بیشک رسول اللہ کے بہترین نمونے کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر امید رکھتا ہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو"۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ کے نزدیک رسول اللہ کا اسوۂ حسنہ اسی کے حق میں بہتر ہے (اور بہتری اس کو حاصل ہو سکتی ہے) جو اللہ اور آخرت کے دن کے لئے بہتری چاہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرے کیونکہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والوں ہی کے قلوب زندہ ہوتے ہیں اور ہدایت قبول کرتے ہیں۔ جب تک آپ کا قلب صحیح نہ ہو اور آپ کو اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کر کے آپ کے اندر مومن کی خصوصیت پیدا نہ کر دے آپ کیسے آگے بڑھیں گے۔

مومن کی خصوصیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی دوسری آیت میں جو بات فرمائی ہے اس میں تین مقام آگے کہ مومن جب ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلب اللہ کے خوف سے ڈرجاتے ہیں۔ پھر ان کو معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ اللہ کی

نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ان کے ایمان مضبوط ہو جاتے ہیں۔
اللہ تبارک و تعالیٰ فرما رہا ہے 'وہ کہہ رہا ہے جس نے تمہاری خلقت کی ہے'
وہ کہہ رہا ہے جس نے تمہاری (آدم کی) سرشت میں نفس امارہ رکھ کر شیطان کو
کھلی چھٹی دے دی ہے کہ یہ (نفس امارہ) تیرا ایجنٹ ہے اب بہکا لیکن جو ہمارے
خاص بندے ہیں وہ پہلے نفس امارہ کی حجامت کریں گے اور کس طرح کریں گے؟
اس پر اللہ کے ذکر کی ضرب لگائیں گے۔ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ"
اللہ کے ذکر سے اسے مردہ کر دیں گے۔ اس پر اتنے کوڑے برسیں گے کہ وہ پناہ مانگ
جائیگا، کوڑے کس طرح برسیں گے؟ یہ اس طرح برسیں گے کہ وہ کہیں گے کہ اے نفس
امارہ ہم نے اللہ سے ایک عہد کیا ہے۔ ایک میثاق کیا ہے "میثاق الست" اللہ نے
ہم سے پوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ ہم نے کہا تھا کہ بیشک تو ہمارا رب ہے اور
ہم نے گواہی بھی دی تھی۔ اب ہم اس گواہی کو دہرائیں گے اور اس عہد کو یاد کریں جو ہماری
روح نے اپنے رب سے کیا ہے کہ "تو ہمارا رب ہے" لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کوئی معبود نہیں ہے
مگر اللہ۔ عہد کو یاد کرنے کا نام ہی تو ذکر ہے۔ جب نفس پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی ضرب لگے گی
تو وہ کہے گا ہائے میں مر اے تو معاہدہ یاد کر رہا ہے اور یہ اس معاہدہ کے خلاف نہیں جائیگا۔
تو جناب اس ضرب نے سارے بت توڑ دیئے۔ خوف خدا خوف خدا ہوگا۔ خدا کا خوف
کیوں پیدا ہوگا کیونکہ میں کہہ رہا ہوں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ مگر صرف زبان سے کہنا کافی نہیں ہے
بلکہ قلب کو بھی تصدیق کرنا چاہیے۔ لہذا اس کی ضرب قلب پر لگائی جانی چاہیے۔ جب یہ ضرب
پڑتی ہے تو قلب کو گداز کرتی ہے۔ یہ ضرب قلب میں خوف خدا پیدا کرتی ہے اور جب خوف
خدا پیدا ہوتا ہے تو تقویٰ آتا ہے۔ تقویٰ کے معنی خوف خدا کے ہیں۔
میرے عزیزو! آپ سن لیں برائیوں کی جڑ یہ ہے کہ آپ بے خوف ہو گئے ہیں۔
خوف خدا لوں سے اٹھ گیا ہے۔ اے امت کو پکارنے والو اور وعظ و نصیحت کرنے والو

اللہ سے ڈرو کہ تم اسوۂ حسنہ کی تبلیغ کر رہے ہو اور خود صبح صبح داڑھی منڈتے ہو۔ چہرہ سے سنت کو صاف کر دیتے ہو۔ کم از کم یہی خیال کر لو کہ مجھے شاہ بھی کہتے ہیں، مجھ سے لوگوں کو بڑی عقیدت بھی ہے اور مجھے شام کو جلسہ میں جا کر اسوۂ حسنہ پر عمل کی تلقین بھی کرنی ہے۔ لیکن سیرت اور اسوۂ حسنہ پر عمل وہ کرتے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود سورۃ الانفال کی دوسری آیت میں فرمادیا ہے کہ جب ان پر نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں تو ان کے ایمان مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جب آپ نے نشانیاں دیکھ لیں، جب آپ نے دیکھ لیا کہ دیگیں پکی رکھی ہیں تو کیا اب بھی شک باقی رہے گا کہ کھانا ملے گا۔ تم بندوں پر تو بھروسہ کرتے ہو کہ اگر میں تمہاری دعوت کر دوں تو تم گھر سے کھانا کھا کر نہیں آؤ گے کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ ایک فقیر نے کہا ہے کہ کھانا یلگا خواہ دال روٹی ہو، چاہے زردہ بریانی ہو اس لئے گھر سے کھانا کھا کر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ پر جس نے قسم کھا کر کہا ہے کہ میں روزی دوں گا بندے کو توکل اور بھروسہ نہیں ہے حالانکہ یہ بندہ رب تبارک و تعالیٰ کی صداقت کا رات دن مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کی صداقت کا سب سے عظیم اور کھلا ہوا مشاہدہ یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں آتے ہی اس کی چھاتی میں دودھ آتا رہتا۔ ابھی انسانی وجود دور ہے مگر رزق پیدا کر دیا گیا میرے عزیزو! اللہ سے صرف روزی پانے کا نام ہی توکل نہیں ہے۔ اگر روزی کی حد تک ہی "توکل" کو محدود رکھا جائے تو ہر دوکاندار جب دوکان کھولتا ہے توکل ہی کرتا ہے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ میری بکری کتنی ہوگی۔ ہر دوکاندار اور ہر کاروباری ہی نہیں بلکہ آزاد پیشہ سے تعلق رکھنے والا ہر فرد توکل کرتا ہے۔ مثلاً جب ڈاکٹر صاحب مطب کے لئے جاتے ہیں تو یہ نہیں جانتے کہ کتنے مریض آئیں گے اور کس قدر آمدنی ہوگی۔ تو پھر اللہ پر توکل کن کو ہے، اللہ پر بھروسہ کسے کہتے ہیں یہ ان اہل الذکر حضرات سے پوچھئے جو اسباب کو ترک کر کے مسبب الاسباب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ حضرات کون ہیں یہ ہیں

آگے بتاؤں گا۔ یہاں تک یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر کو کتنی بڑی عظمت عطا کی ہے۔ دوسری بات اللہ تبارک و تعالیٰ نے جسمانی طور پر تمہارے دلوں کے لئے فرمائی ہے کہ "الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ" اور جو ایمان لے آئے ہیں ان کے قلب تو اللہ ہی کے ذکر سے اطمینان پکڑتے ہیں۔ اَلَّا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ اور یاد رکھو اور خوب سن لو کہ اللہ کے ذکر ہی سے ان کے قلب اطمینان پکڑ سکتے ہیں" تو ذکر کو مومن کی یہ خصوصیت قرار دی کہ وہ ذکر کرتا ہے۔

جب ذکر کرتا ہے تو اسے تقویٰ حاصل ہوتا ہے جب تقویٰ حاصل ہوتی ہے تو مشاہدہ ہوتا ہے اور مشاہدے سے وہ معرفت حاصل کر لیتا ہے اور اس کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے۔ جب ایمان مضبوط ہو تو وہ اللہ پر بھروسہ اور توکل کرے گا۔ دوسری آیت ختم ہوئی۔

سورۃ الانفال کی تیسری آیت ایک چھوٹی سی آیت ہے جس نے سمندر کو تونے میں بند کر دیا ہے۔ اس آیت میں قرآن شریف کا پچوڑ آ گیا ہے۔ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ یہی لوگ ہیں (مومن) جو نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ نے انہیں جو نعمت دی ہے وہ اس میں سے اس کے نام پر تقسیم کرتے ہیں۔ نماز کا معاملہ تو یہ ہے کہ تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں بیشک نماز وہی حضرات قائم کر سکتے ہیں جن کا دل صنم آشنا نہ رہے۔ جب تک دل صنم سے آشنائی قائم کئے ہوئے ہے نماز قائم نہیں ہو سکتی۔ مزید برآں اس آیت میں رزق سے مراد محض روزی نہیں ہے بلکہ انہیں جو بھی نعمت دی گئی ہے اسی میں تقسیم جاری ہوتی ہے۔ یہ اپنے رب کی نعمتیں اس لئے تقسیم کرتے ہیں کہ انہیں ان نعمتوں کے ملنے کا شکر ادا کرنا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ان بندوں کو اگر علم دیا گیا ہے تو یہ علم تقسیم کرتے ہیں، ایمان دیا گیا ہے تو یہ ایمان تقسیم کرتے ہیں، دین دیا گیا ہے تو یہ دین تقسیم کرتے ہیں، الغرض اللہ نے ان کو جو بھی نعمت دی ہے یہ وہ تقسیم کرتے ہیں

اور اس کا معاوضہ بھی نہیں لیتے۔ ہمارے علمائے دین کہلانے والے حضرات ذرا اپنی تنخواہوں کا جائزہ لیں کہ ان پر ”وَمَا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ“ کا اطلاق ہو رہا ہے یا نہیں۔ شیخ الحدیث شیخ الجامعہ اور شیخ القرآن یہ سب ہی ہمارے علماء ہیں جنہوں نے علم کو پیشہ کے طور پر اختیار فرمایا ہوا ہے لیکن آپ دیکھیں گے کہ اولیائے کرام کسی دینی یا دنیاوی نعمت کو جو انہیں ان کے رب نے عطا فرمائی ہے مخلوق میں محض اپنے ہم مذہب و ہم مسلک ہی میں نہیں اجڑی سائل ہو، طالب ہو یا ضرورت مند ہونہایت فراخ دلی سے تقسیم کرتے ہیں اور اس کی کوئی قیمت وصول نہیں کرتے بلکہ خوشنودی رب کے لئے تقسیم کرتے ہیں۔ یہ تقسیم صرف اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ ان کے پاس دین آتا ہے تو یہ دین تقسیم کرتے ہیں۔ رزق آتا ہے تو یہ رزق تقسیم کرتے ہیں۔ درویش اکیلا نہیں کھاتا بلکہ لنگر چلاتا ہے۔ زردہ بریانی اور مرغ و قورمہ کھلاتا ہے اور فتویٰ دینے والوں کی رال چیکتی ہے کہ یہ تو مرغ کھاتا ہے۔ یہ کھاتے بعد میں ہیں اور کھلاتے پہلے ہیں۔ تم کھاتے پہلے ہو لیکن کھلاتے نہیں ہو۔

میرے عزیزو! قرآن شریف آپ کے گھروں میں موجود ہے۔ سورۃ الانفال کی چوتھی آیت پڑھ لیجئے۔ اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ اب انعام کا وقت آگیا ہے کیونکہ ان کا ایمان قبول ہو گیا ہے۔ اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا کا ترجمہ یہ ہے کہ ”یہی لوگ سچے مومن ہیں ان ہی حضرات کا ایمان سچا ہے کیونکہ بھٹی میں پک کر آیا ہے۔ تپ کر کندن بنا ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ ذکر کیا تو خوف خدا پیدا ہوا، خوف خدا پیدا ہوا تو مجاہدہ کیا، مجاہدہ کیا تو مشاہدہ آیا، مشاہدہ آیا تو ایمان قوی ہوا، ایمان قوی ہوا تو توکل آیا، توکل آگیا تو نماز قائم کی اور جب کہا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو وسائل و اسباب کو ترک کر دیا اور محض اسی ذات باری کو جو مسبب الاسباب ہے

اپنا روزی رساں اور وسیلہ بنالیا۔ تو کل آسان نہیں ہے۔ یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ الحمد شریف پڑھ لی، قرآن پڑھا اور نماز پڑھنے کے بعد کہا کہ اس مسجد میں کچھ نہیں رکھا ہے۔ یہاں تو مجھے صرف پانچ سو روپے ملتے ہیں اس لئے میں تو اس مسجد میں نماز پڑھاؤں گا جہاں مجھے ایک ہزار روپے ملیں گے۔ کیا ایسا نہیں ہے؟ آپ خود معاشرہ کا جائزہ لیں۔ جھوٹی قلعی چڑھتی ضرور ہے مگر جلد اتر جاتی ہے۔ معاشرہ کی اصلاح کیوں نہیں ہو رہی ہے۔ سب کچھ کرنے کے باوجود آپ معاشرہ کی اصلاح کیوں نہیں کر سکتے۔ ربیع الاول کے مہینے میں پورے ملک میں جگہ جگہ بے شمار سیرت کے جلسہ منعقد ہوئے جن میں کس قدر زور دیا گیا کہ سیرت اختیار کرو اور اسوۂ حسنہ پر عمل کرو لیکن کیا وجہ ہے کہ ہم دو چار قدم مزید پیچھے ہی ہٹتے ہیں، آگے نہیں بڑھتے۔ آگے بڑھنے کی جگہ ہمارے قدم پیچھے کیوں چلے جاتے ہیں اور ہماری نئی نسل پہلے سے بدتر کیوں ہوتی چلی جا رہی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا ایمان محض زبان پر ہے اگر آپ کو واقعی اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی خواہش ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلے ہی نسخہ تجویز فرما دیا ہے۔ تیرھویں پارہ میں اپنے نبی حضرت یوسف علیہ السلام سے کہلوا دیا (تیرھویں پارہ کی ابتدا یہاں ہی سے ہوتی ہے) وَمَا أُتْرِكُ لِنَفْسِي أَنْ تَرْجَمَ "میں اپنے نفس (امارہ) کو بھی بری نہیں کرتا۔ تو جناب والا آپ نے اپنے نفس امارہ کے خلاف کون سا کھاڑا کھودا ہے۔ کس کس کو پہلوانی سکھائی ہے۔ میرے عزیز! ایک ملک کا پہلوان جب کسی دوسرے ملک کے پہلوان سے لڑتا ہے تو پہلے وہ اچھی طرح مانجھا جاتا ہے۔ آپ کا اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کے لئے تو شیطان سے مقابلہ ہے، کسی پہلوان سے نہیں۔ شیطان سے مقابلہ کرنا ہے تو ایمان سے مدد لو۔ یہ مقابلہ ایمان کے بغیر ممکن نہیں اور ایمان کب آئے گا جب ذکر و فکر کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے نفس امارہ کے بارے میں ایک نبی سے کہلوا دیا کہ جو ہرشت کے

اعتبار سے انسان بے لیکن نفس امارہ کے اعتبار سے پاک کر دیا گیا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ اسی لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اگر اللہ رحم نہ کرے اور میرا نفس بھی امارہ ہو تو وہ گمراہی کی طرف لے جائیگا۔ یہ تو کام ہی غلط سکھاتا ہے۔ جب تک نفس امارہ کی اصلاح نہ ہوگی آپ اصلاح معاشرہ کس طرح کر سکتے ہیں۔ مجھے بتائیے کہ نفس کی اصلاح کا آپ کے کارخانوں میں کون سا شعبہ تعلیم دیتا ہے۔ آپ کے یہ کارخانے یہ دارالعلوم تو محض علماء ساز فیکٹریاں بن گئے ہیں کیونکہ ان کے طریقہ تدریس کا محور قطعی طور پر یہ نقطہ نظر ہوتا ہے کہ اچھے مقرر اور مناظر پیدا کئے جائیں جو صرف اپنے مسلك ہی کے دفاع کے فرائض انجام دینے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں بلکہ دوسرے مسالک پر حملہ اور بھرپور وار کرنے کی لفاظی میں بھی مہارت کے مالک ہوں۔ مناظرہ کریں تو محض علمی مباحث ہی سے استدلال نہ ہو بلکہ جلی کٹی بھی سنانی آتی ہو بہر حال فاتح شیر بیشہ بن جائیں خواہ علم دین سے کوسوں دور ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو مجھے بتائیے کہ آج کے دینی طالب علموں کے لئے جو کل کو علمائے دین کہلائے جانے والے ہیں آپ کے کسی ایک دارالعلوم میں کوئی ایسا شعبہ بھی ہے جو نفس کی اصلاح کے لئے قائم کیا گیا ہو اور جس میں اصلاح نفس کی تعلیم و تربیت دی جاتی ہو یا نفس امارہ کی اصلاح آپ کے نزدیک خود بخود ہو جاتی ہے۔ اگر نفس کی اصلاح خود بخود ہو جایا کرتی تو پھر شیطان بے بس تھا لیکن نفس کی اصلاح خود بخود نہیں ہوا کرتی۔ اس کیلئے تو بہت کچھ کرنا پڑیگا، بہت سے پا پڑیلینے ہوں گے۔ نفس کی اصلاح کے لئے مجاہدوں کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے فراہم ہوتی ہے۔ آپ کا جواب کچھ بھی ہو لیکن اللہ تعالیٰ تو یہی فرما رہا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ذکر کیسے ہو؟ میرے عزیزو! یہ ذاکروں سے پوچھو۔ یہ میں نے ویسے ہی نہیں کہہ دیا ہے بلکہ سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیت اور سورۃ النحل کی تینا یسویں

آیت پڑھ لیجئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے فَسَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ہ
 (ترجمہ) اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔ اس آیت کے سیاق و سباق میں کسی دوسری محفل
 میں گفتگو ہوگی سر دست تو ذکر الہی کی بات ہو رہی ہے جس کے کرنے کے طریقے ظاہر ہے
 کہ اہل ذکر ہی جانتے ہیں اور یہ طریقے وہی ہیں جو انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے تعلیم فرمائے ہیں۔ اس لئے ذکر کا طریقہ اہل ذکر ہی سے پوچھو اور اہل ذکر وہ حضرات
 ہوتے ہیں کہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے جیب کی طرح ذکر کریں۔ اللہ کے جیب نے
 غار حرا میں جب ذکر کیا تھا تو اس وقت تک قرآن نازل نہیں ہوا تھا۔ اللہ کے نبی نے ذکر
 کیا تھا تو نماز نہیں پڑھی تھی کیونکہ نماز تو اس وقت تک آئی ہی نہ تھی اور نہ ہی اس کی کوئی
 شکل متعین ہوئی تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غار حرا میں جو عبادت ادا فرمائی
 تھی وہ اگر منسوخ نہیں ہوئی ہے تو پھر اسے رائج ہونا چاہیے۔ ہمارے علمائے دین
 کہلانے والے حضرات کیوں نہیں بتاتے کہ وہ کون سی عبادت تھی جو حضور اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں کی تھی۔ ایک لفظ کہ دینے سے کام نہیں چلے گا کہ اللہ کے
 جیب وہاں مصروف عبادت رہے۔ وہ عبادت کیا تھی یہ بتانا ہی ہوگا۔ نہ نماز فرض ہوئی
 تھی اور نہ نماز کی شکل مقرر ہوئی تھی۔ نہ قرآن آیا تھا کہ تم کہو کہ تلاوت فرما رہے تھے۔
 تو پھر کیا ہو رہا تھا؟ لے دیکر صرف ایک ہی بات ہے کہ اللہ کا ذکر فرما رہے تھے۔ اللہ
 کے جیب نے فرمایا کہ سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ذکر
 ہے۔ اب اگر ہم ذکر کرتے ہیں تو تم تماشہ بناتے ہو۔ ہم سے پہلے انبیاء علیہم السلام بھی
 تماشہ بنے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھ کر خوب تمسخر اڑایا گیا تھا۔
 اب اگر اللہ کے ذکر مذاق اڑایا جاتا ہے تو ایک سنت پوری ہو رہی ہے ہم ناراض
 نہیں ہیں بلکہ ہم تو راضی ہیں۔ مذاق اڑانے والو تمہارا کیا حال بننے والا ہے مجھے اس
 پز، ع اور رنج ہوتا ہے۔

یہ معاملہ یہاں آکر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ بات آگے چلتی ہے۔ اللہ نے تو اعلان کر دیا ہے اور یہ بات سن نہ ہو گئی ہے کہ یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا

باقی رہی بات اس ایمان کی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "تم سمجھتے ہو کہ ہم تمہارے ایمان قبول کر لیں گے تمہارے دعوے پر ہم تو تمہیں آزمائیں گے" تو یہ اہل ذکر و مومنوں کو نہیں کہا ہے کیونکہ وہ تو آزمائے جا چکے ہیں۔ انہوں نے تو ذکر کیا اور ایسے بتدریج چلے کہ آزمائش ہوتی چلی گئی۔ مشاہدہ بغیر مجاہدے کے نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح توکل بغیر آزمائش کے نہیں آتا ہے۔ اللہ نے جو فرمایا ہے کہ وہ متوکل ہو گئے تو بغیر آزمائش کے نہیں ہوئے۔ یہ آزمائشیں اور امتحانات ریاضیات و مجاہدات کی صورت میں ہو چکنے کے بعد اپنے رب کی طرف انہیں توکل عطا ہو گیا ہے اور وہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔

لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ان کے رب کی طرف سے ان پر انعام کی بارش ہو رہی ہے۔ ان کے درجات اور مقامات بلند ہو رہے ہیں۔ شکر گزاری نے نعمتوں اور رحمتوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ اور ان کے لئے عطا و بخشش کے دروازے اور خزانے کھول دیئے گئے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ ان کی روزی بڑی کریم اور عزت و حرمت والی روزی ہے۔ عزت و حرمت والی روزی سوائے اولیائے کرام کے کسی کی نہیں ہے۔ آپ اگر بادشاہ وقت کے یہاں کھانا کھا کر آئیں گے تو کہیں گے کہ ہم کھانا کھا کر آرہے ہیں لیکن اگر آپ اللہ کے ایک درویش کے یہاں ایک ٹکڑا بھی چکھ کر آئیں گے تو یہ نہیں کہیں گے کہ کھانا کھایا ہے بلکہ آپ کہیں گے کہ ہم نے تبرک کھایا ہے۔ آپ اس کھانے کو تبرک کہیں گے۔ تو میرے عزیزو! تبرک برکت والی روزی کو کہتے ہیں اور برکت والی روزی اللہ کے ولی کی مادی حیات کے اختتام کے باوجود جاری رہتی ہے۔ اولیائے کرام اللہ کے ذاکر دنیا سے پردہ فرما جائیں تو بھی ان کے نام پر جو رزق بٹلتا ہے وہ تبرک ہی کہلاتا ہے وہ عزت اور برکت والی روزی ہی ہے اور یہ ذکر انہی کی برکت ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

کیا مومنوں کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر کی طرف (رغبت کریں) جھک جائیں

۱۳ فروری ۱۹۸۱ء - المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر اور سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے مرشد اعلیٰ شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے عزیز آباد فیڈرل - بی ایس ایس آستانہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ پر منعقدہ محفل ذکر کے ایک اجتماع سے "ذکر الہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کی تلاوت فرمائی۔ آپ نے ان آیات کی روشنی میں ارشاد فرمایا کہ۔

ذکر الہی کرنے کا حاصل اور انعام یہ ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کے مومن بندے اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں اللہ کا خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ جب خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے تو ان پر اللہ کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں اور (یا پھر جیسا کہ مفسرین و مترجم حضرات نے سمجھا ہے کہ جب ان پر قرآن کریم کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو) ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرنے لگتے ہیں۔ سورۃ الانفال کی دوسری آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر تین نعمتیں نازل کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

إِذَا مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُكِرَ اللَّهُ -

رہی لوگ مومن ہیں کہ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور جو لوگ ذکر نہ کریں وہ بہر حال مسلمان تو
 ہیں لیکن مومن نہیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ تو یہی فرماتا ہے۔ جب اللہ کے یہ مومن
 بندے اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو (وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ) ان کے قلوب میں خوف خدا
 پیدا ہو جاتا ہے اور ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ پہلا انعام یہ ہوا کہ وہ مومنوں میں
 شمار ہو گئے۔ دوسرا انعام یہ ہوا کہ ان کے قلوب میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا خوف
 پیدا ہو گیا اور جس قلب میں خوف خدا ہو جائے وہی متقی کا قلب ہے۔ تقویٰ خوف
 خدا پیدا ہو جانے ہی کو کہتے ہیں۔ میرے عزیزو! اگر خوف خدا نہیں ہے تو قلب
 یقینی طور پر سخت ہو جائے گا لیکن جب خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے تو (فَرَأَيْتُمْ
 عَلَيْهِمُ الْآيَةَ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ) اللہ
 تبارک و تعالیٰ کی نشانیوں کے مشاہدے سے مومن کا ایمان اور زیادہ
 مضبوط ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی سب سے پہلی نشانی تو انسان کا اپنا وجود
 ہے جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی حقانیت کی نشاندہی اور اسکی وحدانیت کا ثبوت
 فراہم کرتا ہے اور اس کی معبودیت اور اپنی عبدیت کی گواہی دیتا ہے۔ کیا ہم اپنے
 وجود یا اپنے بدن کو نہیں دیکھتے کہ پیدا کرنے والے نے کیسے پیدا کیا ہے۔ ہم سب کے
 لئے پہلی نشانی یہ ہے کہ ہم کس طرح وجود میں آئے اور پھر اس کے بعد آسمان،
 زمین، سورج، چاند، شجر اور پھل وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ ان کو دیکھ
 کر اسکو پہچانا جاسکتا ہے لیکن یہ کون پہچانتا ہے۔ کیا یہ نشانیاں کافر کے سامنے نہیں
 ہیں؟ کیا کافر کا وجود نشانی کے طور پر اس کے اپنے سامنے نہیں ہے۔ کیا وہ ان درختوں
 کو نہیں دیکھتا کہ ان پر پھل کیسے آتے ہیں؟ کیا وہ سورج کو نکلتے اور غروب ہوتے
 ہوئے نہیں دیکھتا ہے؟ کیا چاند اسے نظر نہیں آتا؟ اسے یہ سب کچھ نظر آتا ہے لیکن
 اس کا ایمان مضبوط نہیں ہے کیونکہ ایمان کی مضبوطی کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ مومن

ہو اور مومن اسی وقت ہوگا کہ جب اللہ کا ذکر کرے گا۔ اگر مسلمان ہو تب بھی اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر اس کی قدرت کاملہ کا مشاہدہ کرنے کے باوجود اپنے ایمان کو قوت نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ اللہ کا ذکر کر کے مومن نہ ہو جائے۔

یہ فقیر ابھی عرض کر چکا ہے کہ انسان کا اپنا وجود اللہ تبارک و تعالیٰ کی خفایت کی سب سے پہلی نشانی ہے۔ انسان کا وجود دو حقیقتوں پر مشتمل ہے ایک لطافت اور دوسری کثافت۔ اگر آپ مادی اعتبار سے بھی کہیں کہ ہمارے وجود میں چار عناصر شامل ہیں یعنی آگ، ہوا، پانی اور مٹی تو یہ چار عناصر کس طرح سے جمع کر دیئے گئے ہوں۔ یہ عناصر کہاں سے آئے۔ اور کس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ پہلی بات سمجھ میں آنی چاہیے کہ یہ کہاں سے آئے۔ ان چار عناصر میں سے دو عناصر لطیف ہیں اور دو کثیف۔ لطیف اور کثیف کی تقسیم اس طرح سے ہے کہ پانی اور مٹی کثیف ہیں۔ ان کو آپ اپنے ہاتھ میں اٹھا لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں جبکہ آگ اور ہوا لطیف ہیں۔ ہوا کو آپ دیکھ نہیں سکتے لیکن جب یہ آپ کے جسم سے چھوئے تو محسوس ہوتی ہے۔ آپ کی لمس کی حس اس کا مشاہدہ کرتی ہے۔ آگ کا آگ کا ایک شعلہ جو لطیف ہے اسے آپ پکڑ نہیں سکتے، اسے آپ گرفت میں نہیں لاسکتے، اسے آپ قید نہیں کر سکتے۔ آگ جب بھی ظاہر ہوگی تو اس کے ظہور کا دار و مدار کسی نہ کسی مادی یا کثیف شے کے اوپر ہوگا۔ مثال کے طور پر دھوپ جب تک کسی چیز سے ٹکر لے گی نہیں آپ اسے نہیں دیکھ سکتے۔ آپ دھوپ کو صرف اس وقت دیکھ سکتے ہیں جب یہ زمین، دیوار یا خود آپ پر پڑے گی۔ سورج روشن ہے لیکن اسکی روشنی جب کسی مادی چیز پر پڑے گی تو ظاہر ہوگی۔ یہ دو کثافتیں اور دو لطافتیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے اندر پیدا کر دی ہیں آپ کے وجود کی روحانی و مادی حقیقتوں کی نمائندگی یا کم از کم نشاندہی کرتی ہیں۔ آپ اپنے وجود

کا اندازہ اس سے لگائیجئے کہ آگ بھی موجود ہے، ہوا بھی موجود ہے، پانی بھی موجود ہے یعنی یہ چاروں عناصر جو آپ کے وجود کا *Raw Material* ہیں اس دنیا میں موجود ہیں لیکن آپ کی تمام تر سائنس کی قوت اور علم کی معراج آپ کو اس قابل نہیں بنا سکی کہ آپ کا کوئی سائنس داں آگ، ہوا، پانی اور مٹی کو اس ترتیب و ترکیب سے جمع کر دے کہ ان کا وجود روح بن جائے۔ آج تک ایسا نہیں ہو سکا ہے اور نہ آئندہ ہو سکے گا۔ آپ مٹی سے بہت سی چیزیں بنالیتے ہیں آگ میں سب کچھ پکا لیتے ہیں اور اس کی توانائی سے بہت سارے کام لیتے ہیں، سورج کی توانائی سے آپ بڑے بڑے کام لے رہے ہیں، ڈیم بنا کر پانی کی طاقت سے بڑی مقدار میں بجلی پیدا کی جا رہی ہے لیکن آپ ایک انسان کا وجود قائم نہیں کر سکتے۔ انسان نے سب کچھ پیدا کر لیا ہے لیکن آدمی آدمی کو پیدا نہیں کر سکا۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانی ہے لیکن اس پر غور کون کرتا ہے۔ اس پر غور وہ کرتے ہیں جو اہل الذکر ہیں۔ جب وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس نشانی کو دیکھتے ہیں کہ ہمارا وجود چار عناصر پر مشتمل ہے اور یہ چاروں عناصر اس دنیا میں موجود ہیں لیکن ہم ان کو اکٹھا کر کے اس کو کوئی وجود نہیں بخش سکتے، کوئی زندگی نہیں دے سکتے، کوئی جان نہیں ڈال سکتے تو کہتے ہیں کہ ہمارا پیدا کرنے والا بڑا عظیم ہے کہ جس نے ان چار عناصر (*Raw Materials*) کو اس طرح جمع کر دیا ہے کہ انسان وجود میں آ گیا۔ سائنس نے آپ کو بہت کچھ دیا ہے لیکن آپ کو وجود اللہ تبارک و تعالیٰ ہی نے دیا ہے۔ کافروں کو چھوڑ دیجئے، مسلمان پوری دنیا میں نشے کروڑ یا ایک ارب کے قریب ہیں اور ہم پاکستانی مسلمان ان نشے کروڑ مسلمانوں کے لیڈر بنے ہوئے ہیں۔ نشے کروڑ مسلمانوں کے نمائندوں اور اللہ کی وحدانیت، اس کی کتاب قرآن کریم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور یوم قیامت پر ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ کے

فضل و کرم سے تم سب مسلمان ہو لیکن تمہارے ایمان میں قوت کب پیدا ہوگی۔
 مٹھی بھر یہودیوں نے نوے کروڑ مسلمانوں کو بچا رکھا ہے۔ ہم اقوام متحدہ (U.N.O) میں نوے کروڑ کی نمائندگی کر چکے ہیں لیکن وہ نمائندگی یہودیوں کو نہیں ہلا سکی۔
 ہم نے بڑے بڑے اجتماعات منعقد کئے اور قراردادیں منظور کیں لیکن انہوں نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ انہیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔ انہوں نے ابھی تک مسلمانوں کے قبلہ اول پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ وہ اب بھی رات دن اپنی بستیاں بسا رہے ہیں۔
 کیا یہ حقیقت نہیں ہے۔ آخر یہودیوں کو پرواہ کیوں نہیں ہے؟ اس لئے نہیں کہ وہ قوت والے بہادر اور ناقابل شکست ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ہمارا ایمان کمزور ہے۔ ہمارا ایمان کمزور نہ ہو تو نوے کروڑ مسلمان اگر ایک ایک مٹھی مٹی بھی ڈالیں تو پہاڑ بن جائے گا۔ اس بات کی دلیل یہ ہے اور تاریخ بھی گواہ ہے کہ ایمان والے اگر صرف تین سو تیرہ ہوں تب بھی ہزاروں کے لشکر سے ٹکرا جاتے ہیں۔ گھوڑوں کی ننکی پشت پر چند سوار اور ٹوٹے ہوئے نیزے اور بغیر میان کی تلواریں ان کا اسلحہ تھا۔ جب ہم ذکر سے خوف خدا دلوں میں پیدا کرنے والے مومن تھے تو دس ہزار نے ایک لاکھ پر فتح پائی ہے اور اب ہم نے ایک لاکھ ہوتے ہوئے ہتھیار ڈلوائے ہیں۔ ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ مشرقی پاکستان میں کیا ہوا۔ کیا یہ ہمارے لئے شرم کی بات نہیں ہے؟ کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ ہم سوچیں کہ ہمارا ایمان کیوں کمزور ہو گیا ہے۔ تاریخ چیخ چیخ کر گواہی دے رہی ہے۔ اس کی آواز سنو اور سمجھو کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کی وجہ ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے ہم ذکر الہی کرتے تھے جس سے ہمارے دلوں میں خوف خدا پیدا ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ ہمارے ایمانوں میں قوت پیدا کیا کرتا تھا اس لئے ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کی

طاقت کو سب سے عظیم مانتے تھے اور کسی طاقت کو شمار میں نہیں لاتے تھے لیکن آج ہم دو بڑی طاقتوں سے نہ صرف مرعوب ہیں بلکہ انہیں سو پر پا اور مان چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کر دے کہ صرف ہماری زبانیں ہی نہیں بلکہ ہمارے قلم اور ہمارے دل بھی کفار کو بڑی طاقتیں تسلیم کرتے ہیں۔ میرے عزیزو! سپر پا اور تو ہمارا رب ہے۔ کوئی بڑی طاقت دنیا میں ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ ہم اللہ رب العزت کے سپاہی ہیں۔ ہم اس کے ہیں کہ جو آن واحد میں سب کچھ کر سکتا ہے۔ جو "کن کہے تو" فیا کن ہو جاتا ہے۔ ہم اس کے کیسے ہوں یہ اس نے سورۃ الانفال کی دوسری آیت میں بتا دیا ہے۔ جب اللہ سے ڈر پیدا ہو گا تو دنیا کی طاقتوں کا ڈر جاتا رہے گا۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ بیک وقت ایک دل میں دو خوف نہیں آسکتے۔ جب دل میں اللہ کا خوف آ گیا تو کسی اور کا خوف کہاں سے آئے گا کیونکہ دل میں جگہ ہی نہیں ہوگی۔ غیر اللہ سے بخوفی کی بنیاد خوف خدا پر ہے۔ ہم میں ساری خرابی اسی لئے پیدا ہو گئی ہے کہ ہمارے دلوں سے اللہ تعالیٰ کا خوف نکل گیا ہے۔ خوف خدا ہی تو انسان کو گناہ سے روکتا اور نیکیوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہ عقیدہ کہ "اللہ رب العزت اپنے بندوں کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے" بڑے کاموں سے اسی وقت روکے گا جب دل میں خوف خدا ہوگا۔ میں اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ اگر کوئی دوکاندار آپ کو خزانچی (کیشیئر) کی جگہ بٹھا دے اور خود بھی موجود ہو تو کیا آپ کی ہمت ہوگی کہ آپ کیش میں سے کچھ چرہ کر اپنی جیب میں رکھ لیں۔ یقیناً آپ کی ہمت نہیں ہوگی۔ آپ سوچیں گے کہ مالک دیکھ رہا ہے۔ جب مالک کا خوف ہوگا تو آپ بددیانتی نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوا کہ اصل چیز مالک کا خوف ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ "وہی لوگ مومن ہیں کہ

جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب خوفِ خدا سے بھر جاتے ہیں۔ ہمارے قلوب خوفِ خدا سے اسی لئے خالی ہو گئے ہیں کہ ہم نے ذکر چھوڑ دیا ہے۔ آپ بتائیے ہمارے یہاں فکر کہاں ہوتی ہے۔ مساجد میں تو میٹنگیں ہوتی ہیں۔ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ مساجد مسلمانوں کی دارال مشاورت تھیں۔ یقیناً مساجد دارال مشاورت تھیں لیکن یہ اہل الذکر کی عبادت گاہیں بھی تھیں۔ پاکستان میں بے شمار مساجد ہیں لیکن وہاں نماز پڑھنے سے کیا ذکر کا مفہوم پورا ہو گیا؟

میرے عزیزو! ذکر الہی کی عبادت اختیار کر کے اللہ کا خوف اپنے دلوں میں پیدا کرو اور اسکی نشانیوں کے مشاہدہ سے اپنے ایمانوں کو قوت دو۔ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی تو بنیادی بات ہے کہ جس سے مشاہدے کی قوت تمہارے ایمانوں کو اور زیادہ مضبوط کر دے گی اور جب ایمان مضبوط ہو گئے تو تم اپنے رب کے ساتھ متوکل ہو جاؤ گے۔ جب تمہیں توکل مل گیا تو متقی ہو گئے کیونکہ جس کے دل میں خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے وہ متقی ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ منزل آجائے گی کہ تم نماز قائم کرنے کے اہل ہو جاؤ گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝

(ترجمہ) یہی وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے جو انہیں عطا ہوئی ہیں تقسیم کرتے ہیں۔ حقیقت میں ذکر الہی کرنے والے ہی نماز قائم کرتے ہیں۔ ذکر الہی کو چھوڑ کر نماز پڑھی تو جاسکتی ہے مگر قائم نہیں کی جاسکتی۔ کروڑوں مسلمان بھی اگر نمازی بن کر مساجد میں کھڑے ہو جائیں تو نماز قائم نہیں ہوگی۔ علامہ اقبال جو حکیم الامت ترجمان الاسلام اور رحمتہ اللہ علیہ ہیں فرماتے ہیں

کبھی قبلہ رخ جو کھڑا ہوا حرم سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آستانہ تجھے کیا ملے گا نماز میں

نمازیں جب ذکر کے بغیر ہوں گی تو خوف خدا کے بغیر ہوں گی۔ جب خوف خدا کے بغیر ہوں گی تو مشاہدہ کے بغیر اور ایمان کی کمزوری کے ساتھ ہوں گی۔ ایمان کی کمزوری کے ساتھ ہوں گی تو ہمیں اللہ پر بھروسہ نہیں رہے گا اور توکل نہیں آئے گا۔ جب توکل نہیں آئے گا تو چاہے ہم کتنی ہی نمازیں پڑھیں لیکن نماز قائم نہیں کر سکتے۔ چونکہ اللہ نے ترتیب اسی طرح رکھی ہے۔

میرے عزیزو! میں آج کی صحبت میں آپ کو ذکر کی طرف اس خصوصیت کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق قلب میں خوف خدا پیدا کرنے سے ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کلام الہی کے ستائیسویں پارہ میں سورۃ الحدید کی سولہویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے

الْمُرِيَانِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝

ترجمہ: کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کے ذکر کی طرف اس حق کے لئے جو اترتا اور ان جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر جب کچھ مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں بہت سے فاسق ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت میں ایسے اہل کتاب کی مثال دی ہے کہ جو اللہ کے ذکر سے دلوں کو خالی کر کے سخت دل اور فاسق ہو گئے اور حکم دیا ہے کہ مومن ایسے نہ ہو جائیں کہ جو حق اترتا ہے (یعنی کلام مجید فرقان جمید ہاس کے مطابق ذکر الہی کرنے کے بجائے اس سے کنارہ کر کے اپنے دلوں کو سخت کر لیں اور فاسق ہو جائیں۔ تو جب تک تمہارے قلب اللہ کے ذکر کی طرف نہیں جھکیں گے تم حق کو کہاں سے پہچانو گے اور تمہیں اس کی معرفت کہاں سے حاصل ہوگی اور تم ان جیسے ہو جاؤ گے کہ

جن پر اس سے پہلے کتاب نازل کی گئی اور کچھ مدت کے بعد ان کے دل سخت ہو گئے۔ اس لئے کہ وہ اللہ کے ذکر کی طرف نہیں جھکے تھے اور انہوں نے اللہ کا ذکر چھوڑ دیا تھا۔ ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔ اللہ کا ذکر چھوڑنے کا پہلا مرحلہ دلوں میں سختی پیدا کرتا ہے اور جب دل سخت ہو جائے تو اس میں خوف خدا کی جگہ بے خوفی پیدا ہوگی جو کج رو بنا کر فسق و فجور میں مبتلا کر دے گی۔ آپ اگر غور فرمائیں کہ سورۃ الحدید کی سولہویں آیت "کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل جھک جائیں (رغبت کریں) اللہ کے ذکر کی طرف" کس دور کے مومنوں کو متنبہ کر رہی ہے تو آپ کو صاف طور پر معلوم ہو جائے گا کہ یہ بات سب سے زیادہ چودہویں صدی ہجری کے آخری اور پندرہویں صدی ہجری کے شروع کے دور کے مومنوں کے لئے ہے کیونکہ اسی دور کے مومنوں کے قلب ذکر الہی کی طرف جھکنے (رغبت ذکر اور عبادت ذکر) سے عاری اور خالی ہیں۔ ان سے پہلے مومن تو نسبتاً پھر بھی زیادہ ذکر الہی کی طرف جھکاؤ رکھتے اور رغبت کرتے تھے لیکن اس دور میں ذکر الہی کو نہ صرف بھلا دیا گیا ہے بلکہ (لغو باللہ) اس کا تمسخر بھی اڑایا جاتا ہے۔ اسے ہوا اور شور غوغا کہہ کر اس کی توہین کرنے کے ساتھ ساتھ ذکر و مشاغل حضرات کو ایون خوز تک کہا جاتا ہے اور اس حقیقت کو بالکل بھلا دیا گیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ فرما کر اہل ذبیہ کی شان بیان فرمائی ہے کہ یہی لوگ مومن ہیں کہ جن کے قلوب جب وہ ذکر الہی کرتے ہیں تو اللہ کے خوف سے ڈر جاتے ہیں۔ جب قلوب خوف خدا سے ڈر جاتے ہیں تو رقیق ہوتے ہیں اور جب رقیق ہوتے ہیں تو بہنے لگتے ہیں، گریہ طاری ہوتا ہے اور اپنے رب کا ذکر کر کے روتے ہیں۔ قلب اللہ کے ذکر ہی سے رقیق ہوتا ہے اور اگر ذکر چھوڑ دیا تو سورۃ الحدید کی سولہویں آیت دیکھ لو۔ اللہ کے ذکر کو

بھلا دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ قلب سخت ہو جاتے ہیں اور جب قلب سخت ہو جاتے ہیں تو فسق فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ستائیسویں پارہ میں سورۃ الحدید کی سولہویں آیت میں تمہارے لئے عبرت موجود ہے۔ نویں پارہ میں سورۃ الانفال کی دوسری آیت میں تمہیں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ جو قلب نرم ہو جاتا ہے وہ پھر کبھی سخت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے بعد اس کی ترقی ہو جاتی ہے۔ اِذَا تَلَّيْتُمْ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ جب وہ اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ایمانوں میں زیادتی ہو جاتی ہے اور وہ اپنے رب سے متوکل ہو جاتے ہیں۔ جب انہیں توکل حاصل ہو جاتا ہے تو الَّذِينَ يُقِيمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَهُمْ اَرْزَقْنَاهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ یہی لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو نعمت ان کے رب نے انہیں دی ہے اسے تقسیم کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تصدیق کر دی اور مہر لگا دی کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۙ یہی لوگ سچے مومن ہیں انہیں کا ایمان سچا ہے انہیں کا ایمان تصدیق شدہ ہے یہی وہ ایمان رکھتے ہیں کہ جس نے اقرار باللسان کے ساتھ تصدیق بالقلب کا مرحلہ طے کر لیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ تصدیق اس طرح کی ہے۔ لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِن كَانُوا يَرْضَوْنَ اَعْلٰی مَقَامَاتٍ وَّ دَرَجَاتٍ هِيَ جَوْهَرٌ هِيَ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ ان کے لئے مغفرت و بخشش اور عزت والی روزی ہے۔ اب ان کے سامنے روزی آئیگی تو دنیا دست بستہ کینز بن کر کھڑی ہوگی۔ وہ کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے والے نہیں ہیں کیونکہ روزی ان کے سامنے سر جھکائے ہوئے آئے گی۔ ان کے دسترخوان سے تقسیم ہونے والے رزق کو برکت والا رزق یعنی تبرک کہا جائے گا اور ساری دنیا اس رزق کو تبرک ہی پکارتی ہے۔



مسلمان دنیا میں ایک ارب ہونے کے باوجود اقوام عالم میں
اپنے اسلاف کے قائم کئے ہوئے وقار سے اس لئے محروم
ہو گئے ہیں کہ ان کا رابطہ ان کے رب سے منقطع ہو گیا ہے

۲۰ فروری ۱۹۸۱ء۔ المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر اور سلسلہ عالیہ
قادریہ رزاقیہ علویہ کے مرشد اعلیٰ شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب
مدظلہ العالی نے جناب ابوالکلام صاحب کے زیر اہتمام سمن آباد فیڈرل ریلی ایریا
میں حضور غوث پاک کی گیارھویں شریف کے ایک عظیم الشان اجتماع سے "ذکر
الہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

میرے عزیزو! چھپلی صحبتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی دیکھی ہوئی توفیق سے
یہ فقیر اس کے کلام بلاغت نظام سے نویں پارہ کی سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور
چوتھی آیات کی تلاوت کر کے ان کی تفسیر بیان کرتا رہا ہے۔ یہ سلسلہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے سالانہ جشن عید میلاد النبی کی محفل سے شروع ہوا ہے اور
انشاء اللہ اپنے جد امجد حضور غوث الثقلین قطب الکونین سلطان المقبولین
ابو محمد محی الدین حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصوصی کرم
اور توجہ سے یہ فقیر لوہے ایک سال تک منعقد ہونے والی ہر محفل میں ان آیات
کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا رہے گا۔ ان آیات مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے
مومنین کی شان بیان فرمائی ہے کہ جب وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب (ذکر
الہی سے نرم ہو کر) خوفِ خداوندی سے بھر جاتے ہیں اور ان پر اللہ کی نشانیاں ظاہر

ہو کر ان کے ایمان کو اور زیادہ قوی کر دیتی ہیں اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ پر (توکل) بھروسہ کی نعمت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ حقیقت میں یہی حضرات نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ کی عطا کردہ نعمتیں اسکی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یہی حضرات سچے مومن ہیں اور انہی کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجات ہیں۔ انہی پر اسکی بخشش کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور انہی کی روزی عزت و برکت والی روزی ہے۔

یہ سب جانتے ہیں کہ خوفِ خدا ہی تقویٰ ہے جو ذکر سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر کے لفظ کو کلامِ الہی میں مختلف مقامات پر مختلف معنوں میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہیں ذکر سے مراد (جب ذکر حکیم فرمایا تو) کلامِ الہی قرآن مجید ہے اور کہیں ذکر سے مراد اللہ تبارک و تعالیٰ کی یاد اور اس کی یاد میں مبتلا ہو کر اس کو نپکانے کے معنی ہیں۔ کہیں ذکر کے معنی نصیحت کے ہیں اور کہیں ذکر کے معنی عبرت کے ہیں۔ سورۃ الانفال کی دوسری آیت میں ذکر سے مراد اگر اللہ کی یاد ہے تو اللہ کی یاد کا طریقہ کیا ہے؟ ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ ہم اللہ کی یاد میں مبتلا ہیں۔ اس لئے اس کے فیصلہ کی صورت صرف یہ ہے کہ ہم اللہ کے جیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں۔ یہ فقیر اس سے پہلے ایک محفل میں بیان کر چکا ہے کہ آپ جب اللہ کے جیب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں گے تو وہاں سے یہ جواب ملے گا کہ افضل الذکر لا الہ الا اللہ یعنی سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے۔ یہ کلمہ طیبہ کے حصہ توحید کا ذکر ہے۔ اس کے لئے واضح حکم ہے کہ آپ کو اس کا زبان سے بھی اقرار کرنا پڑے گا اور قلب سے بھی اسکی تصدیق کرنی ہوگی۔ جب آپ دونوں طرح سے اس یاد کو قائم کریں گے تب جا کر اللہ کا ذکر پورا ہوگا۔ اسی آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ کے مومن بندے جب

اس کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب خوفِ خدا سے لرز رہ جاتے ہیں یعنی ان کے قلب میں خوفِ خدا پیدا ہو جاتا ہے اور پھر **وَإِذْ لَبِثْنَا عَلَيْهِمْ أَثْنَتَا عَشْرَةَ نَجْمًا** ان پر اللہ کی نشانیاں ظاہر ہو جاتی ہیں اور ان کے ایمانوں میں زیادتی ہو جاتی ہے یعنی ایمان زیادہ مضبوط اور قوی ہو جاتے ہیں۔ یہاں اللہ کی نشانیوں سے مراد وہی ہے جو قرآن کریم متعدد جگہ نشانیوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ آیات کے معنی نشانیوں کے ہیں۔ آیات قرآنی کے عام مفہوم کے متعلق یہ فقیر مختلف اجتماعات میں بتا چکا ہے کہ قرآن کریم کا ایک جملہ ایک گول نشان سے شروع ہوتا ہے اور دوسرے گول نشان پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ گول نشانات کے درمیان جو عبارت ہے اسے آیت کہتے ہیں۔ اگر نشانیوں سے مراد ہم آیات قرآنی ہی لے لیں جیسا کہ علمائے دین کہلانے والے مولوی صاحبان نے لی ہے (لیکن فقیر یہاں آیات سے مراد اللہ کی نشانیاں ہی لیتا ہے کیونکہ اللہ کی نشانیوں ہی کو دیکھ کر ایمان قوی ہوتا ہے) تو ان آیات کو پڑھنے سے ایمان قوی ہو جایا کر یا پیدا ہو جایا کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو گاندھی جی کو بھی ایمان مل گیا ہوتا کیونکہ گاندھی جی ہمیشہ قرآن کریم کی آیات پڑھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ہر اس مسلمان کا ایمان بھی قوی (زیادہ مضبوط) ہو جایا کرتا جو قرآن کریم کی تلاوت محض پڑھنے کی حد تک کر کے مطمئن ہو جاتا ہے۔ لیکن ہمارے مشاہدہ میں یہ بات پوری طرح ثابت شدہ موجود ہے کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ قرآن کی تلاوت کرنے والے ہر مسلمان کا ایمان مضبوط اور قوی نہیں ہوتا۔ ایمان صرف ان حضرات کا قوی ہوتا ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھ کر ان سے اس کی قدرت کو پہچانتے ہیں اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو انہیں اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور ان کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کی آیات سے مراد نشانیاں صحیح ہوگی کیونکہ جب آیات الہی ان کے سامنے آتی ہیں یعنی آیات الہی کا مشاہدہ ہوتا ہے تو ان کا ایمان اور زیادہ

مضبوط ہو جاتا ہے اور جب ایمان مضبوط ہو جاتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور اہل توکل ہو جاتے ہیں۔ یہ سورۃ الانفال کی دوسری آیت کا سیدھا سیدھا مفہوم ہے۔

میرے عزیزو! مومن کے اندر جب یہ خصوصیت پیدا ہو جائے کہ ذکر الہی سے اس کا قلب خوف خدا سے لبریز ہو جائے تو اسے تقویٰ حاصل ہو جائے گا اور جب وہ متقی ہو جائے گا تو اللہ کی نشانیوں سے اسے جو نصیحت یا عبرت حاصل ہوگی وہ معرفت کا ذریعہ ہوگی۔ اس سے اس کا ایمان مضبوط ہوگا اور وہ اہل توکل ہو جائے گا۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ سورۃ الانفال کی تیسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيَمَازُقْنَهُمْ يُفْقُونَ ۝ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ نے جو نعمتیں انہیں عطا کی ہیں اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ فقیر پہلے بھی بنا چکا ہے کہ قلوب میں خوف خدا پیدا ہونا ایمان کا مضبوط ہونا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہونا یہ ساری چیزیں اسی تناور درخت کا پھل ہیں جس درخت کا بیج ذکر الہی ہے کیونکہ یہ سب ذکر الہی کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو بات نماز کے متعلق فرمائی ہے تو نماز کا قیام بھی انہی تین مرحلوں کے بعد ہے۔ نماز کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ نماز منہات ہے نماز مومن کے لئے معراج ہے نماز فواحشات و منکرات سے بچانے کا وسیلہ ہے اور نماز قرب خداوندی کا زمینہ ہے تو یہ بجا طور پر کہا جاتا ہے اور میں کبھی اس پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں لیکن یہ سب باتیں صحیح اور صحیح ہونے کے باوجود ظہور میں کیوں نہیں آتیں؟ کیا آپ ایمان داری سے کہہ سکتے ہیں کہ نماز سے وہ فوائد حاصل ہو رہے ہیں جو حاصل ہونے چاہئیں اور اگر امت کی اکثریت کو نماز کے فوائد حاصل نہیں ہو رہے تو کیوں؟ آپ کو کوئی بتائے یا نہ بتائے مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اکیسویں پارہ میں سورۃ العنکبوت کی پینتالیسویں آیت میں صفات صاف

بتا دیا ہے۔ اس آیتہ کو علماء ہر جمعہ کو خطبہ میں دہراتے ہیں اور آج بھی آپ یہ
جموہ کے خطبہ میں سنیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۗ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ

(ترجمہ) "اس میں شک نہیں کہ نماز فواحشات اور منکرات (بے حیائی اور بری باتوں)

سے بچاتی ہے اور سب سے بڑا اللہ کا ذکر ہے۔ اس مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ

فرما کر کہ "اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے" یہ بتا دیا ہے کہ محض نماز ہی کو کافی نہ سمجھ لیا جائے بلکہ

سب سے بڑا تو ذکر الہی ہے جو پہلے نفس امارہ کا تزکیہ کرتا ہے اس کے بعد نماز کی

افادیت کے جوہر کھلتے ہیں۔ اگر ذکر الہی کو لازم نہ جانا اور اس کے ورد کو بھلا دیا تو پھر

یہ نماز بھی اپنی افادیت کی خصوصیت کھودے گی اور اس کے ذریعہ آپ نہ فواحشات

سے بچ سکیں گے اور نہ منکرات سے۔ نماز جب فواحشات و منکرات سے بچاتی ہے

تب ہی ذریعہ نجات ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے نماز کے قیام کے حکم ساتھ

فرما دیا کہ محض نماز ہی کو ذریعہ نجات نہ سمجھ لینا بلکہ سب سے بڑا اللہ کا ذکر ہے۔ لہذا اگر

نماز کے ساتھ ذکر بھی لازمی طور پر کیا جائے تو وہ نماز مومن کی معراج ہے اور اس میں

شک نہیں کہ جب وہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو رب و تبارک و تعالیٰ کے سامنے ہوتا

ہے اور نماز قرب خداوندی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ لیکن آپ غور کیجئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔

آپ خدا کے بندوں کو ہر جمعہ اور روزانہ پانچ وقت کی نماز میں دیکھ لیجئے کہ نماز کی

تو بہت ہیں لیکن کیا وہ نماز کی درحقیقت متقی ہیں؟ کیا وہ نماز کی قلوب میں خوف

خداوندی رکھتے ہیں۔ میرے عزیزو! خوف خداوندی ہی ایسی چیز ہے جو آدمی کو

تمام بُرائیوں سے بچا سکتی ہے۔ جب اللہ کا ڈر پیدا ہو گیا تو آدمی اس کی نافرمانی

کر ہی نہیں سکتا۔ اگر معمولی سی لغزش ہو جائے تو گریہ طاری ہو جائیگا۔ وہ روئے گا،

معافی مانگے گا اور اپنا گناہ بخشوائے گا۔ لیکن خوف خدا اللہ کے ذکر سے پیدا

ہوتا ہے۔ تو اصل چیز ذکر الہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر کو مومن کے قلب کے لئے بنیاد اور وسیع قرار دیا ہے کیونکہ وہ قلب میں خوف خدا پیدا کر کے اس کو نرم کر دیتا ہے۔ یہ اللہ کا ذکر ہی ہے جو نفس پر کوڑے برساتا ہے اور اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ جب تم کہتے ہو اَللّٰهُ اِلَّا اللّٰهُ تو شیطان اس کوشش میں ہوتا ہے کہ وہ تمہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ذکر کا سبق بھلا دے اور اپنے ایجنٹ نفس امارہ کو طرح طرح کی بہانہ طرازیوں کی تعلیم دے کر گمراہ کرنے اور ورغلا کر ذکر الہی سے باز رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انھیں پاره میں سورۃ المجادلہ کی آیتوں میں ارشاد فرماتا ہے

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنشَاهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ط
 اَوْلٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ط اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ
 الْخٰسِرُوْنَ ۝

ترجمہ) شیطان جب ان پر غالب آجاتا ہے تو وہ انہیں اللہ کا ذکر کرنا بھلا دیتا ہے اور یہ لوگ شیطان کی جماعت بن جاتے ہیں اور شیطان کی جماعت خسارہ میں ہے۔ تو شیطان کا پہلا کام اللہ کے ذکر کو بھلا دینا ہے کیونکہ ذکر ہی خدا اور بندے کے درمیان رابطہ ہے۔ شیطان جب اس رابطہ کو منقطع کر دیتا ہے تو وہ ذکر کرنا بھول جاتے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ شیطان کی جماعت بن جاتے ہیں اور خوب اچھی طرح سن لو کہ شیطان کی جماعت خسارہ میں ہے۔ شیطان کی جماعت خسارہ میں کیوں ہے؟ پہلے تو یہ غور کیجئے کہ ہم جو مسلمان اور مومن تھے آخر شیطان کی جماعت کیسے بن گئے؟ وہ مسلمان جو اقوام عالم میں بلند مقام رکھتے تھے اور عزت و وقار کا مینارہ تھے، وہ مسلمان جس زمانے میں کم تعداد میں تھے تو کفار پر غالب تھے، وہ مسلمان جن کو اللہ نے اقوام عالم کی امامت کے لئے چن لیا تھا اور تمام عالمین پر حاکم بنایا تھا، ان مسلمانوں نے اپنے اسلاف کا ورثہ کیسے کھو دیا؟ کیا وجہ ہے کہ پورے دنیا میں مسلمان اس وقت ایک ارب پانچ کروڑ کے قریب ہیں لیکن

اپنے اسلاف کا ورثہ کھو چکے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کا اپنے رب سے رابطہ منقطع ہو گیا ہے۔ ان کا اپنے رب سے رابطہ معاہدہ الست میں کیا ہوا اقرار تھا۔ اللہ نے پوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں اور ہم نے اقرار کیا تھا کہ تو ہمارا رب ہے اللہ کے مومن بندے اس عالم میں اس عہد کو دہراتے رہتے ہیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (ترجمہ) نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ۔ اے ہمارے رب ہمیں یاد ہے کہ ہمارا کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ اللہ نے کہا کہ تم میرا ذکر کرو اور میں تمہارا ذکر کروں گا۔ تم اس انعام پر میرا شکر ادا کرو اور اس سے پھرنے جانا لیکن ہم اللہ کا ذکر سہول گئے اس لئے اللہ سے ہمارا رابطہ منقطع ہو گیا اور جب رابطہ منقطع ہو گیا تو شیطان نے ہم سے جو چاہا کر لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قلب میں سختی آگئی کیونکہ قلب میں نرمی پیدا کرنے والی چیز غائب ہو گئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر جو کہ قلب میں نرمی پیدا کرتا تھا ختم ہو گیا اس لئے اب قلوب میں خوف خدا کہاں سے پیدا ہوگا اور جب خوف خدا پیدا نہیں ہوگا تو آپ کا نفس شیطان کے ورغلانے میں آجائے گا اور آپ حزب اللہ کی جگہ حزب الشیطن بن جائیں گے۔ جب آپ حزب الشیطن بن گئے تو قرآنی فیصلہ کی رو سے آپ خسارہ میں ہیں۔ یاد رکھئے کہ صرف اللہ کی جماعت فلاح پانے والی جماعت ہے اور فلاح پانے والے کون ہیں یہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تیسویں پارہ میں سورۃ العنکب کی چودھویں اور پندرہویں آیات میں بتا دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۚ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ۝ (ترجمہ) بیشک وہ فلاح کو پہنچا جس کے نفس کا تزکیہ ہوا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اس نے نماز پڑھی۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز اسی کی ہے جو اللہ کے نام کا ذکر کرتا ہے۔ ہم اور آپ سب نماز پڑھتے ہیں لیکن قائم وہی کرتے ہیں جنہوں نے اپنے نفس کو پاک کیا اور اللہ کے نام کا ذکر کیا اور یہی لوگ فلاح کو پہنچے۔

میرے عزیزو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو فلاح کا راستہ بھی بتا دیا اور

شیطان کی جماعت بننے کے خطرے سے بھی آگاہ کر دیا کہ جب شیطان غالب آتا ہے تو پہلا کام یہ کرتا ہے کہ ذکر الہی بھلا دیتا ہے۔ ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تو نماز ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے مگر سورۃ العنکب کی چند رھویں آیتہ میں ذکر اور نماز کو الگ الگ کر دیا گیا ہے کہ نماز اسی کی ہے جس نے اللہ کا نام لیکر ذکر کیا ہے۔ یہ دو چیزیں ہیں۔ میں آپ کے سامنے اسکی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ سے کوئی یہ کہے کہ کھانے میں پانی شامل ہے تو پھر پانی پینے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ کہیں گے کہ احمق ہو گئے ہو۔ پانی کھانے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ کھانا تیار ہی اس وقت ہوتا ہے جب اس میں پانی شامل کیا جائے لیکن پانی پی کر پیاس بجھانا ایک علیحدہ بات ہے۔ اسی طرح یہ تسلیم ہے کہ نماز میں اللہ کا ذکر شامل ہے لیکن بغیر اللہ کے نام کے ذکر کے نماز مکمل نہیں ہو سکتی۔ اللہ کا ذکر نماز میں بھی کرو اور نماز کے علاوہ بھی کرو کیونکہ تزکیہ نفس اور دل میں خوف خدا پیدا کرنے کے لئے ذکر لازم ہے۔ کہیں ہم سے کہا گیا چونکہ ہم نے نماز پڑھ لی اسلئے اللہ کا ذکر کرنے کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔ کہیں کہا گیا کہ ہم نے ذکر حکیم یعنی قرآن پڑھ لیا تو اللہ کا ذکر کر لیا اور اللہ کا حکم بجالائے لیکن یہ سب شیطان کے حیلے اور بہانے ہیں۔ شیطان نے یہ سبق آپ کے نفس کو اس لئے پڑھایا ہے تاکہ آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر سے اپنے قلب کو اس طرح نرم نہ کر سکیں جس طرح اللہ کے حبیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔ جب قلب نرم نہیں ہوگا تو خوف خدا سے نہیں بھرے گا اور جب دل بے خوف ہو جائے گا تو شیطان جس طرف چاہے گا اسے لے جائیگا کیونکہ وہ اس پر غالب ہوگا۔ اس لئے توکل نہیں آئے گا۔ اور جب توکل نہیں آئیگا تو پھر نماز اس طرح ادا ہوگی کہ جسے پڑھنا تو کہیں گے مگر قائم کرنا نہیں کہہ سکتے۔

سورۃ العنکب کی چودھویں اور پندرھویں آیات میں پہلے تزکیہ کی بات کی گئی ہے

اس کے بعد ذکر کی اور پھر تیسری بات نماز کی ہے۔ اس کلام بلاغت نظام کی ترتیب پر غور کریں تو یہ بات واضح ہے کہ فلاح اسی کو ہے جس نے تزکیہ نفس کیا اور ذکر الہی وہی کرے گا کہ جس کا تزکیہ ہو چکا ہوگا اور پھر نماز اسی کی نماز ہے۔ یہ تینوں چیزیں ایک دوسرے سے اس قدر مربوط ہیں کہ لازم و ملزوم ہو گئی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ تزکیہ کے معنی پاکیزگی کے ہیں جو نماز سے قبل وضو کر کے حاصل ہو جاتی ہے یا غسل کی پاکیزگی ہے تو میں یہ کہوں گا کہ وہ مترجم یا مفسر جو یہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر اپنا رحم کرے۔ اس لئے کہ میرے عزیز! نماز اگر منافق بھی پڑھے گا تو وضو کر کے ہی پڑھے گا تو کیا وہ پاک ہو جائے گا؟ غسل اور وضو سے یہ جسم تو پاک ہو جاتا ہے مگر نفس پاک نہیں ہوتا۔ تزکیہ سے مراد یہاں نفس کا تزکیہ ہے۔ جس کے نفس کا تزکیہ ہو گیا وہ نلاج والا ہے۔ وہ ذکر الہی کرے گا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرنے والا ہی نماز قائم کر سکے گا کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہی ترتیب ارشاد فرمائی ہے چنانچہ جس کا نفس تزکیہ شدہ ہو اس کی نمازیں کبھی منہ پر نہیں ماری جائیں گے۔ اس کی نماز تو مقبول ہوگی۔ نمازیں تو ان کی منہ پر ماری جائیں گی جو نفس امارہ کی غلاظت کو برقرار رکھ کر وضو کی طہارت کو نماز کے لئے کافی و صافی سمجھتے ہیں۔

عزیزان محترم! یہ فقیر قرآن کریم ذکر حکیم کے ستائیسویں پارہ میں سورۃ الحدید کی سو لہویں آیت کے ذریعہ ایمان والوں کو دعوت فکر دیتا ہے کہ کیا یہ وقت اس حقیقت پر غور کرنے کا نہیں ہے کہ ذکر الہی جو قلب کو نرم کر کے خوف خدا پیدا کرتا ہے نماز کے پھل دار و درخت کا بیج ہونے کی حیثیت سے امت مسلمہ کے ایک بڑے حصہ سے غائب ہو چکا ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کرنے کا جو طریقہ تعلیم فرمایا تھا وہ ہم نے ترک کر دیا ہے اور اہل ذکر و فکر کی صحبتوں کو جو ذکر الہی کی تعلیم کا صحیح ذریعہ اور وسیلہ تھیں شجر ممنوعہ بنا دیا گیا ہے۔

جب ذکر ہی نہ رہا جو فلاح کا سبب اور ایمان و نماز کی بنیاد تھا تو نماز کس طرح قائم ہو سکتی ہے، بندے کا اپنے رب سے رابطہ کیسے قائم ہوگا، مومن کو معراج کیسے میسر آئے گی، ذواخشات و منکرات سے کیسے بچا جاسکے گا۔ جب قرب خدا وندی کا رابطہ ہی منقطع ہو گیا تو پھر مسلمان دنیا میں ایک رب کے قریب ہونے کے باوجود اقوام عالم میں اپنے اسلاف کے قائم کئے ہوئے وقار سے محروم ہونے سے خود کو کیسے بچا سکتے ہیں۔ ذکر الہی بھول جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم شیطان کی جماعت بن گئے اور ہمارا معاشرہ خسارہ والوں میں ہو گیا۔ اگر آپ اس خسارہ کو نفع میں بدلنا چاہتے ہیں تو پہلے آپ کو اپنے نفس کا تزکیہ کرنا ہوگا۔ کیونکہ سورۃ العلقہ کی چودھویں آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ "فلاح کو وہ پہنچا جس کے اپنے نفس کا تزکیہ ہو گیا۔ لیکن نفس کا تزکیہ اولیائے کرام کی صحبت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اگر آپ اپنے نفس کا تزکیہ خود کر سکتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے جیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "وَسِيْرِيْ هُمْ" ارشاد فرما کر آپ کو "نفس کا تزکیہ فرمانے والا کیوں ارشاد فرماتا اور پھر ہمیں نبی کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی، ہم خود ہی نفس کا تزکیہ کر لیتے لیکن چونکہ اللہ کے جیب صلی اللہ علیہ وسلم اس دور میں ہمارے درمیان تشریف نہیں لائیں گے اس وجہ سے تزکیہ نفس کے لئے ایک صاحب امر یعنی "اول الامر" کی اس شرط کے ساتھ ضرورت ہے کہ وہ ہم میں سے ہو۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اطاعت کو تین حصوں میں منقسم رکھا "اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم" اس صاحب امر کا اللہ تبارک و تعالیٰ سے رابطہ اس کے محبوب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہوگا اور اسے تزکیہ کرانے اور علم الکتاب سکھانے کی تعلیم دے کر فارغ التحصیل کیا جا چکا ہوگا یہی حضرات اولیائے کرام ہیں جنکی صحبت اور اطاعت میں تزکیہ نفس ہوتا ہے جس کا نفس تزکیہ پا جائے بیشک وہ فلاح کو پہنچا اور اس نے اپنے رب کے نام کا ذکر کیا۔ پس نماز الہی کی ہے اور وہی اپنے رب کی عطا کردہ نعمتیں اسکی رضا کے لئے تقسیم کرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفار کيخلاف جنگ میں
فتح و نصرت کیلئے اعلیٰ سے اعلیٰ ہتھیاروں کے
استعمال کے ساتھ ساتھ ذکر کثیر کرنے کا حکم دیا ہے

شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے یہ خطاب
”ذکر الہی کے قرآنی فیضان کے موضوع پر ایک عظیم الشان اجتماع سے عزیز آباد
فیڈرل۔ بی ایریا میں ۶ مارچ ۱۹۸۱ء بمطابق ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ کو حضور
غوث الثقلین قطب الکونین سلطان المقبولین ابو محمد محی الدین حضرت شیخ
سید عبدالقادر جیلانی حسنی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سالانہ جشن گیارھویں شریف
کی محفل میں فرمایا۔“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ بِرِزْقٍ كَرِيمًا

تمام تعریفیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہیں جو خالق و مالک کائنات ہے اور
صلوٰۃ و سلام اس کے حبیب خیر الانام حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور ان کی آل کے لئے ہے۔ واجب التعظیم ذات مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ
شیر خدا البتراب علیہ السلام کی ہے جو تمام ہی سلسلہ ہائے طریقت کے پیشوا اور امام
اور تمام ہی اہل اللہ کے رہبر و مرشد ہیں۔

میرے عزیزو! اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے اس فقیر و حقیر نے اس

کے کلام بلاغت نظام سے جو آیات تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے وہ نویں پارہ کی سورۃ الانفال کی روشنی نیشری اور چوتھی آیات ہیں۔ ان آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنوں کی شان بیان فرمائی ہے کہ جب وہ ذکر الہی کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے۔ خوف خدا سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے جس کے فیضان سے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ ان کے ایمان کو زیادہ قوی کر دیتا ہے اور وہ متقی کے ساتھ متوکل بھی ہو جاتے ہیں۔ (بعض مفسرین اور مترجمین نے "وَإِذْ نُنزِّلُ عَلَيْهِمُ آيَاتِنَا" کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "جب ان پر آیات پڑھی جاتی ہیں لیکن فقراء کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب ان پر اللہ کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں کیونکہ آیات کے معنی نشانیوں ہی کے ہیں) اس مقام پر پہنچ کر وہ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ نماز قائم کریں اور اللہ کی ان نعمتوں میں سے جو انہیں عطا کی گئی ہیں اس کی راہ میں خرچ کریں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان حضرات کے لئے "أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا" فرما کر تصدیق کر دی کہ حقیقت میں یہی حضرات سچے مومن ہیں اور ان کے لئے یہ انعام ہے کہ لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ مقامات و درجات ہیں۔ وہ درجات کون سے ہیں ان میں سے دو کا ذکر کیا گیا ہے "وَمَخْضُةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ" اور ان کے لئے بخشش کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور عزت و حرمت اور برکت والی روزی اور رزق عطا کیا جاتا ہے۔ اس طرح وہ تکریم والی روزی اور رزق کے مالک ہو جاتے ہیں جو تبرک کہلاتا ہے۔

ذکر کا قرآن شریف کے فیضان سے جو گہرا تعلق ہے اس کو سمجھنے کے لئے اسلام میں توحید کے بعد پہلے رسالت ہے اور اس کے بعد فرانس ہیں۔ اس سلسلہ میں پہلی چیز کلمہ طیبہ ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ توحید ہے اور دوسرا حصہ رسالت۔ توحید کا پہلا حصہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" ہے اور ذکر کا پہلا کلمہ بھی یہی ہے۔ یہ نفی اور اثبات

کا ذکر ہے یہ ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا ہے اور مسلمانوں کو بھی اس ذکر کو کثرت سے کرنے کی تاکید کی ہے۔ قرآن شریف میں بھی جہاں ذکر کا تذکرہ آیا ہے وہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کثرت سے ذکر کرو۔ اس طرح ہم جو ذکر کرتے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

اگر آپ فرائض پر غور فرمائیں تو آپ پر پہلا فرض نماز ہے اور دوسرا فرض زکوٰۃ۔ ان دونوں فرائض کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن شریف میں سورۃ الانفال کی تیسری آیت میں ارشاد فرمادیا کہ یہی لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انہیں دیا ہے ہماری خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اس طرح زکوٰۃ کی ادائیگی ہوگئی۔ ہمارے علمائے دین کہلانے والے حضرات غور فرمائیں کہ انہوں نے ذکر ترک کر دیا تو پھر ذکر کی یہ خصوصیت اور قرآنی فیضان جو کل طیبہ نماز اور زکوٰۃ سے وابستہ ہیں کیسے حاصل ہوں گے۔ آپ مزید غور فرمائیں کہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے تم پر اسی لئے فرض کئے گئے ہیں کہ تم متقی ہو جاؤ۔ تو تقویٰ روزوں کے فرض کی ادائیگی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اللہ کے ذکر سے مومنوں کے دل میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے اور اللہ کا خوف ہی تقویٰ ہے۔ ذکر الہی بھی وہی نعمت دیتا ہے جو روزوں سے حاصل ہوتی ہے اور مومن کی معراج کے قیام کا سبب بنتی ہے۔ ذکر وہ بیج ہے جس سے عبادات کا پھل وارورخت وجود میں آتا ہے اور روحانیت کا پھل لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ایسی نعمت عطا کی ہے جس کی وجہ سے سچے مومن کا خطاب ملتا ہے اور ان کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجات ہیں۔ یہ ایسے مومن ہیں جن کو منفرت کی بشارت مل گئی ہے۔

میرے عزیزو! اس میں کوئی شک نہیں کہ ذکر کرنے والے اہل اللہ ہیں جن

کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے "فَسُوا هَلِ الذِّكْرَانِ كَسْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" پس اہل الذکر سے معلوم کرو اگر تم نہیں جانتے۔ اسی لئے مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام نے فرمایا "سوفی تجھ سے سوال کرو۔ آپ اہل الذکر تھے۔ اولیائے کرام بھی اہل الذکر ہیں اور سورۃ الانفال کی چوتھی آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اہل الذکر کی روزی برکت والی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کی روزی جو وہ تقسیم کرتے ہیں تبرک کہلاتی ہے، لائق احترام اور حرمت والی روزی کہلاتی ہے۔ جب کوئی ان کو نذر پیش کرتا ہے تو غلام اور کنیز کے طور پر جیسے رعایا حاکم کو خراج ادا کرتی ہے اور وہ اس طرح قبول کرتے ہیں جیسے بادشاہ خراج لیتا ہے۔ ان کے دسترخوان سے اگر ایک سوکھا ہوا ٹکڑا بھی کسی کو مل جاتا ہے تو وہ اس کے لئے نعمت ہوتا ہے اور وہ اسے تبرک کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر کے لئے محض تلقین ہی نہیں کی بلکہ حکم بھی دیا ہے کہ میرا ذکر کثرت سے کرو جبکہ کسی دوسری عبادت کے لئے کثرت کا حکم نہیں دیا۔ اس سلسلہ میں رب تبارک و تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقریباً ایک سو بارہ جگہ مختلف انداز سے "ذکر" کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اسٹھ مقامات پر یاد دہانی 'یا وحدا' ذکر الہی اور اسم ذات (اللہ کے نام کا ذکر) کے ذکر کی تلقین اور تاکید کے معنوں میں 'تقریباً' اکتالیس مرتبہ نصیحت 'پانچ جگہ' قرآن کریم اور پانچ جگہ عبرت کے معنوں میں ہے۔ معنی کے اعتبار سے مترجم حضرات مختلف نقطہ نظر رکھتے ہیں لیکن "ذکر الہی" کو یاد خدا اور عبادت قرار دینے میں سب کو اتفاق ہے۔ حیرت و استعجاب کی بات یہ ہے کہ اس اتفاق کے باوجود ذکر الہی کی عبادت کو جو درحقیقت اسلام کی روح اور توحید کا وہ تخم ہے جس سے عبادات تناور درخت وجود میں آتا ہے اور روحانیت کا پھل لاتا ہے امت مسلمہ نے قطعی کھلا دیا ہے۔

جیسا کہ میں آپ کو ابھی بتا چکا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر کو یاد دہانی اور نصیحت کے معنی میں بھی ارشاد فرمایا ہے تو یاد دہانی بھی اسی کو کرائی جاتی ہے جس کو پہلے سے اُس بات کا علم ہو جس کی یاد دہانی کرائی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام روحوں کو یہ بات بتا دی ہے کہ میں تمہارا رب ہوں اور سب نے اقرار بھی کیا ہے کہ بیشک آپ ہمارے رب ہیں اور ہم یہ اقرار اس طرح کرتے ہیں "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" تو یہ کلمہ دہرانا ہی یاد دہانی ہے اور یہ ہی ذکر کہلایا۔ یہ وہی ذکر ہے جس کا یوم میثاق اقرار کیا گیا تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نصیحت کسے کہتے ہیں؟ نصیحت کے کیا معنی ہیں؟ نصیحت کے معنی ہیں کہ کوئی اچھی چیز یاد دلائی جائے اور بُری چیز سے بچا جائے۔ تو سب سے اچھی چیز ذکر ہے۔ اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جن پر قرآن شریف نازل ہوا ہے رجوع کریں تو آپ کا ارشاد ہے "افضل الذكر لا إله إلا الله" سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر لا إله إلا الله کا ذکر ہے اور قرآن کریم میں اس ذکر کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ تو بیچارہ میں سورۃ الاعراف کی دو سو پانچویں آیت میں تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَإِذْ كُنْتُمْ فِي نَفْسٍ تَضَرَّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ
بِالْعُدُوِّ وَالْأَصْصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ

(ترجمہ) "اپنے رب کا ذکر کرو اپنے سانس سے بغیر آواز نکالے ہوئے اور زبان سے صبح و شام اور غافل لوگوں میں شامل نہ ہو جاؤ۔" آپ یہ سوال کریں گے کہ اس آیت میں سانس کے معنی کہاں ہیں؟ صحیح ہے کہ نفس کے معنی جان کے ہیں مثلاً اس کا شکر ادا کیا تو اپنے نفس کے لئے کیا اپنی ذات کے لئے کیا۔ لیکن نفس کے دوسرے معنی سانس کے ہیں۔ اللہ

تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے خِفْتَهُ وَدُونَ الْجَهْرِ اور آواز کے بغیر یعنی جب تم سانس کے ساتھ ذکر کرو تو بغیر آواز کے کرو اور اس طریقہ سے کرو جس طرح اہل اللہ نے تعلیم فرمایا ہے۔

میرے عزیزو! یہ ذکر الہی کی نعمت ہی ہے جسے اللہ رب العزت نے قرآن کریم ذکر حکیم میں مختلف انداز سے بیان فرمایا ہے اور سورۃ الفاتحہ (الحمد شریف) میں تو اس نعمت کے وارثوں کی اس طرح عظمت بیان فرمائی ہے کہ اسے نماز کا حصہ اور دعاؤں کا مدعا بنا دیا ہے۔ ارشاد باری ہے

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝

(ترجمہ) ہمیں سیدھے راستہ پر چلا ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے نعمت نازل فرمائی۔ یہ اہل اللہ ہی ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دے کر سچے مومن ہونے کا اعزاز حاصل کر لیتے ہیں۔ اس طرح مکمل وضاحت ہو کر یہ حقیقت سامنے آگئی ہے کہ اگر اللہ رب العزت کے ارشاد کے مطابق مومن بنا ہے تو ذکر الہی کرنا لازم ہے تاکہ قلب میں خوف خدا پیدا ہو جائے۔ جب تک خوف خدا (یعنی تقویٰ) پیدا نہیں ہو جاتا ہماری نمازیں پڑھی تو جاتی رہیں گی مگر قائم نہیں کی جاسکیں گی۔ ہماری زکوٰۃیں جبراً اور بے دلی کے ساتھ ادا تو کی جاتی رہیں گی لیکن ہم اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمتیں اس کی راہ میں اسکی خوشنودی کے لئے خوش دلی اور صمیم قلب کے ساتھ خرچ کرنے کے اہل نہیں ہو سکیں گے۔ جب تک ہم اللہ رب العزت کے ارشاد کے مطابق "ذکر الہی" کی نعمت کے ذریعہ اپنے قلب میں خوف خدا (تقویٰ) پیدا نہیں کر لیتے سچے مومن نہیں ہو سکتے اور سچے مومن نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان مسلمان ہوتے ہوئے بھی منافقت کی سرحدوں کو چھونے لگتا ہے۔ جب دلوں میں خوف خدا ہی پیدا نہیں ہوا تو تقویٰ کہاں سے آئے گا اور جب تقویٰ نہیں آیا تو روزے بیکار گئے کیونکہ روزہ کا مفہم

ہی یہ ہے کہ تم متقی ہو جاؤ۔ اس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سب اکارت گئے۔
اب آپ سوال کریں گے کہ "ذکر الہی کے قرآنی فیضان میں تمام اصول دین اور
فرائض آگئے ہیں مثلاً کلمہ طیبہ، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ کی ادائیگی اور روزہ کا ذکر آگیا
اور تقویٰ بھی حاصل ہو گیا تو جہاد کے بارے میں کیا ارشاد ہے اور جہاد کا ذکر
سے کیا تعلق ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر اور جہاد کا تعلق
دسویں پارہ میں سورۃ الانفال ہی کی پینتالیسویں آیت میں ارشاد فرما دیا ہے۔
ارشاد باری ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ؟**

ترجمہ "اے (مومن) لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تمہارا سامنا اس جماعت (فوج)
سے ہو جائے جو تم سے جنگ کرنے آئی ہے یعنی تمہارا سامنا کافر کی فوج سے ہو جائے
تو (جہاد کا ادب یہ ہے کہ) جم جاؤ مقابلہ پر اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فتح و
فلاح پاؤ۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ تم صرف ہتھیار سیکل کرو بلکہ ادب جہاد یہ
فرمائے کہ تم ثابت قدم ہو جاؤ اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر ان کے مقابلہ میں ڈٹ
جاؤ اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ یہاں فلاح و کامیابی اور فتح کے لئے یہ راستہ
بتایا کہ اپنے رب کا ذکر کثرت سے کرو۔ قرآن کریم نے تم کو فتح کا راستہ بتایا۔ تم قرآن
کا بتایا ہو راستہ تو بھول گئے لیکن انگریز کا بتایا ہو راستہ یاد رہا۔ میں اس موقع
پر علمائے دین کہلانے والے حضرات سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کلمۃ الحق کیوں
نہیں کہتے۔ آپ کیوں چپ سادھے ہوئے ہیں آپ کے منہ کیوں بند ہیں، آپ
کیوں نہ صرف پاکستان بلکہ تمام اسلامی سلطنتوں کے حکمرانوں کو مشورہ نہیں
دیتے، آپ کیوں ماہرین ضرب و حرب کے جو فوجی جنرل ہیں اور فوجی قیادت کا
کافرض انجام دیتے ہیں نہیں بتاتے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فتح و نصرت کے
لئے شرط لگا دی ہے اور "ذکر کثیر" کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں مسلمان ممالک کے ماہرین

فن ضرب و حرب سے بھی پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے اپنی فوجوں کو جن پر ملک کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے یہ بتایا ہے کہ اللہ کا ذکر بھی ضروری ہے۔ کیا آپ نے ان کو اللہ کے ذکر کی تعلیم دی ہے؟ میرا سوال خواص سے ہے جہاں تک عوام کا تعلق ہے وہ تو وہی کرتے ہیں جس کی ان کو تربیت دی جاتی ہے اور اس ہی کہ ذمہ داری ان پر عائد بھی ہوتی ہے۔ اگر ایک سپاہی کو صرف بندوق چلانے کی ٹریننگ دی گئی ہے تو اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے کیونکہ وہ تو وہی جانتا ہے جس چیز کی اس کو ٹریننگ دی گئی ہے۔ ماہرین ضرب و حرب اگر اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق جو اس نے مومن فوج سے فرمایا ہے عمل کریں اور اپنی فوجوں کو ضرب و حرب کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر کی تعلیم بھی دیں تو فلاح و کامیابی اور فتح و کامرانی کی امید کر سکتے ہیں۔ فوج کامیاب اسی وقت ہوگی جب اللہ کا ذکر کرے گی۔ اگر تم فلاح والے بننا چاہتے ہو تو تم کو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرنا ہوگا اور اس کے اصول فوجوں کو سکھانا ہوں گے۔ لیکن جس طرح توپ چلانے کی تربیت ایک ماہر توپچی دیتا ہے اسی طرح ذکر کرنے کی تربیت صاحب ذکر ہی دیں گے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ہماری فوجیں یلغار کرتی ہیں اور دشمن کا سامنا ہوتا ہے تو ہم کہتے ہیں "نعرہ تکبیر۔ اللہ اکبر"، "نعرہ حیدری یا علی"۔ کیا یہ ذکر نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ "اللہ اکبر" کتنا بھی ذکر ہے لیکن اگر آپ کلمہ طیبہ میں صرف اللہ اکبر کہیں تو کیا کلمہ پورا ہو جائے گا کیونکہ کلمہ طیبہ دو حصوں پر مشتمل ہے، ایک کلمہ توحید لا الہ الا اللہ اور دوسرا حصہ رسالت محمد رسول اللہ۔ آپ صرف "اللہ اکبر" کہیں اور لا الہ الا اللہ نہ کہیں اور دعویٰ کریں کہ ہم نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا کیونکہ "اللہ اکبر" بھی کلمہ ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ اللہ اکبر کا "نعرہ لگا کر آپ نے کلمہ تو بیشک پڑھ لیا لیکن وہ کلمہ نہیں

پڑھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو تعلیم فرمایا ہے حضور کا ارشاد ہے کہ افضل الذکر لا الہ الا اللہ۔ اگر آپ سب ملکر لا الہ الا اللہ کی ضربات لگائیں تو بخدا دشمن کے دل دہل جائیں گے اور اللہ کا وعدہ سچا اور پورا ہوگا کہ ہم رعب و دبدبہ کے ساتھ تمہاری نصرت کریں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلحہ پر پابندی نہیں لگائی ہے کہ آپ ہتھیار استعمال نہ کریں بلکہ آپ بہتر سے بہتر ہتھیار مثلاً توپ، ٹینک، ہوائی جہاز اور ایٹم بم وغیرہ استعمال کریں مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ روح کا ایٹم بھی استعمال کرو۔ تم نے مادہ کا ایٹم توڑا تو تباہی لے آئے لیکن روح کی سانس سیکھو اور اس سے استفادہ حاصل کرو۔ اگر تم نے "نفس کا ایٹم" توڑ دیا تو کائنات کی تسخیر ہو جائے گی۔ مادہ کا ایٹم توڑنے والو! ایٹم بم بنانے والو! تم نے اللہ کی مخلوق کو سوائے تباہی کے کیا دیا ہے۔ نفس کا ایٹم توڑنے والے جب روحانی طاقت حاصل کر لیتے ہیں تو وہ مخلوق کو "حیات ابدی" سے نوازتے ہیں۔ وہ جب ذکر الہی کرتے ہیں تو اللہ کی مخلوق کو مغفرت دیتے ہیں، عزت کی روزی دیتے ہیں، اللہ کی رضا دیتے ہیں، اسلام کے ہمیشہ قائم رہنے والے انعام کی بقا دیتے ہیں یعنی حیات ابدی کا مالک بنا دیتے ہیں۔ یہ موت نہیں زندگی دیتے ہیں۔ یہ زندگی کی حقیقت سمجھا دیتے ہیں۔ لیکن آپ نے روح کی طاقت حاصل کرنے کی طرف کوئی توجہ دی ہے؟ کوئی ریسرچ کا ہے؟

فقیر نے کچھلے سال "علم من الكتاب" کے موضوع پر بحث کرتے ہو یہ بات پوری طرح واضح کر دی تھی کہ علم دو طرح کے ہیں۔ ایک "علم دین" ہے اور دوسرا "علم دنیا" ہے۔ دنیا کا علم مادی ہے جبکہ روح کا علم روحی ہے۔ آپ جب دین کی بات کرتے ہیں اور فوج کو دیندار بناتے ہیں تو ان کو روح کا علم بھی سکھائیے لیکن دین کا علم کتاب کے ذریعہ نہیں حاصل ہو سکتا چونکہ روح کتاب میں نہیں آتی۔ روح تو امر رب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا "قل الروح من امر ربی۔"

آپ فرمادیں گے کہ روح میرے رب کا امر ہے۔ لیکن اللہ کے امر کو جاننے والے کون ہیں؟ وہ اولی الامر ہیں جن کی اطاعت اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فرما کر فرض کر دی گئی ہے اور وہ اولی الامر اولیائے کرام و پیران عظام اور مرشدین برحق ہیں جو اللہ رب العزت کے ذکر سے نفسوں کا تزکیہ کراتے ہیں اور اسکی تعلیم عطا فرماتے ہیں لیکن افسوس کہ ہم نے وہ بیج (ذکر) جس سے اسلام یعنی روحانیت اور فرائض اسلام یعنی عبادات کی کاشت ہوتی ہے اور جس سے عبادات پھل لاتی ہیں اور ایمان قوی ہوتا ہے ترک کر دیا ہے۔ بہر حال اللہ تبارک و تعالیٰ نے دسویں پارہ میں سورۃ الانفال کی پینتالیسویں آیت میں ذکر کا جہاد سے تعلق واضح فرما دیا ہے اور یہ بتا دیا کہ اگر تم نے اللہ پر بھروسہ کر کے بڑی سے بڑی فوجوں کا مقابلہ کیا اور دنیا کے ترقی یافتہ دور میں اعلیٰ سے اعلیٰ ہتھیاروں کے استعمال کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بتائے ہوئے ہتھیار بھی استعمال کئے یعنی ذکر بھی کیا تو تم فلاح پانے والوں میں اور یقیناً کامیاب ہو گے۔

جو حضرات اہل علم اور علمائے دین کہلاتے ہیں ان سے یہ فقیر بڑی عجز و انکساری کے ساتھ پوچھتا ہے کہ آخر ذکر الہی کو بھول جانے کی وجہ کیا ہے؟ کہیں شیطان نے تو ہمیں ذکر نہیں بھلا دیا ہے کیونکہ رحمن کا کام تو ذکر یاد دلانا ہے۔ وہ تو یاد دہانی کر رہا ہے وہ تو کہہ رہا ہے کہ تم میرا ذکر کرو۔ پارہ سیقول کی سورۃ البقرہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے "فَاذْكُرُونِي اَزْكُرْكُمْ" پس میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اٹھائیسویں پارہ میں سورۃ المجادلہ کی انیسویں آیت میں بھی تنبیہ کی ہے کہ ذکر کو بھلانہ دینا۔ اگر غافل ہو گئے تو خسارہ والوں میں ہو جاؤ گے۔ ارشاد باری ہے اِسْتَوْذِعْهُمُ الشَّيْطَانَ فَاَنْسَهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ اُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُونَ

رتربہٴ جب شیطان غالب آجاتا ہے تو اللہ کا ذکر بھلا دیتا ہے۔ جب شیطان اللہ کا ذکر بھلا دے تو وہ شیطان کی جماعت بن جاتے ہیں اور شیطان کی جماعت خسارہ والوں کی جماعت ہے۔ وہ مومن جو اللہ کی جماعت تھے جب اللہ کا ذکر بھول جائیں تو شیطان کی جماعت بن جاتے ہیں اور خوب سن لو کہ شیطان کی جماعت گھانا پانے والی ہے۔ اس لئے اگر تم فلاح چاہتے ہو تو اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ جب ہم ذکر الہی کرتے ہیں تو ہمارا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ جو حزب الشیطان ہیں وہ تو مذاق ہی اڑائیں گے لیکن ہم قدم بہ قدم آگے جا رہے ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے ہمیں بتایا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر اس کی تمام عبادات کی بنیاد ہے۔ اگر ہم اللہ کا ذکر بھول گئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ہم پر غالب آ گیا ہے۔ ہمارے اعمال بھی اسی ارشاد باری کی تصدیق کر رہے ہیں۔ ہمارا عمل یہ ہے کہ ہم اللہ کا ذکر بھول گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو ہم سے سرزد نہیں ہو رہا ہے۔ یہ سوچنے کا مقام ہے کہ ہماری ہر طرح کی عبادات بے اثر کیوں ہو گئی ہیں۔ نماز جو مومن کی معراج تھی اور اس کو فواحشات و منکرات سے بچاتی تھی کیا اثر دکھا رہی ہے مدپ اپنی مساجد ہی کو دیکھ لیں شاید ہی کوئی ایسی خوش نصیب مسجد ہوگی جہاں فتنہ و فساد نہ ہو۔ کہیں امام صحیح نہیں کہیں مقتدی پر تنقید ہے اور کہیں یہ جھگڑا ہے کہ یہ انتظامیہ غلط ہے اور وہ انتظامیہ صحیح ہے۔ مساجد کو جھگڑے و فساد کی جڑ بنا دیا گیا ہے۔ ہماری حالت یہ ہے کہ نمازیں تو پڑھتے ہیں لیکن سو دیکھی لیتے ہیں اور ایسے ایسے کام کرتے ہیں کہ استغفر اللہ۔ روزے ہمیں تقویٰ کہاں دے رہے ہیں۔ ہم روزہ رکھ کر جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ ساری عبادات اپنی خصوصیات کھو چکی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادات کے پھل دار درخت کا بیج ہی نہیں لگا ہے۔ عبادات جس درخت سے پھل لاتی ہیں اس کا بیج تو ذکر تھا۔ عبادات جو پھل لائیں گی وہی مفید ہوں گے

لیکن پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر سے حاصل ہوتے ہیں۔ جس کھیتی کو پانی نہ ملے وہ سوکھ ہی جاتی ہے۔ ذکر عبادات کی کھیتی کی کھاد اور پانی ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ ذکر وہ زمین ہے جس پر عبادات کی کاشت ہوتی ہے۔ یہ ذکر ہی ہے جو انسان کے قلب کو پاک کرتا ہے۔ ہمارے دیہات کے لوگ جب کپڑا یا برتن پاک کرتے ہیں تو کہتے ہیں "بنی کے کلمہ سے ہو جا پاک"۔ بنی کے کلمہ سے مٹی و تانے کے برتن اور نجس کپڑے پاک ہو رہے ہیں تو اللہ کے ذکر سے آپ کا ضمیر اور نفس کیسے پاک نہیں ہوگا جب آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ربوبیت کو یاد کریں گے اور اللہ کی توحید کا اقرار کریں گے اس اقرار کی یاد دہانی یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی ضربات (چوٹیں) اپنے قلب پر لگا کر اسے بیدار کریں گے تب ہی نفس کی آلائشیں ختم ہوں گی اور اسے مطمئن بنانے کا ذریعہ پیدا ہوگا۔ ہم جب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ورد اور ذکر کرتے ہیں تو آخر میں کہتے ہیں محمد رسول اللہ اور اس طرح ہمارا کلمہ طیبہ مکمل ہو جاتا ہے۔ بنی کے کلمہ سے ہمارا نفس پاک ہو جاتا ہے اور "نفس امارہ" پاک ہو کر "نفس لوامہ" میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نفس لوامہ کی خصوصیات ۲۹ پارہ میں سورۃ الْقِيَامَةِ کی دوسری آیت میں ارشاد فرمائی ہیں کہ وہ عجز و انکساری کرتا ہے اور گناہوں پر شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ اس طرح توبہ کی طرف راغب ہوتا ہے اور اس حکم کی تعمیل کے قابل ہو جاتا ہے کہ اپنے نفسوں کے ساتھ ذکر کرو عجز و انکساری کے ساتھ۔ اس طرح نفس "لوامہ" سے نکل کر "مطمئنہ" کے مقام پر آ جاتا ہے اور جب مطمئنہ سے ترقی کرے تو بندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رضو عنہ ہو جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نفس مطمئنہ والوں سے فرماتا ہے کہ میری جنت میں داخل ہو جاؤ میں تم سے راضی ہوں اور تم مجھ سے راضی ہو۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر اسلام یعنی "انقلاب مصطفیٰ" کی بنیاد ہے۔

ہماری سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ میں اذکار کے جو طریقے رائج ہیں وہ ہی ہیں جو اہل اللہ نے سکھائے ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کلمہ طیبہ کے حصہ توحید کا ذکر ہے جس کو صوفیاء کی اصطلاح میں نفی اور اثبات کا ذکر کہا جاتا ہے۔ نفی "غیر اللہ کی اور اثبات اللہ تعالیٰ کا۔ اس ذکر کے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دایں طرف چار پسلیوں سے اوپر مقام روح سے شروع کرو تا کہ تمہاری روح غیر اللہ سے پاک ہو جائے اور پھر گردن گھما کر اِلَّا اللہ کی ضرب قلب پر لگاؤ جب اِلَّا اللہ کی ضرب قلب پر لگے گی تو قلب کا تصفیہ ہو جائے گا۔ جب روح کے ترضیہ کے ساتھ قلب کا تصفیہ ہو گا تو اللہ رب العزت کا نور اس میں جلوہ فگن ہو جائے گا اور پھر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ذکر کرتے کرتے آخر میں مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ کہو گے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمہ سے اللہ رب العزت تمہارے نفس کو پاک کر دے گا۔ جب نفس پاک ہو گیا تو روح سے غیر اللہ کا اخراج اور قلب میں اللہ کا قیام ہو گیا۔ اسی کو نفی و اثبات کہتے ہیں۔ دوسرا ذکر اسم ذات کا ذکر ہے۔ رب تبارک و تعالیٰ کا اسم ذات "اللہ" ہے۔ یہ جہری ذکر ہے اس لئے اس ذکر کو آواز کے ساتھ کیا جاتا ہے کیونکہ اللہ کے اسم ذات کے ذکر کی آواز جہاں جہاں جائے گی وہاں رحمت کے فرشتے نازل ہوں گے اور اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ اس پورے علاقے کو اپنی رحمت کے سایہ میں لے لیا۔

تیسرا ذکر جو ہماری سلسلہ میں جاری ہے وہ ذکر انفاس ہے۔ ذکر انفاس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا خاص مشغلہ ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ میں یہ ذکر داتا حضور قطب الاقطاب غوث الوقت صدر الصدور حضرت سید شاہ علی صاحب جیلانی القادری نقشبندی برقعہ پوش رحمۃ اللہ علیہ کی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے نسبت قوی کے ذریعہ پہنچا اور آپ نے اسے اپنے جدی سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ کے مشغلہ خاص یعنی "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کے ذکر کے بعد قائم فرمایا۔ ذکر انفاس کا طریقہ

یہ ہے کہ منہ بند کر لیا جاتا ہے، زبان تالو سے لگالی جاتی ہے اور ہونٹ و دانت ملا لئے جاتے ہیں۔ اس طرح آواز نکلنے کا راستہ بند ہو گیا اور صرف ناک سانس لینے کا ذریعہ رہ گئی۔ اب نیچے سانس نکالو تو اللہ کہو اور اوپر سانس کھینچو تو اللہ کہو۔ ذکر انفاس مراقبہ کے ساتھ کیا جاتا ہے اور مراقبہ اہل الذکر اپنی اپنی منزل اور مقام کے مطابق کرتے ہیں۔ مبتدی کا مراقبہ بغیر آواز نکالے ہوئے حضوری شیخ ہے اور بلند مرتبہ صوفیائے کرام مراقبہ حضوری رسالت اور اس کے بعد مراقبہ حضوری حق تعالیٰ فرمایا کرتے ہیں۔ اس عظیم الشان عبادت کی شانِ افضلیت اور مقام کوئی کیا بیان کر سکتا ہے۔

میرے عزیز! ذکر انفاس سے بڑی عبادت اور کیا ہوگی کیونکہ ہمارا سانس تو ہر حال میں جاری رہتا ہے۔ کھانا کھا رہے ہیں، غسل کر رہے ہیں، سو رہے ہیں، بیوی اور بچوں سے ہم کلام ہیں، مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں، الغرض جہاں کہیں اور جس حال میں بھی ہوں یہ سانس ہمہ وقت جاری رہتا ہے کیونکہ اللہ کا ذکر سانس میں پیوست ہو گیا ہے۔ ذکر انفاس کرنے والوں نے اللہ کے ذکر کو اپنے سانسوں میں سمولیا ہے۔ اس سوتے جلگتے کی عبادت کا مقابلہ کون سی عبادت کر سکتی ہے۔ جب ذکر انفاس سانس سے ترقی کر کے قلب میں آجاتا ہے تو قلب کو جاری کر دیتا ہے اور آواز کے بغیر جب قلب جاری ہوتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس قلب جس اللہ تبارک و تعالیٰ آگیا ہے اور اس طرح اللہ کا قیام دل میں ہو گیا۔ قلب گوشت کا ایک لوتھرہ ہے اور یہ جہاں خون پھینکتے اور حاصل کرنے کی ایک مشین ہے وہاں لطیفہ ربانی بھی ہے۔ اہل اللہ جانتے ہیں کہ اس لطیفے کو بیدار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قلب جب اللہ کو پکارا اٹھا تو پھر وہ جو خون ہمارے جسم کو فراہم کرے گا وہ اللہ کے ذکر کے ساتھ ہمارے جسم میں گردش کرے گا اور جسم کے ایک ایک روئیں

کو سیراب کرے گا۔ اور جب دل ہمارے جسم کے روئیں روئیں میں اس طرح خون پھینکنے کہ وہ اللہ کے ذکر کے ساتھ ہو تو اللہ کا ذکر روئیں روئیں میں جاری ہو جائیگا۔ انسانی اندازے کے مطابق ہمارے جسم میں تین کروڑ پچاس لاکھ مسامات (باریک باریک سوراخ) ہیں جو اللہ کا ذکر کرنے لگیں تو یہ عجیب و غریب ساز ہوگا جو بج رہا ہوگا اور بے آواز ہوگا۔ آخر ذکر الہی کے علاوہ وہ کون سی عبادت ہے جس میں اللہ تبارک تعالیٰ کو ہمہ وقت یاد کیا جاتا ہے؟ الغرض اللہ رب العزت کا ذکر وہ نعمت ہے جو ایمان والوں ہی کے لئے مخصوص کی گئی ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا الْإِبْلَاقُ

اللہ کی اطاعت میں آنے کیلئے اولی الامر یعنی شیخ طریقت مرشد کامل کی اطاعت لازم ہے

۲۳ مارچ ۱۹۸۱ء۔ مرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر اور سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے مرشد اعلیٰ شیخ المشائخ حضرت علامہ حبیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے جناب محمد فیاض خان صاحب کے مکان واقع جٹ لائنز میں گیارھویں شریف کے ایک عظیم الشان اجتماع سے "ذکر الہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

میرے عزیزو! میں گذشتہ مختلف محافل اور سالانہ جشن گیارھویں شریف کے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات واضح کر چکا ہوں کہ "ذکر الہی" نہ

صرف تمام ہی عبادات بلکہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے تناور اور پھل دار درخت کا بیج اور کلہ طیبہ سے لیکر جہاد فی سبیل اللہ جہاد بالنفس اور جہاد باسیف) تک تمام فرائض کی روح ہے۔ اس سلسلہ میں اولیائے کرام کی تعلیمات سے ذکر الہی کے فیضان اور نفس امارہ کی تفصیلات کا علم ہو سکتا ہے یعنی نفس امارہ کی بنیاد کیا ہے، نفس امارہ کو کس عمل سے اذیت ہوتی ہے اور اطاعت و عبادت خداوندی نفس امارہ کو کتنی تکلیف پہنچاتی ہے آپ یاد رکھیے کہ جہاد بالنفس کرنے والے ہی اہل مجاہدہ ہیں اور یہی اہل مشاہدہ بھی ہوتے ہیں۔ پیشہ وراہ بندوق چلانا اور بات ہے یہ کام تو کافر بھی کرتے ہیں لیکن وہ اہل مجاہدہ نہیں ہوتے کیونکہ وہ خواہشات نفس کی خاطر جنگ کرتے ہیں۔ کافروں سے جنگ کرنا جہاد ہے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب بندہ ورغلا کر اطاعت خداوندی سے روکنے والے اندرونی دشمن "نفس امارہ" کے خلاف جنگ لڑ کر اس پر فتح حاصل کرے کیونکہ نفس امارہ کا کام برائی کی طرف لے جانا ہے جبکہ اللہ کا خوف برائی سے بچانا ہے۔ یہ مجاہدہ ذکر الہی کے ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ ذکر الہی مومن کے قلب میں خوف خدا پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نفس امارہ کو جو شیطان کی اصل طاقت اور گمراہی کا خمیر ہے آدم کی سرشت میں چھپا کر رکھا ہے۔ اللہ کی طرف لے جانے والی چیز ذکر الہی ہے جو نورانیت کا سرچشمہ ہے۔ نفس ایمان کو کمزور کرتا ہے جبکہ ذکر ایمان کو مضبوط کرتا ہے اور برائی سے ڈرانے والی طاقت ہے۔ اگر مجاہدہ بالنفس ہو چکا ہو اور پھر جہاد باسیف کیا جائے تو ایسے مجاہدین اسلام کے ہاتھوں شکست کفار کا مقدر بن جاتی ہے خواہ جنگ کرنے والے کفار کی تعداد اور ان کے وسائل و ہتھیار کتنے ہی عظیم اور ناقابل شکست کیوں نہ ہوں۔ اللہ کے ان مومن بندوں کو نہ صرف فتح و کامرانی حاصل ہوتی ہے بلکہ وہ رضائے

الہی کے مستحق بھی ہو جاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں دسویں پارہ میں سورۃ الانفال کی پینتالیسویں آیت میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُرُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

(ترجمہ) اے ایمان والو جب تمہارا مقابلہ کسی فوج سے ہو جائے تو تم اس کے مقابلہ میں جم جاؤ (یعنی مستحکم اور مضبوط ہو جاؤ) اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ فلاح (یعنی فتح و نصرت) پاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" اور اللہ کے اسم ذات "اللہ" کا ذکر کثرت سے کرو۔ اس ذکر الہی کی طاقت ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی طاقت سے زیادہ ہوگی۔ اس طرح تمہارا رعب فضاؤں میدانوں اور سمندروں میں چھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا رعب دشمن کے دل میں بٹھا دے گا اور تمہارے دلوں سے دشمن کا خوف نکال دے گا۔ ذکر الہی کے ساتھ جہاد کرو تاکہ تم میں خوف خدا پیدا ہو۔ اس طرح اللہ کے لئے جینا اور اللہ کے لئے مرنا تمہارا مقصد و منشا ہو جائے گا اور تم فلاح کو پہنچ جاؤ گے۔

اسلام کے تمام بنیادی اصولوں اور عبادات کا تفصیل سے جائزہ لے کر یہ بات پہلے بھی ثابت کی جا چکی ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک سے بھی "ذکر الہی" کو خارج کر دیا جائے تو یہ تناور پھل دار درخت اکھڑ جائے گا اور معنوی و حقیقی طور پر سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں حج کی عبادت جو ہر صاحب استطاعت پر زندگی میں کم از کم ایک بار فرض کی گئی ہے زیر بحث آنے سے رہ گئی تھی۔ حج کے سلسلہ میں ذکر الہی کی فرضیت اور حیثیت کسی لمبے چوڑے استدلال کے بغیر ہر مسلمان کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ عید الفصحی یعنی ماہ ذی الحجہ میں ایام تشریق کے دوران ہر فرض نماز کے بعد ذکر الہی "اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد" جسے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل الذکر فرمایا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے

رابطہ کا ذریعہ ہے کی گونج گنبد فلک تک پہنچتی ہے۔ میں اس سلسلہ میں قرآن کریم ذکر حکیم کی دو آیات پیش کرنا چاہتا ہوں جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوران حج ذکر کرنے کا حکم نازل فرمایا ہے۔ یہ دو سترے پارہ میں سورۃ البقرہ کی ایک سو اٹھانوہ اور دو سو سب آیات ہیں۔ ۱۹۸ ویں آیت میں اللہ تبارک کا ارشاد ہے۔

فَاِذَا اَفْضَيْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْجَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا
هَدٰ لَكُمْ ۗ وَاِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِمْ لَمِنَ الضّٰلِّينَ ۝

(ترجمہ) "جب عرفات سے لوٹو تو اللہ کا ذکر کرو مسجد الحرام کے پاس اس طرح جیسا کہ تمہیں ہدایت کی گئی ہے اور اس سے قبل تم کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے۔ میں آپ سے پوچھنا ہوں کہ اگر مسجد الحرام کے پاس اللہ کا ذکر نہ کیا جائے تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے حکم کے مطابق آپ نے فریضہ حج ادا کر لیا؟ ہرگز نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ لازم کر دیا ہے کہ جیسا تمہیں ذکر کرنے کی ہدایت کر دی گئی ہے اسی طرح ذکر کرو۔ اس لئے جب تک اس مقام پر احکامات خداوندی کے مطابق ذکر نہ کیا جائے اللہ کے حکم کے مطابق حج کی ادائیگی نہیں ہو سکے گی۔ اسی سورۃ کی ۲۰۰ ویں آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا بَدَا لَكُمْ اَوَّاهًا وَاَشَدَّ ذِكْرًا ۗ

(ترجمہ) "اور پھر جب تم حج کے مناسک پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسا کہ تم (زمانہ جاہلیت میں) اپنے آباء کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ۔" آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں دوران حج عرفات سے واپسی پر مشہد الحرام میں ذکر کرنے کا حکم دے کر ذکر کونج کا جزو لاینفک قرار دیتے ہوئے ۲۰۰ ویں آیت میں مناسک حج پورے کر چکنے کے بعد بھی ذکر الہی کرنے کو ضروری قرار دیا ہے اور ذکر کی اہمیت کو اس طرح واضح فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے اس رواج کو جو کفار مکہ میں حج کے بعد اپنے باپ دادا کا ذکر کرنے کی اہمیت کے بائے

میں راج تھا شمال بنا کر اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ ذکر الہی کرنا ضروری قرار دیا۔ چنانچہ دورانِ حج ذکر الہی کی گونج اسکی فرضیت کا واضح اعلان اس طرح کرتی ہے کہ بہرے کان بھی اس آواز بلند سے آشنا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ البتہ وہ شخص جو کہ سدا کا سن بہرہ ہے اس آواز کو نہیں سن سکے گا اور جب سننے گا ہی نہیں تو وہ اس گروہ میں شامل ہے جس کے لئے اللہ رب العزت نے پہلے پارہ میں سورۃ البقرہ کی ساتویں آیت میں ارشاد فرمایا ہے

خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ ذَعْلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ
وَأَنَّهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

(ترجمہ) اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ (اندھیرا) ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ یہی وہ گروہ ہے کہ جس پر ذکر الہی نہ نصیحت کے طور پر اثر انداز ہو سکتا ہے اور نہ عبرت کے طور پر نہ قرآن حکیم بن کر ہدایت دے سکتا ہے اور نہ یاد دہانی کے طور پر میثاق الست پر دھیان دینے کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

میرے عزیزو! ذکر الہی سے صرف وہی حضرات مستفیض ہو سکتے ہیں جو ہدایت کے طالب ہوں۔ میں ان حضرات سے کہتا ہوں جن کو قرآن فہمی کا دعویٰ ہے کہ وہ قرآن کریم ذکر حکیم کی اس آیت کی تلاوت کریں جس میں حج کے عرصہ آیام تشریق میں ہر فرض نماز کے فوراً بعد ہر دعا اور ہر نداء سے پہلے با آواز بلند اقل و آخر دو مرتبہ اللہ اکبر اور درمیان میں افضل الذکر لا الہ الا اللہ کہنا واجب قرار دیا گیا ہے اور یہ صدائے ذکر بہر اس مسلمان کی زبان سے با آواز بلند جاری کرائی گئی ہے جو نماز پڑھتا ہو تو کیا یہ بات اب بھی سمجھ میں آنا مشکل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسوۃ الحسنہ سے صرف وہی حضرات بہرہ ور و مستفیض ہو سکتے ہیں

ہوتے رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ہوتے رہیں گے جو اللہ تبارک و تعالیٰ پر ایمان لائے، آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے اس قرآنی حکم کی تعمیل کرنے کو واجب جانتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ یہی حضرات ہدایت کے طالب ہونے کی وجہ سے ہدایت یافتہ ہوتے ہیں اور انہی حضرات پر سلامتی کی دعا کرنے کا حکم ہے۔ ہمارے علمائے دین کہلانے والے حضرات اپنی شکل و صورت کی طرف توجہ کئے بغیر سیرت النبی کے جلسوں میں دوسروں کو سیرت النبی اختیار کرنے اور اسوۃ الحسنہ پر عمل کرنے کی تلقین اور واعظ و نصیحت کرنے میں رات دن مصروف ہیں اور ذکر الہی کے قرآنی فیضان کی طرف توجہ کئے بغیر اپنی علمی قابلیت کا لوہا منوانے کے لئے ہر ذریعہ ابلاغ پر قابض ہو کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ قوم اب سیرت النبی اختیار کر کے اسوۃ الحسنہ پر عمل پیرا ہو جائیگی۔ اس زبانی جمع خراج کا فطری طور پر جو نتیجہ ہوتا چاہیے تھا وہ ہو رہا ہے۔

اب میں آپ کی توجہ اصل موضوع کی طرف منطوف کرانا چاہتا ہوں جو نویں پارہ میں سورۃ الانفال کی دوٹھری، تیسری اور چوتھی آیات کے مفہوم سے متعلق ہے جن کی میں نے محفل کے آغاز میں تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ ان آیات میں اللہ رب العزت نے مومن کی شان بیان فرمائی ہے جس کی مزید توضیح و تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک عام مومن بندے سے لے کر بلند ترین مقامات مقبولیت الہی پر فائز المرام ہونے والے اللہ کے محبوب بندوں تک درجہ بہ درجہ سب ہی کا اصل مقام واضح کر دیا گیا ہے۔ پہلے پارہ میں سورۃ البقرہ کی الحمد حروف مقطوعہ میں کا صرف راز راز دار ہی جانتے ہیں) کے بعد چار آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (۲) الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ

بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (۳) وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (۴)
أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۵)

(ترجمہ) ہدایت ہے ڈروالوں کے لئے جو غیب پر محض نشانیوں کے مشاہدے کی صداقت سے ایمان لائے اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ نعمتیں انہیں عطا ہوتی ہیں ان میں سے اللہ کی راہ میں مستحقین پر خرچ کرتے ہیں اور ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا (قرآن کریم ذکر حکیم) اور اس پر جو آپ سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی فلاح کو پہنچیں گے۔ سورۃ البقرہ کی ان چار آیات کا جائزہ لیجئے تو سورۃ الانفال کی تین آیات کے روشن آئینہ میں ان کا عکس نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ذکر حکیم سے ہدایت صرف خوفِ خدا رکھنے والے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قلوب میں خوفِ خدا رکھنے والے ہی فیضانِ کتابِ الہی سے مستفیض بلکہ قرآنِ فہمی کے لائق مستحق اور اہل ہوتے ہیں۔ سورۃ الانفال کی دوسری آیت میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ مومنین وہ ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب خوفِ الہی سے بھر جاتے ہیں یہی وہ حضرات ہیں کہ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ اللہ رب العزت کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور مضبوط اور مستحکم ہو جاتے ہیں اور انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ پر بھروسہ (توکل) کی نعمت سے مالا مال کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس قابل ہو سکیں کہ نماز نہ صرف پڑھا کریں بلکہ اسے قائم رکھنے کی صلاحیت و استطاعت بھی ان میں پیدا ہو جائے۔ چنانچہ سورۃ الانفال کی تیسری آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق یہی حضرات ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ نعمتیں انہیں عطا ہوتی ہیں اس میں سے مستحقین پر ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے

اس ارشاد نے واضح کر دیا ہے کہ ایمان کے دعویدار خواہ کیسے ہی بلند بانگ دعوے کریں اور اپنے ایمان کی ڈینگیں ماریں لیکن حقیقت میں وہی لوگ سچے مومن ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اپنے قلوب میں اپنی روح میں اور اپنی زبانوں پر جاری و ساری کر کے ایمان کی وہ تخم ریزی کی ہے جس سے عبادات و ریاضات کا پھیلی ہوئی جڑوں والا تناور پھل دار درخت وجود میں آ گیا ہے۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس بلند مقامات و درجات ہیں اور ان ہی کے لئے مغفرت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور ان کے لئے یہ انعام بھی ہے کہ ان کو عزت والی روزی عطا کی گئی ہے جو نہ صرف ان کے لئے مبارک ہے بلکہ یہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے اس کی راہ میں خوش عقیدہ اور سچے ایمان والے لوگوں (صحیح مستحقین) میں نگر تقسیم کریں گے تو ان کے لئے بھی تبرک (برکت والی روزی) بن جائے گا۔ ان حضرات کے لئے سورۃ البقرہ کی پانچویں آیت میں کھلم کھلا ارشاد فرما دیا ہے کہ یہی حضرات اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی حضرات فلاح کو پہنچیں گے۔ قرآن کریم انہی حضرات کے لئے ہدایت فراہم کرتا ہے جو حقیقی فلاح ہے۔

میرے عزیزو! اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام بلاغت نظام میں وضاحت و صراحت کے ساتھ ذکر کے پہچاننے والوں کو صحیح معرفت عطا فرمادی گئی ہے اور اولیائے کرام و پیران عظام ان کی اتباع کرنے اور ان سے محبت رکھنے والے مسلمانوں کا سچا مقام بھی بتا دیا گیا ہے۔ جس کا دل چاہے ایمان لے آئے اور قرآن کریم سے ہدایت حاصل کرے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ بلند مرتبہ کتاب جس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے اسی کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے جو ڈرنے یعنی خوف خدا رکھنے والا ہو۔ اب کلام الہی کی ان آیات کے سیاق و سباق اور ترتیب ارشاد کو ملحوظ رکھ کر غور فرمائیں تو آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ۔

۱۱ اللہ رب العزت کے نزدیک مومنین کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں
۱۲ اور جب وہ ذکر الہی کرتے ہیں تو خوف خدا والے یعنی متقی ہو جاتے ہیں۔

۱۳ جب یہ ذکر متقی ہو جاتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بلند مرتبہ کتاب قرآن کریم
ذکر حکیم ان کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنتی اور ہدایت فراہم کرتی ہے۔

۱۴ یہی حضرات ذکر کے غیب پر ایمان لاتے ہیں اور انہیں اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ
ہوتا ہے جو متقی ہو جانے کے بعد لانا ہے تو ان کے ایمان اور بھی زیادہ مستحکم اور
مضبوط ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ توکل (اللہ پر بھروسہ) کی نعمت سے سرفراز
فرمائیے جاتے ہیں۔

۱۵ اب یہی حضرات اس نعمت کے حامل ہو گئے مگر صرف نماز پڑھنے ہی پر اکتفا نہیں
کریں گے بلکہ نماز قائم رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو بھی اس
کی راہ میں خرچ کریں گے۔

۱۶ یہی ذکر کرنے والے حضرات سچے مومن ہیں جو اس کتاب (قرآن کریم) پر بھی
ایمان رکھتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی اور ان کتابوں پر بھی
یقین رکھتے ہیں جو حضور سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں تھیں اور
آخرت پر بھی (حساب و کتاب اور میثاق الست) پر عمل کرنے کی یاد دہانی کی
(وجہ سے) ایمان و یقین رکھتے ہیں۔

۱۷ انہی ذکر حضرات کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجات ہیں
۱۸ اور انہی ذکر حضرات پر مغفرت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اس
طرح یہ دوسروں کے لئے دعا اور توبہ کا دروازہ بن گئے ہیں۔

۱۹ انہی ذکر حضرات کے لئے عزت و حرمت کی روزی پانا مخصوص ہے جو تقسیم
ہو کر دوسروں کے لئے بھی باعث برکت یعنی تبرک بن جاتی ہے۔

نہا یہی ذکر حضرات فلاح پانے والے اور بلند مدارج پر پہنچنے والے ہیں۔
 اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کی ان تمام خصوصیات کی تائید میں اکیسویں پارہ
 میں سورۃ الاحزاب کی اکیسویں آیت میں واضح طور پر ارشاد فرمادیا ہے کہ
 لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ
 الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا

(ترجمہ) بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین نمونہ (عمل) کی پیروی
 تم میں سے اس کے لئے بہتر و مفید ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور اللہ کا ذکر
 کثرت سے کرتا ہو۔ چنانچہ جو حضرات اللہ رب العزت کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے اسوۃ الحسنہ بہترین نمونہ عمل سے استفادہ کرتے ہیں وہ خود بافیض ہو
 جاتے ہیں اور پھر ان کے بعد آنے والے زمانہ میں مسلمان ان کے اسوۃ الحسنہ جو درحقیقت
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۃ الحسنہ ہی کا عکس جمیل ہوتا ہے کی اتباع
 کر کے اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اطاعت کر کے اللہ رب العزت
 کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ خود خداوند کریم کی اطاعت کرتے ہیں۔ اسی لئے
 اللہ کی اطاعت میں آنے کے لئے اولی الامر یعنی شیخ طریقت مرشد کامل کی اطاعت
 لازم ہے جو مرید کو اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتی ہے اور اس
 میں کوئی شک نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ رب العزت کی
 اطاعت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اولیائے کرام و پیران عظام ہر دور میں حضور اکرم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۃ الحسنہ کا بہترین نمونہ عملی طور پر بنتے رہیں گے اور
 اس نمونہ کی پیروی کے بغیر کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۃ الحسنہ کے فیضان
 سے بہرور نہیں ہو سکتا۔ اب جس کا دل چاہے ایمان لے آئے، قرآن کریم سے ہدایت
 حاصل کر لے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۃ الحسنہ کے فیضان سے مستفیض

ہونے کی فکر کر کے اولیائے کرام کا نمونہ عمل جو اسوۃ الحسنہ رسالت پناہی کا عکس جمیل ہوتا ہے اپنا کر فلاح دارین حاصل کر لے۔ جو گمراہ ہونا چاہے وہ بیشک اس طریقہ سے ہٹ کر ہی ہو سکتا ہے اور پھر شیطان جو عرف عام میں "معلم الملکوت" کہلاتا ہے خود بخود اُستاد بن کر اس کی رہبری کے لئے نفس امارہ کو مقرر کر دے گا۔

اللہ کا نور قلب میں اسی وقت آئے گا جب
 قلب صاف ہوگا اور قلب صاف اللہ کے ذکر
 ہی سے ہوتا ہے

۱۲ اپریل ۱۹۸۱ء - المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر اور سلسلہ
 عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے مرشد اعلیٰ شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری
 صاحب مدظلہ العالی نے ندیم سینٹر نزد کریم آباد میں جناب محمد حسین نوری صاحب
 کے زیر اہتمام منعقدہ گیارہویں شریف کے عظیم الشان اجتماع سے "ذکر الہی کے
 قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری
 اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ -

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی ان تین آیات میں مومنین کی
 شان بیان فرمائی ہے کہ جب وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب اللہ کے
 خوف سے بھر جاتے ہیں لیکن اگر کوئی ذکر ہی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا خوف کس

طرح پیدا ہوگا۔ اللہ کا خوف ہی انسان کو برائیوں سے روکتا ہے۔ خوف کی ایک حالت یہ ہے کہ اللہ ہمیں جہنم میں ڈال دے گا۔ خوف کی دوسری صورت اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی ہے کہ مالک کہیں ناراض نہ ہو جائے۔ اس کی مرضی کے خلاف کوئی عمل سرزد نہ ہو جائے، اور یہ خوف ہی ان کو برائیوں سے بچاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے کلام بلاغت نظام میں سورۃ العنکبوت کی ۴۵ ویں آیت میں فرماتا ہے کہ نماز فواحشات و منکرات سے بچاتی ہے۔ یہ غور کرنے کا مقام ہے کہ نماز ہمیں نہ فواحشات سے بچا رہی ہے اور نہ منکرات سے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں اللہ کا خوف نہیں ہے کیونکہ جو خوف پیدا کرنے والی چیز ہے وہ ہم نے اختیار ہی نہیں کی جبکہ اللہ نے مومن کی یہ شان بیان فرمائی ہے کہ جب وہ ذکر تکلمے تو اس کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ جب خوف پیدا ہوگا تو ظاہر ہے کہ وہ برائیوں سے بچے گا اور نیکیوں کی طرف راغب ہوگا اور اس مقام پر آجائے گا کہ وہ متقی ہو جائے۔ بغیر خوف خدا کے تقویٰ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے بندوں یعنی ذکر کرنے والوں ہی کو متقی فرمایا ہے اور ان کو نفس امارہ کے خلاف استعمال کے لئے ذکر الہی کا ہتھیار عطا فرمایا کیونکہ نفس امارہ کا مقابلہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے قلوب میں اللہ کا خوف ہو۔ پہلا امتناگی مرحلہ یہ ہے کہ گناہ ہوگا تو اللہ تبارک و تعالیٰ ناراض ہو جائیگا۔ جب یہ مرحلہ درپیش ہو تو لازماً یہ فکر ہوتی ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے لہذا اللہ کے مومن بندے ایسا کوئی عمل نہیں کرتے جس میں اللہ کی رضائے نہ ہو۔ وہ ان کاموں سے گریز کرتے ہیں جن کے لئے ممانعت کی گئی ہے اور ہر وقت اس کے حکم کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں۔ اس سے زیادہ بڑا متقی کون ہوگا جو ہر وقت اپنے مالک حقیقی کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز اختیار

کرتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کا مشاہدہ ایسا کرتے ہیں کہ جب وہ اللہ کی نشانیوں کو دیکھتا ہے تو اس کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ جب ایمان مضبوط ہو گیا اور یقین پختہ ہو گیا تو وہ متوکل ہو گئے۔ توکل اللہ پر غیر متزلزل بھروسہ کا نام ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ محمد حسین نوری نے آپ کو گیارھویں شریف کاتبرک کھلنے کی دعوت دی ہے۔ آپ بھروسہ کر کے گھر سے کھانا کھا کر نہیں آئے کہ یہاں آپ کو گیارھویں شریف کاتبرک کھانے کو ملے گا۔ آپ اللہ کے ایک بندے کے کھنے پر اتنا بھروسہ کرتے ہیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ پر جو قسم کھا کر فرماتا ہے کہ میں تمہیں روزی دوں گا آپ کو غیر متزلزل بھروسہ کیوں نہیں ہوتا حالانکہ آپ کا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو پتھروں کے اندر جو کیتڑے ہیں ان کو بھی روزی دیتا ہے جبکہ وہ کون سی روزی کما کر لاتے ہیں۔

میرے عزیزو! سورۃ الانفال کی دوسری آیت ہی میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا مومنوں کے لئے ارشاد ہے کہ جب ان پر اللہ کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو ان کے ایمانوں میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ انسان اگر اپنی حالت پر غور کرے کہ اللہ نے اسے کس طرح وجود بخشا ہے تو اس کی اپنی ذات اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک نشانی ہے۔ اے آدم کے بیٹے! تجھے ایک قطرہ نجس سے رحم مادر میں اس طرح پرورش کیا گیا کہ جس میں تیری کوشش اور سعی کو شتمہ برابر کبھی دخل نہیں ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ رحم مادر میں جب تجھے ایک جاندار کیڑے کی شکل میں خوراک کی ضرورت تھی تو ماں کے گندے خون سے جو ہر ماہ قدرتی نظام کے تحت ضائع ہوتا رہتا تھا تیری اس ضرورت کو پورا کیا گیا اور تجھے اس وقت تک یہ خوراک فراہم ہوتی رہی جب تک کہ تو شکل آدم میں متشکل نہ ہو گیا۔ کیا اللہ رب العزت کی یہ حکمت تیرے لئے نشانی نہیں ہے کہ جب تیرا وجود شکل انسانی میں ڈھل گیا تو تیرے منہ اور زبان کو خوراک کے لئے مقرر کرنے کی جگہ تیری

ناف میں ایک نلکی لگا دی جو تجھے خونِ مادر سے خوراک فراہم کرتی رہی۔ یہ اس لئے تھا کہ اللہ نے تیرے منہ اور زبان کو جسے اس نے اپنے پاکیزہ ذکر کے لئے منتخب کیا ہوا تھا گندگی اور نجاست میں ملوث نہیں ہونے دیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ تیری وہ پہلی خوراک اور غذا جو تجھے منہ کے ذریعہ اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے حاصل کرنی تھی تیرے دنیا میں آنے سے تین چار ماہ قبل ہی تیری ماں کی چھاتیوں میں اُتار دی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے کہ تجھے اس نے بعد میں پیدا کیا لیکن تیری خوراک پہلے اُتار دی۔ جب تو شکمِ مادر سے دنیا کی اس کھلی فضا میں وارد ہو گیا تو تیری ناف میں لگی ہوئی وہ نلکی جو تجھے اب تک خوراک فراہم کر رہی ہے سب سے پہلے عمل کے طور پر منقطع کر دی گئی کیونکہ اب تجھے وہ پاکیزہ غذا جو تیری ماں کی چھاتیوں میں تھی تیرے منہ کے ذریعہ فراہم کی جانی تھی کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ تم نے کیا کمایا، کیا محنت کی، کیا روزگار کیا۔ آخر یہ روزی کہاں سے آئی؟ اے آدم کے بیٹے! تو غور کیوں نہیں کرتا کہ رزقِ رسانی کے اس نظام میں تیری شہم برابر بھی کوشش اور محنت کو کوئی دخل نہیں ہے۔ قسم کھا کر کہنے والے نے جگہ جگہ اپنے وعدہ کو پورا کیا ہے۔ پھر تم اس خالق پر توکل اور بھروسہ کیوں نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم اللہ کا ذکر نہیں کرتے جو اللہ کا خوف پیدا کرتا ہے اور خوفِ خدایہ مشاہدہ کے ذریعہ غیر متزلزل یقین کا ذریعہ ہوتا ہے۔

ذکر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ فقیروں کا کام ہے اور یہ تو ایون ہے حالانکہ قرآن کریم میں ذکر کے بارے میں صاف فرما دیا گیا ہے کہ مومن اللہ کے وہ بندے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلبِ خوفِ خدا میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جو قلبِ خوفِ خدا میں مبتلا ہو جائیں ان کے ایمان زیادہ نختہ ہو جاتے ہیں اور اللہ کی نشانیوں انہیں نظر آتی ہیں۔ جب ہم ذکر نہیں کرتے تو خوفِ خدا پیدا نہیں ہوتا اس لئے ہم اللہ کی

نشانیوں سے سبق حاصل نہیں کر سکتے اور ہمارا ایمان مضبوط نہیں ہوتا اس لئے اللہ پر توکل نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اگر اللہ پر توکل کرو گے اور دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوگا تب ہی بُرائیوں سے بچ سکو گے اور اس کے بعد اس لائق ہو جاؤ گے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سورۃ الانفال کی تیسری آیت میں ارشاد کے مطابق نماز قائم کر سکو۔

میرے عزیزو! اہل اللہ ہی ذکر کرنے والے ہیں۔ اللہ کے ان بندوں کو ساری دنیا میں تلاش کر لو مولوی تو ہر فرقہ میں ملیں گے لیکن اولیائے کرام کسی فرقہ میں نہیں ملتے۔ ان کا تعلق کسی فرقہ کی جگہ آقائے مکی و مدنی سے ہے۔ یہ تو مکی و مدنی کے غلام ہیں۔ یہ حضرات جب اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب خوفِ خدا میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ان پر ظاہر ہوتی ہے۔ انہیں یہ خوف نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم میں ڈال دے گا بلکہ یہ فکر ہوتی ہے کہ مالک کہیں ناراض نہ ہو جائے۔ یہ خوف انہیں متقی بنا دیتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو نماز پڑھتے ہی نہیں بلکہ نماز قائم کرتے ہیں۔ انہی کی نماز ان کو نواحشات و منکرات سے بچاتی ہے کیوں کہ انہوں نے ذکرِ الہی کے ساتھ جو سب سے بڑا ہے نماز قائم کی ہے۔ ان کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس میں سے یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں رزق دیا ہے تو یہ رزق تقسیم کرتے ہیں، اگر علم دیا ہے تو یہ علم تقسیم کرتے ہیں۔ انہیں جو بھی نعمت عطا ہوتی ہے یہ اس میں سے اللہ کی ذات کی خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہیں لیکن اللہ کے بندوں سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے، کوئی بدلہ نہیں لیتے۔ وہ تو اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ نے راضی ہو جائے چاہے سب کچھ تقسیم کرنا پڑے۔ یہاں زیر تذکرہ ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ تقسیم ہند سے قبل میں بمبئی میں اخبار ”سلطان لکھتا تھا۔ اخبار والوں کو اخبار کا کام ختم کرنے میں رات کے تین بج ہی

جاتے ہیں۔ اس طرح میں رات کو تقریباً چار بجے سوتا تھا۔ اکثر دیر سے آنکھ کھلتی تھی۔ اگر وقت ہوتا تو مسجد میں نماز پڑھنے چلا جاتا ورنہ گھر پر ہی نماز پڑھ لیتا کہ مبادا سبیر تک گیا تو نماز قضا نہ ہو جائے۔ ایک مرتبہ امام مسجد مولوی صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ نماز جماعت سے پڑھا کریں۔ میں نے جواب دیا کہ میری کوشش تو یہی ہوتی ہے لیکن اخبار کے سلسلہ میں کیونکہ دیر سے سوتا ہوں اس لئے اگر جماعت میں شامل ہونے کا وقت ہوتا ہے تو مسجد آجاتا ہوں ورنہ گھر پر ہی نماز پڑھ لیتا ہوں۔ پھر میں نے ہنس کر مولوی صاحب سے عرض کیا کہ قبلہ ایک ذاتی سا سوال ہے آپ کو نماز پڑھانے کا کیا ملتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پانچ سو روپے ملتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب ڈھائی سو روپے مجھے بھی ملنے چاہئیں اس لئے کہ نماز کے لئے وضو آپ بھی کرتے ہیں اور میں بھی کرتا ہوں۔ نماز میں جو کچھ آپ پڑھتے ہیں میں سنتا ہوں۔ آپ آگے کھڑے ہوتے ہیں اور میں آپ کے پیچھے کھڑا ہوتا ہوں تو مجھے بھی کم از کم آدھا حصہ ضرور ملنا چاہیے۔ امام اور مقتدی ایک ہی نماز پڑھتے ہیں۔ امام کو تنخواہ ملے تو مقتدی کو کیوں نہ ملے۔ الغرض وہی حضرات نماز قائم کرتے اور اللہ کی دی ہوئی روزی تقسیم کرتے ہیں جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر کی نعمت عطا فرمائی ہے۔ ان کو یہ تمنا نہیں ہوتی کہ ان کی تعریف کی جائے گی۔ نہ ستائش کی تمنا ہے نہ صلہ کی پرواہ۔ وہ تو جو کچھ چاہتے ہیں اپنے رب ہی سے چاہتے ہیں اور وہ یہی ہوتا ہے کہ تو راضی ہو جا۔ اس کے سوا ان کی کوئی تمنا نہیں ہوتی۔

سورۃ الانفال کی دوسری اور تیسری آیت میں سب کچھ بتانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی کہ اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ دنیا میں کوئی شخص بھی اپنے آپ کو مومن کہتا ہے لیکن اللہ نے سزا صرف انہیں دی ہے کہ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ جو حضرات ذکر الہی کرتے ہیں ان کے دل خوف خدا سے بھر جاتے ہیں۔

جب دل خوفِ خدا سے بھر جائیں تو اللہ کی نشانیوں سے ان کے ایمان زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ پر توکل کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ جب نماز قائم کر دیں تو اللہ کی راہ میں ہر وہ نعمت تقسیم کرتے ہیں جو انہیں اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ انہیں کے لئے ان کے رب کے پاس بلند مقامات اور اعلیٰ درجات ہیں اور انہیں کے لئے مغفرت اور عطا و بخشش کے دروازے آخرت میں بھی کھول دیئے گئے ہیں اور اس دنیا میں بھی۔ اللہ نے انہیں مغفرت اور بخشش کی بشارت دے دی ہے اور انہیں کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے پاس عزت والی روزی اور توکل ہے۔ ان دونوں باتوں پر فقیر آپ کی تھوڑی سی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ عزت والی روزی کیسے کہتے ہیں۔ اگر آپ تاجر ہیں تو کہیں گے تجارت۔ ڈاکٹر کہے گا کہ میری روزی عزت والی ہے۔ میں انسانیت کی خدمت کرتا ہوں تب فیس لیتا ہوں، لوگ مجھے سلام بھی کرتے ہیں، حکیم صاحب کہیں گے کہ میں حق و حلال کے پیسے لیتا ہوں۔ لبِ دم آدمی آتا تو میں اس کی خدمت کرتا ہوں۔ مزدور کہتا ہے کہ میں سارا دن پسینہ بہاتا ہوں اس لئے میری روزی حلال ہے۔ یہاں حلال روزی کا ذکر نہیں بلکہ عزت کی روزی کا معاملہ ہے۔ جو شخص محنت کر کے کماتا ہے اس کی روزی حلال تو ہو ہی جائے گی لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے وَرِزْقٌ كَرِيمٌ یعنی عزت والا رزق۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ یہاں گیا رہو میں شریف کی محفل میں جو کھانا کھائیں گے اسے آپ تبرک کہیں گے یا ذر۔ تبرک کے معنی کیا ہیں؟ تبرک کے معنی ہیں برکت والا کھانا۔ یہ کھانا اللہ رب العزت کے نام پر پکایا گیا ہے اور اسی کی نذر کیا گیا ہے اور اس کا ثواب حضور غوثِ پاکؑ کے نام کر دیا گیا ہے۔ یہ کھانا حضور غوثِ پاکؑ نے نہیں پکایا۔ یہ کھانا محمد حسین نوری نے پکایا ہے۔ اس کھانے پر اللہ رب العزت کا نام لے کر قرآن کریم پڑھا گیا ہے اور حضور غوثِ پاکؑ کی نیازی گئی ہے اس لئے یہ کھانا تبرک

ہے۔ اگر صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق آپ کو کھانا کھلائیں تو کیا آپ اس کھانے کو تبرک کہیں گے؟ برکزی نہیں۔ آپ کہیں گے کہ ہمیں جنرل صاحب نے دعوت دی تھی۔ ہم نے ان کے ساتھ ناشتہ یا بیچ یا ڈنر کھایا ہے۔ آپ اس کھانے کو اردو یا انگریزی میں کوئی بھی نام دیں لیکن اس کو تبرک نہیں کہہ سکتے۔ اس کے برخلاف اگر کوئی فقیر آپ کو سیکھی روٹی کا ایک ٹکڑا بھی دے دے تو ساری مخلوق کی زبان پر یہی ہوگا کہ بابا جی نے تبرک دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو عزت کی روزی کہا ہے وہ وہی ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام پر ملتی ہو۔ ابھی اس مقام پر آپ لوگوں نے مجھے حضور غوث پاکؑ کی جینڈر پیش کی ہے وہ اس طرح پیش کی ہے اس موقع پر حضور علامہ موصوف نے ہاتھ پر ہتھوڑا رکھ کر آداب نذر کا اشارہ فرمایا۔ یہ فقراء ہی ہیں جو اسی طرح لیتے ہیں اور اسی طرح دیتے ہیں۔ یہی عزت کی روزی ہے۔ ان کے پاس میں کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ قوم کو لوٹ کر کھا گئے۔ حضور غوث پاکؑ کا بچہ یہاں بیٹھ کر باواز بلند رہا ہے کہ ہم پہلے کھلاتے ہیں اور خود بعد میں کھاتے ہیں۔ اللہ کے نام پر حضور غوث پاکؑ کی نذر کی یہ دیگ جو آج بچی ہے یہ میرے دادا کا کھانا ہے۔ میں پہلے آپ کو کھداؤں گا۔ آپ اگر فقیر اور درویش ہیں تو پہلے کھلائیں گے اور بعد میں کھائیں گے۔ بہر حال عزت کی روزی وہ نذر ہے جو پیش کرنے والا ہاتھ جوڑ کر اور یہ سمجھ کر پیش کرے کہ اگر یہ قبول ہو جائے تو ہمارے لئے باعث برکت اور دونوں جہاں کی عافیت ہے۔ ڈاکٹر یا حکیم کی روزی تو یہ ہے کہ انہوں نے دوسروں پر پیسے رکھی ہے جو طوعاً و کرہاً ادا کرنی ہی ہے اور اس کے علاوہ پچاس روپے روزانہ دوا کے بھی ہیں۔ تو میرے عزیزو! مجھے یہ بتائیے کہ عزت والی روزی یعنی عزت والا رزق درویش اور فقیر کا ہے یا کسی بڑے سے بڑے وزیر اعظم یا صدر کا؟

اللہ تبارک و تعالیٰ کے کرم سے یہ فقیر اس سے پہلے کئی مجالس میں یہ بتا چکا

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ذکر کو باسٹھ مقامات پر یاد دہانی نصحت یا اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام کی رٹ قرار دیا ہے۔ پانچ جگہ قرآن شریف کے معنوں میں اور چھبیس مقامات پر نصحت کے طور پر ارشاد فرمایا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجموعی طور ایک سو بارہ مقامات پر ذکر کی بات کی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بندے ہر جمعہ کے خطبے یا نماز میں اکیسویں پارہ سے سورۃ العنکبوت کی پینتالیسویں آیت سننے میں۔ ارشاد باری ہے۔

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ۝

(ترجمہ) اس میں شک نہیں کہ نماز فواحشات و منکرات سے بچاتی ہے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ مگر میرے عزیزو! ذکر جو سب سے بڑا ہے اس کا تو آپ نے بائیکاٹ کیا ہوا ہے اس لئے اس کے فیضان کہاں سے ہوں گے۔ بزرگانِ دین کے سلاسل میں رائج ذکر کسی نے اپنی طرف سے جاری نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب کے ارشاد کے مطابق "افضل الذکر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" یعنی سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ذکر ہے۔ یہ ذکر تمام سلاسل تصوف میں رائج ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اللہ کے ذکر کو سب سے بڑا قرار دیا ہے لیکن اس دور میں لوگوں کو ذکر کے بارے میں بہت کم معلومات ہیں کیونکہ ذکر کی بات بہت کم رہ گئی ہے۔ تاہم یہ بات نہیں ہے کہ سلسلہ اذکار بالکل ہی ختم ہو گیا ہے۔ یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ اللہ کے بہت سے بندے اپنی اپنی کٹھنوں اور جھگیوں میں ذکر کے اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ میں ذکر کا سلسلہ تین مختلف طریقوں سے جاری ہے جس پر فقیر و شنی ڈالنا چاہتا ہے۔ ابھی ابھی آپ نے پہلا ذکر جو کیا ہے وہ نفی اور اثبات یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

کا ذکر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نفی اور اثبات یہ دونوں چیزیں کلمہ طیبہ کے حصہ توحید میں ارشاد فرمادی ہیں۔ محمد الرسول اللہ کلمہ طیبہ کا حصہ رسالت ہے۔ حصہ توحید لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو اللہ کے جیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے۔ اس ذکر کو ذکر حضرات اپنے سینوں میں بھی رکھتے ہیں اور زبان پر بھی لاتے ہیں۔ اس ذکر کو بار بار دہرایا جائے کیونکہ ہم نے اللہ سے عہد یعنی میثاق کیا ہے جس کو ہم میثاق الست کہتے ہیں۔ جب تمام ارواح کو اکٹھا کر کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کہا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو ہم نے میثاق کیا تھا اور کہا تھا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ہمارے رب ہیں۔ اس دنیا میں ہم اپنی اس گواہی اور میثاق کو یاد کرتے، رٹتے ہیں اور بار بار دہراتے ہیں اور شیطان کو آگاہ کرتے ہیں کہ یہ توحید ہے جس کا ہم عہد کر کے اس دنیا میں آئے ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" ہے کوئی معبود تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا تمام معبودوں کی نفی ہو جاتی ہے اور اس طرح اپنی روح کو غیر اللہ سے پاک کرتے ہیں۔ حقیقی معبود کا اقرار اثبات معبود ہے وہ صرف ایک ذات "إِلَّا اللَّهُ" یعنی اللہ ہے۔ اس ذکر کا طریقہ جو سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ میں رائج ہے اس کی تشریح اس طرح ہے کہ لطائف ربانی دو ہیں۔ ایک لطیفہ روح اور دوسرا لطیفہ قلب۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے لطیفہ روح انسان کے دائیں طرف رکھا ہے (نیک لوگ ہر نیکی کا اور مبارک کام دائیں طرف سے شروع کرتے ہیں۔ آپ دائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے ہیں لیکن بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرتے ہیں۔ اسی طرح استنجا بھی بائیں ہاتھ سے کرتے ہیں۔ ہر مکروہ کام بائیں ہاتھ سے اور مبارک و مباح کام دائیں ہاتھ سے ہوتا ہے) دائیں طرف چار پسلیوں سے اوپر اگر چار انچ کی ایک سلاخ اتار دی جائے تو وہ ٹھیک جگر پر پہنچے گی۔ اسے لطیفہ روح کہتے ہیں۔ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کو دائیں طرف سے شروع کرتے ہیں

اور بائیں طرف قلب پر "آلہ اللہ" کی ضرب لگاتے ہیں تاکہ آپ کی روح سمجھ لے کہ اللہ کے ماسوا کسی کی عبادت نہیں ہے۔ آپ نے اپنی روح سے اللہ کے سوا ہر ایک کو نکال دیا کہ معبود صرف ذات باری ہے۔ اب اللہ کو اس کے گھر میں اثبات یعنی ثابت کریں گے، قائم کریں گے اور اللہ کا گھر مومن کا قلب ہے۔ تو میرے عزیزو! نفی و اثبات یہ ہے کہ روح سے غیر اللہ کی نفی اور اللہ کو قلب میں قائم کرنا۔ اللہ کا نور قلب میں اسی وقت آئے گا جب قلب صاف ہوگا اور قلب صاف اللہ کے ذکر ہی سے ہوتا ہے۔ جب ذکر ہی نہیں کرو گے تو قلب کی صفائی کیسے ہوگی۔ دوسرا ذکر جو اس سلسلہ میں راجح ہے وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسم ذات کا ذکر ہے اور یہ ذکر نفی و اثبات کے ذکر کے بعد کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام بلاغت نظام میں فرماتا ہے **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۚ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ۗ** (ترجمہ) "جس نے اپنے نفس کا تزکیہ (پاک) کیا وہی فلاح کو پہنچا اور جس نے اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پس اس نے نماز قائم کی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا اسم ذات "اللہ" ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسم ذات کو دہرانا اللہ کے اسم کا ذکر کرنا ہے اس ذکر کو با آواز بلند کیا جاتا ہے۔ اللہ، اللہ، اللہ۔ اس ذکر کی ضرب لطیفہ روح پر بھی لگائیں اور لطیفہ قلب پر بھی۔ کیا خبر ہے کہ کس کی ضرب سے کس کی روح اور کس کا خفتہ قلب بیدار ہو جائے کیونکہ اللہ کے نام کی ہر ضرب سے قلب در روح میں بیداری پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے ملکر ضرب کے ساتھ ذکر کرنا باعث فیضانِ قرآنی ہے۔

نفی و اثبات کا ذکر پہلے کیا کیونکہ حضور کا ارشاد سامنے ہے کہ افضل الذکر **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**۔ پھر اللہ کے اسم ذات کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ذکر الہی کا دوسرا مرحلہ آتا ہے۔ اس مرحلہ میں ذکر النفاس کیا جاتا ہے۔ ذکر النفاس خاموشی کے

ساتھ سانس سے کیا جاتا ہے۔ اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ منہ بند کر لیا جائے، زبان کو نالہ سے لگا لیا جائے اور ناک کے نتھنوں سے سانس لیا جائے۔ جب سانس اوپر کھینچیں تو اللہ کے ذکر کے ساتھ ہو اور سانس باہر نکالیں تو اللہ کے ذکر کے ساتھ ہو۔ جب ذکر انفاس کرتے کرتے سختگی پیدا ہو جائے گی تو ذکر سانس کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائیگا۔ اسے کہتے ہیں دل بہ یاد دست بہ کار۔ دل کو یاد رکھنے کے ساتھ وابتہ کر کے سانس کو اللہ کے ذکر میں سمولینا۔ جب ذکر تمہارے سانس سے جاری ہو جائے گا تو سوتے ہوئے بھی اللہ اللہ اور جاگتے ہوئے بھی اللہ اللہ، غسل خانہ میں ہو تو بھی اللہ اللہ اور مسجد میں ہو تو بھی اللہ اللہ، نماز پڑھ رہے ہو تو بھی سانس اللہ اللہ کا ورد کر رہا ہے اور دنیا کے کام میں مصروف ہو تو بھی سانس کے ذریعہ اللہ اللہ کا ذکر جاری ہے۔ ذکر الہی جب اس طرح جاری ہو جائے تو اس عبادت کا مقابلہ کون سی عبادت کر سکتی ہے۔ اسی لئے ذکر انفاس کا جاری ہو جانا ایک نعمت عظمیٰ ہے لیکن یہ جاری اولیا سے کرام کی صحبت ہی میں ہوتا ہے۔

اس محفل میں حضور غوث پاک کا ذکر ضروری ہے اس لئے یہ فقیر اپنے جد امجد کا ارشاد بیان کرتا ہے حضور نے اپنے فرزند حضرت سید شاہ عبدالرزاق سے فرمایا کہ "اے فرزند آپ اود میں ہم سب بھی فرزند ہیں" کتابیں پھینک دے اور ہمارے پاس آکر بیٹھ کر علم اولیاء اللہ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ میں نے کتابوں سے جس قدر علم حاصل کیا وہ میری پیاس نہ بجھا سکا لیکن حضرت شیخ ابوسینہ مخدومی کی صحبت میں بیٹھا تو علم سے سیراب ہو گیا میری پیاس بجھ گئی۔ یہ علم عطا تھا۔ ذکر انفاس بھی عطا ہوتا ہے اور تعلیم کیا جاتا ہے لیکن تعلیم اور عطا کا طریقہ جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں صحبت ہے بغیر صحبت کے یہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ سانس کا تعلق پھیپھڑوں سے ہے اور سانس

یہی سے زندگی قائم ہے۔ انسان کا سانس بند ہو جائے تو وہ مر جاتا ہے لیکن سانس اگر اللہ کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہو جائے تو حقیقی قیوم کی ذات کے ساتھ ایسا وابستہ ہو جاتا ہے کہ انسان طبعی موت مر کر بھی نہیں مرتا۔ بلکہ وہ حیات ابدی کا مالک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جن حضرات کو ذکرِ انفاس کی نعمت عظمیٰ عطا ہوتی ہے ان کا سانس جب اندر جب جاتا ہے تو پھیپھڑوں سے ہوتا ہوا خون کی گردش کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔ جب ذکرِ انفاس خون کی گردش کے ساتھ قلب میں جائیگا تو قلب کو جاری کر دے گا۔ قلب گوشت کا ایک ٹوٹھڑا ہے جو ہمارے جسم کے بائیں طرف دھڑک رہا ہے اور جس کو اللہ رب العزت نے ایسی مشین بنا دیا ہے کہ وہ خون حاصل اور سپلائی کرتا ہے۔ پھیپھڑے اس سپلائی کو ہوا دیتے ہیں۔ پریشیر پھیپھڑوں سے قائم ہوتا ہے۔ سانس اس پریشیر کو لیکر جب جسم میں پہنچتا ہے تو دل کے خون کے ساتھ ہر رگ و پے انسان کے ہر عضو بلکہ روئیں روئیں کو سیراب کر رہا ہے کیونکہ آپ کے جسم کا ہر حصہ آپ کے خون سے پرورش پا رہا ہے۔ اس طرح خون جس سے ہمارا رواں بھی پرورش پا رہا ہے جب اس ذکرِ الہی میں شامل ہو گیا تو ہمارے روئیں روئیں میں ذکرِ الہی شامل ہو گیا۔ ایک اندازے کے مطابق انسانی جسم میں تین کروڑ پچاس لاکھ مسامات ہیں۔ ایک لمحہ میں ایک سانس میں جب تین کروڑ پچاس لاکھ مقامات سے اللہ کی صدا جاری ہوگی تو اس عبادت کا کیا ٹھکانہ ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ اولیائے کرام کا سونا، جاگنا، اٹھنا اور بیٹھنا سب عبادت ہیں۔ یہ حضرات ہمہ وقت یادِ الہی میں غرق رہتے ہیں کہ فرشتے بھی ان کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جب کسی قوم سے ناخوش
 ہوتا ہے تو اس کے نوجوان جو معاشرہ کی
 ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں

۱۹ اپریل ۱۹۸۱ء - المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر
 شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے
 فیڈرل - بی ایریا میں شب جمعہ المبارک میں ذکر الہی کے عظیم الشان جلسہ
 سے "ذکر الہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے نویں پارہ
 سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر و تشریح بیان
 فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ :-

حضور سرور کائنات فخر موجودات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے لئے اللہ رب العزت نے بشیر (خوشخبری سنانے والا) اور نذیر (ڈرانے
 والا) کے خطابات ارشاد فرمائے ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے ان مومنین کو جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوفِ خدا پیدا
 ہو جاتا ہے اور جب وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی نشانیوں کا مطالعہ و مشاہدہ
 کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر
 متوکل ہو جاتے ہیں بہت سی خوشخبریاں سنائی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں کہ
 ان کے لئے بلند درجات اور مغفرت کے علاوہ عزت و تکریم کی روزی ہے

اس کے برعکس وہ حضرات جو مومن ہونے کا دھوکا ڈالتے ہیں، سیدنا
خدا سے (اسکی نافرمانی ہی نہیں بلکہ اس کے احکامات سے کھلی بغاوت
کرتے ہوئے) نہیں ڈرتے، اس کی نشانیوں سے عبرت نہیں لیتے، مشاہدوں
سے سبق نہیں لیتے اور سخت عذاب الہی سے اور نعمتوں کے چھین جانے
کے اندیشہ سے خوف خدا میں مبتلا نہیں ہوتے انہیں خداوند عزوجل کے
غیض و غضب سے ڈرایا ہے۔

آپ نے اللہ کا ذکر کرنے والے مومنین پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے انعام و
اکرام پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے صدر
مملکت نے رابطہ عوام کے موجودہ دور سے میں مختلف مقامات پر کی جانے
والی تقاریر میں جہاں ہمیں نظام اسلام کے نفاذ اور مستحکم دفاعی انتظامات
کی خوشخبریاں سنائی ہیں وہیں اللہ رب العزت کے عذاب سے ڈراتے ہوئے
عطائے ربی سے حاصل شدہ پاکستان جیسی نعمت عظمیٰ کے چھین جانے کے
اندیشے کا اظہار کر کے سنت رسول کی ادائیگی کے ساتھ قوم کو دعوت فکر
دی ہے کہ وہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرے۔ چنانچہ کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے
کہ ہم ان کھلی نشانیوں سے جو ہمارے معاشرہ میں ظاہر ہو رہی ہیں اس
حقیقت کو پہچانیں کہ اللہ رب العزت ہمارے اعمال سے راضی ہے یا ناراض؟
میں اس موقع پر یہ بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قومی اعمال کا محاسبہ اور جائزہ
لینے کا قدم سب سے پہلے اُسے اٹھانا چاہیے کہ جو قوم میں سب سے زیادہ
مقتدر با اختیار اور سب سے زیادہ اہم شخصیت کا مالک ہو۔ ہمارے ملک
میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں بحیثیت حکمراں جنرل ضیاء الحق کو اختیارات اور
اقتدار کی بلا شرکت و مداخلت غیر جو طاقت اس وقت حاصل ہے وہ دنیا

کے کسی اور حکمراں کو حاصل نہیں۔ لہذا سب سے پہلے جنرل ضیاء الحق کو ان اعمال کا محاسبہ کرنے اور اس کا صحیح جائزہ لینے کا فرض ادا کرنا چاہیے جو ان کے اپنے یا ان کے مقرر کردہ حاکموں کے احکامات کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں اور جس کی خدشے پاک کے حضور جوابدہی کے لئے صرف ان کی ذات ہی تنہا ذمہ دار ہے۔ اس سلسلہ میں صدر مملکت کے علم میں ہونا چاہیے کہ اللہ رب العزت کی ناراضگی کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جب کسی قوم سے ناخوش ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کے نوجوان جو معاشرہ کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں ہوا کہ خود حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا باپ کا نافرمان اور ناخلف ہو گیا۔ یہ نشانی ہمارے دیندار معاشرہ میں ہائی جیکروں کے پیدا ہونے سے ظہور میں آچکی ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کے نافرمان اور ناخلف بیٹے سے زیادہ بدتر حالت میں کہ اس مفضوب و معتوب الہی نے اپنے باپ کو باپ تسلیم کرنے سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ ان کے راستے پر چلنے سے انکار کیا تھا جبکہ ہمارا فرزند نوح تو اپنے باپ کو باپ تسلیم کرنے سے انکار کر کے اپنی ماں کو گالی دینے سے بھی باز نہیں آیا۔ کیا ایسے کریمہ واقعات اللہ رب العزت کی ناراضگی کی نشانیاں نہیں ہیں۔ ہمارے دینی معاشرہ میں ہائی جیکروں اور بے دینیوں کا پیدا ہونا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ اللہ رب العزت ہمارے اعمال سے ناراض ہے اور اندیشہ ہے کہ کہیں اس کی یہ ناراضگی کسی بڑی تباہی اور عذاب کو دعوت بنا دیرے۔

میں آج موقع کی مناسبت سے کہ شبِ جمعہ ہے صدر مملکت کو ان اعمال کی طرف جو قرآنی احکامات کی خلاف ورزی کی ایک روشن مثال ہیں متوجہ کرنا

چاہتا ہوں۔ یہ قرآنی احکامات صدر مملکت اور اس مملکت کے باشندوں کی بھاری تعداد مساجد میں ہر جمعہ کی نماز میں سنتی ہے۔ قرآن کریم کے اٹھایسویں پارہ سے سورۃ الجمعہ کی نوٹیں، دسویں اور گیارہویں آیات کی قراءت جمعہ کے خطبہ کے دوران یا نماز دوگنا میں ملک کی تمام مساجد میں کی جاتی ہے جن کا ترجمہ سیدھے سادھے الفاظ میں یہ ہے "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب تمہیں جمعہ کے دن نماز کے لئے (اذان کے ذریعہ) پکارا جائے پس دوڑو اللہ کے ذکر کے لئے تمام خرید و فروخت (کاروبار) چھوڑ کر اگر تم بچھدار ہو تو یہ تمہارے حق میں بہت اچھا ہے (آیت ۹) پھر جب نماز ختم ہو جائے تو کثرت سے اللہ کا ذکر کر کے اللہ کا فضل تلاش کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ گے (آیت ۱۰) اور جب انہوں (مسلمانوں نے) کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو اس کی طرف چل دیئے اور آپ کو کھڑا چھوڑ گئے۔ آپ ان سے فرمادیجئے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ تمہارے کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہت اچھا دینے والا ہے (آیت ۱۱) جناب صدر ہر جمعہ کو یہ احکامات و ارشادات خداوندی سننے کے بعد آپ جمعہ کے دن کیا کرتے ہیں اور آپ کے نافذ کردہ احکامات کے تحت یا آپ کے مقرر کردہ حاکموں کے حکم کے تحت جمعہ کے دن کیا اعمال ہوتے ہیں؟ اگر آپ سن سکیں تو میں بتاؤں حالانکہ یہ کام ان حضرات کا تھا جو علمائے دین کہلاتے ہیں اور جن کی آواز آپ کے کانوں تک براہ راست پہنچتی ہے مگر وہ تو سونے میں تیلے جلنے کے انتظار میں خاموش بیٹھے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پہچانے کا فرض میں پورا کرتا ہوں۔ آپ خوش ہوں یا ناخوش مگر سنئے کہ جمعہ کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ دو چیزوں یعنی تجارت اور کھیل سے روکا ہے لیکن آپ کی حکومت کی سرپرستی میں نہ صرف یہ کہ ان احکامات سے

کھلی بغاوت کی جارہی ہے بلکہ نوجوانوں کو اس بغاوت پر آمادہ کرنے میں بھرپور کردار بھی ادا کیا جا رہا ہے۔ جناب صدر! میں پوچھتا ہوں کیا جمعہ بازار بقیہ کے چھ دوسرے دنوں میں نہیں لگایا جاسکتا؟ اسی طرح کرکٹ ہاکی اور دوسرے میچ کیا جمعہ کے علاوہ منعقد نہیں ہو سکتے؟ مگر افسوس ہے کہ جناب صدر آپ خود ان میچوں میں نہ صرف شرکت فرماتے ہیں بلکہ مالیات بجا کر آذان یعنی ندائے نماز کی گونج کو عملاً دبانے کے مرتکب بھی ہو رہے ہیں۔ آپ اور آپ کی حکومت کے حکام اس سب کے جواز میں صرف ایک بات کہہ سکتے ہیں کہ یوم جمعہ کیونکہ چھٹی کا دن ہے اس لئے فرصت کے اوقات کو جمعہ بازار اور کھیل کے میچوں میں صرف کیا جاتا ہے۔ میں اس کا عدم جماعت سے جو کالعدم تو ہے لیکن اس کے کرتادھرتا کالعدم نہیں اور جو جمعہ کی چھٹی کا سارا کریڈٹ اپنے لئے مخصوص سمجھتی ہے پوچھتا ہوں کیا انہوں نے جمعہ کی چھٹی اس لئے کرائی تھی کہ جمعہ کے دن ان کے رب نے جن دو کاموں سے منع فرمایا ہے وہی کام اس عبادت کے دن کے جائیں اور اللہ رب العزت کے غصہ کی دعوت دی جائے ان حالات میں ہمارا نظام اسلام اس کے سوا کیا ہے کہ

چہ دلا دراست دزد سے کہ بگھن چراغ دارد

میں آخر میں جناب صدر سے درد مندانہ استدعا کرتا ہوں کہ وہ اسٹیٹ قائم کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کے ذکر کے لئے محفل خانے بھی تعمیر کرائیں۔ جمعہ بازار بند کر کے اتوار بازار لگائیں۔ اسٹیڈیم میں اگر اتوار کو میچ ہو تو جمعہ دن اللہ کے حکم کی تعمیل میں محفل خانوں میں ذکر الہی کی محفلیں منعقد ہوں تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سے راضی ہو اور اس کا وہ غصہ جس کا اظہار اس کے نشانیوں سے ہو رہا ہے دور ہو جائے ورنہ جناب صدر آپ کا یہ اندیشہ

اللہ کا غضب ہم سے وہ نعمت جو اس نے عطا کی تھی کہیں چھین نہ لے عملی شکل اختیار نہ کر جائے اور ہم کسی تباہ کن طوفان کا شکار نہ ہو جائیں۔ خدا کرے ایسا نہ ہو۔ آمین ثم آمین۔

اللہ رب العزت کے نزدیک انسانیت کیلئے معراج شرف و کمال یہ ہے کہ اولاد آدمؑ "نفس امارہ" کی ہلاکت خیزی پر قابو پا کر اسے مسخر کر لے اور کائنات سے خونریزی و فتنہ و فساد کا خاتمہ کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا سچا خلیفہ ہونے کا اہل بنائے

۲۴ اپریل ۶۸۱ء۔ المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے جمشید روڈ پر محفل گیارہویں شریف کے کثیر اجتماع سے "ذکر الہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

اس سائنسی دور کو ترقی یافتہ دور سمجھنے اور کہنے والے حضرات کے نزدیک اولاد آدم علیہ السلام کی ترقی و کمال کی معراج یہ ہے کہ وہ سیاروں پر کند پھینکے اور نظام شمسی کے سیاروں پر قبضہ جما کر کائنات کو مسخر کر لے لیکن اللہ رب العزت کے نزدیک انسانیت کے لئے معراج شرف و کمال یہ ہے کہ وہ "نفس امارہ" کی ہلاکت خیزی پر قابو پا کر اسے مسخر کر لے اور کائنات سے

خونریزی و فتنہ و فساد کا خاتمہ کر کے اپنے آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کا سچا خلیفہ ہونے کا اہل بنائے کیونکہ زمین و آسمان چاند اور سورج یا اور جو کچھ بھی اس کائنات میں پیدا کیا گیا ہے اسے خالق و مالک کائنات نے انسان کے لئے خود ہی مسخر فرما دیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ تم اس کی اس خوبصورت تخلیق کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ اپنے رویہ اور عمل سے یہ شہادت دیتے ہو کہ تم نفس امارہ کے خونخوار درندے کی چیر بھپاڑ اور اس زہریلے اثر و صدمے کی آتشیں پھنکاروں سے اس کائنات کو تباہ و برباد کرنے کے درپے ہو یا انسان یعنی اولاد آدم کے سب سے بڑے دشمن اور شیطان کے اس ایجنٹ اور فرما بردار غلام کی خونریزی و فتنہ و فساد کی ہلاکت خیزی سے خالق حقیقی کی اس حسین تخلیق کو بچانے کے لئے بدی کی دونوں طاقتوں (شیطان اور نفس امارہ) پر غلبہ حاصل کرنے بالخصوص نفس امارہ کی حالت بدل کر اسے "نفسِ لوامہ" بنانے کی غرض سے اسے مسخر کرنے کے لئے جہاد کر رہے ہو۔ اگر تم نفس امارہ کے خلاف جہاد کر کے اسے نفسِ لوامہ میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یہی شرف و کمال انسانیت کا وہ دروازہ ہے جو تمہیں اس عالیشان قلعہ میں داخل کرنے کے لئے کھلنا ہے جسے جنت الفردوس کہتے ہیں۔ اس کے بعد رب العزت کے فضل خاص سے تمہارا تبدیل شدہ نفسِ لوامہ اپنی حالت کو نفسِ مطمئنہ میں تبدیل کرنے کے قابل ہو جائے گا جو تمہارا شمار اللہ رب العزت کے خاص بندوں میں کر کے تمہیں مقبولیت کی معراج تک پہنچا دے گا۔ یہی انسانیت کے شرف و کمال کی حقیقی معراج ہے اور اللہ رب العزت نے ایسے ہی حضرات کو انسانیت کے بشری جامہ سے نوازا ہے۔ تو میرے عزیزو! اگر نفس امارہ کی تسخیر کے بغیر آدم کا یہ بیٹا جس کے لئے اللہ رب العزت نے اپنی حسین تخلیق

کائنات کو مسخر کر دیا ہے اور جو اپنے عقلی جوہر سے نظام شمسی کے ایک ستارہ پر پہنچنے کے لئے مادہ کی جوہری طاقت کو کام میں لا کر جدوجہد کر رہا ہے نظام شمسی پر قابض ہو جائے تو یہ پورا نظام شمسی تباہی اور ہلاکت خیزی کے سوا اور کسی انجام تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اس کا مشاہدہ پوری دنیا کر بھی چکی ہے کہ ایٹم کی جوہری طاقت کا پہلا مظاہرہ ہیروشیما اور ناگاساکی کی تباہی کی صورت میں ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ اس لئے اگر اپنی ذات میں چھپی ہوئی اس درندگی پر قابو پائے بغیر جسے ہم بدی کی اندرونی طاقت یعنی نفس امارہ کہتے ہیں ہم نے نظام شمسی کے کسی سیارے پر قبضہ جمالیا تو پورا نظام شمسی ہلاکت خیز آژدھوں کی آتشیں پھنکاروں سے خاکستر ہو جائے گا۔ یہ قیامت اگرچہ کہ ابھی دور ہے لیکن اس کے آثار و نقوش بہت ابھرے ہوئے اور واضح ہیں۔ تو کیا یہی وہ معراج شرف و کمال ہے جس کا یہ دعویٰ دار ہے؟ دوسری طرف یہ صورت ہے کہ نفس امارہ کو مسخر کرنے والے انسان کو اللہ رب العزت نے جو طاقت اس کے ایمانی جوہر کی صورت میں عطا فرمائی اُس نے اس سے اس کائنات کو اور زیادہ حسین بنانے میں کردار ادا کیا اور اسے سلامتی و امن و عافیت اور مسرت کا گہوارہ بنانے کے لئے دین اسلام جو حقیقت میں "انقلابِ مصطفیٰ" کہلایا جانا چاہیے کائنات میں نافذ و جاری کیا۔ یہی وہ حضرات ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے "مومن" کے خطاب سے نوازا ہے اور ان کی خصوصیات یہ ارشاد فرمائی ہیں کہ جب وہ اللہ رب العزت کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے دلوں میں خوفِ خدا پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی نشانیوں کے مشاہدہ اور مطالعہ سے ان کے ایمان اور مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ پر توکل کرنے میں۔ درحقیقت یہی حضرات نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ رب العزت نے انہیں جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ اس کی خوشنودی کے لئے اس کی راہ میں خرچ

کرتے ہیں۔ یہی حضرات سچے مومن ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجات ہیں اور انہی کے لئے مغفرت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور عزت کی روزی مقرر کر دی گئی ہے۔

تو میرے عزیزو! اللہ رب العزت کے پاس جن کے لئے اعلیٰ مدارج و مقامات ہوں شرف انسانیت کی معراج انہی کو عطا ہوتی ہے اور یہی حضرات اللہ رب العزت کے دوسرے عام بندوں یعنی اولاد آدمؑ کے لئے بخشش و مغفرت کے ذرائع اور عزت و تکریم کے رزق کے وسائل فراہم کرتے رہتے ہیں۔ ان کا رویہ اللہ رب العزت کی مخلوق بنی آدمؑ کے ساتھ صرف یہی نہیں ہوتا کہ یہ اپنی ذات کو تکلیف پہنچانے والے انسان کو معاف فرما دیتے ہیں جیسا کہ بعض مذاہب کے سربراہوں نے کیا جس کی حالیہ مثال موجودہ پاپائے روم جو عیسائیوں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا ہیں نے اپنے اوپر قاتلانہ حملہ کرنے والے کو معاف فرما کر پیش کی ہے۔ بیشک یہ بھی ایک بڑی بات اور اخلاقی خوبی ہے لیکن یہ معراج انسانیت نہیں ہے کیونکہ وہ ملزم موجودہ عادات و اطوار کے ساتھ سلامت رہ کر دوسرے لوگوں کے لئے باعث اذیت بن سکتا ہے۔ معراج انسانیت اور شرف کمال انسانی تو یہ ہے کہ اس کی حالت کو بدل کر اسے پاک اور صالح بنا دیا جائے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدر اپنی نگاہ کرم کے فیضان سے بدل دیا کہ حضرت عمرؓ ننگی تلوار لیکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے کی نیت سے آئے تھے لیکن انقلاب مصطفیٰؐ کی برکت سے دولت ایمان نے حیات ابدی کا مالک بنا دیا۔ اسی طرح امام عالی مقام حضرت مولا حسین علیہ السلام نے حضرت خضرؑ کو جو کہ بلا میں قافلہ حسینی کو سب سے پہلے روک کر شہادت کے المیہ

کے بانی ہوئے نہ صرف مغفرت اور ایمان سے مشرف کیا بلکہ وہ رفاقت حسینی کے اعزاز کے ساتھ مرتبہ شہادت سے سرفراز ہو کر حیات ابدی کی دولت سے بھی مالا مال ہو گئے۔ اسی طرح اسلام کے بطل جلیل حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کہ جب ایک چور آپ کے گھر میں چوری کرنے آیا تو آپ نے اس سے نہایت شفقت اور پیار سے دریافت فرمایا کہ میاں تم کس غرض سے چوری کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ ظاہر ہے مال حاصل کرنے کے سوا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ آپ نے یہ فرما کر کہ ہم تمہیں وہ دولت دیریتے ہیں کہ جس کی موجودگی میں تمہیں کسی اور خزانے کی نہ ضرورت رہے گی اور نہ طلب اسے اپنی روحانی توجہ سے دولت ایمان سے مالا مال فرما دیا اور نہ صرف اس کی معافی اور بخشش ہو گئی بلکہ وہ چور قطب وقت کے اعلیٰ درجہ پرفائز ہو کر دوسروں کی مغفرت اور بخشش کا ذریعہ فراہم کرنے والا مومن ہو گیا۔ یہ ہے معراج انسانیت اور اس کا شرف کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حقیقت میں یہی حضرات اس کائنات میں اللہ رب العزت کے سچے خلیفہ اور اس کی کائنات پر حقیقی حاکم ہیں۔

توبہ گناہوں کی مغفرت اور نفس امارہ کی اصلاح کا ذریعہ ہے

۴ جون ۱۹۸۱ء - المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر اور سلسلہ
عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے مرشد اعلیٰ شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری
صاحب مدظلہ العالی نے جناب محمد یونس صاحب علوی القادری کے زیر
اہتمام موسیٰ لائن میں گیارہویں شریف کے ایک عظیم الشان اجتماع سے "ذکر الہی کے
قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی
دوسری تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔
ان تین آیات میں ذکر کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ اتنی تفصیل اور
اس انداز سے آیا ہے کہ جیسے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ اللہ تبارک و
تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی دوسری آیت میں یہ بات واضح فرمادی ہے کہ "اللہ کے
نزدیک وہی حضرات مومن ہیں کہ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلب خوف
خدا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جب خوف خدا پیدا ہو جائے گا تو رب تبارک و
تعالیٰ کی نشانیوں کی معرفت ان کو حاصل ہو جائے گی اور ان نشانیوں کے
مطالعہ سے ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جائیں گے اور وہ اپنے رب پر
بھروسہ اور توکل کریں گے۔ یہی حضرات نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ نے جو
کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے اس کی خوشنودی کے لئے اس کی راہ میں خرچ کرتے
ہیں۔ یہی حضرات سچے مومن ہیں اور ان کے لئے ان کے رب کے پاس بلند درجات و
مقامات ہیں اور مغفرت اور عزت والی روزی یعنی رزق ہے۔ اللہ تبارک و

تعالیٰ نے یہ ان بندوں کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرتے اور سنتے ہیں۔

میرے عزیزو! بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہماری بُرائیوں کی جڑ جھوٹ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جھوٹ بہت سی بُرائیوں کو جنم دیتا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ رشوت ہماری بُرائیوں کی جڑ ہے کہ جب سے معاشرہ میں رشوت آئی ہم خراب ہو گئے ہیں لیکن یہ فقیر کہتا ہے کہ یہ بھی بُرائیوں کی بنیاد نہیں ہے۔ بُرائیوں اور گمراہی کی بنیاد اور جڑ جس سے کوئی بھی شخص انکار نہیں کر سکتا خدا سے بے خوفی ہے۔ اگر اللہ کا خوف نہیں ہوگا تو انسان جھوٹ بھی بولے گا، شراب بھی پیے گا اور رشوت بھی لے گا۔ اصلاح کا واحد راستہ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کا خوف ہے۔ اگر کسی کے دل میں خوف خدا ہے تو مجھے بتائیے کیا وہ چوری کر سکتا ہے؟ اس کی مثال اس طرح سمجھ لیجئے کہ کوئی خواہ کتنا ہی بڑا ڈاکو ہو لیکن اس کو ڈاکہ ڈالتے وقت اگر پولیس کی موجودگی کا احساس یا شبہ بھی ہو جائے تو وہ خوف کی وجہ سے چوری نہیں کرے گا کہ پکڑے جائیں گے۔ جب پولیس موجود نہیں تو وہ یہ عمل کرتے ہیں۔ اس لئے بُرائیوں سے بچنے کا واحد راستہ خوف خدا ہے۔ یہ بنیادی بات ہے۔ میں اس کو بار بار دہراؤں گا اور آپ بار بار سمجھ لیں کہ آپ کی بُرائیوں اور گناہوں کی جڑ اور بنیاد جھوٹ اور شراب خوری نہیں بلکہ اللہ سے بے خوفی ہے۔

سورۃ الانفال کی دوسری آیت پر آپ غور کیجئے کہ اللہ کے نزدیک ایمان والے کون ہیں۔ یہاں ایمان والوں کی تشریح یہ ہے کہ جو اللہ کا ذکر کرے گا اس کے دل میں خوف خدا پیدا ہوگا اور جس کے دل میں خوف خدا پیدا ہوگا وہی ایمان والا ہے۔ جس کے دل میں خوف خدا پیدا نہیں ہوگا اللہ کے نزدیک وہ

ایمان والا نہیں ہے۔ اللہ کا ذکر اور ایمان لازم و ملزوم ہیں۔ نہ خالی ایمان لانے سے کام چلے گا اور نہ خالی اللہ کا ذکر کرنے سے۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا بالکل اٹل فیصلہ ہے۔ اس سے پتہ یہ چلا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک مومن بندے وہی ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں چونکہ اللہ کا ذکر کرنے ہی سے ان کے قلب میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے اور خوف کی پہلی منزل توبہ ہے۔ انسان گناہوں سے توبہ اسی وقت کرتا ہے جب وہ اللہ سے ڈرتا ہے کہ میں نے یہ گناہ کیا ہے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا اور توبہ پر قائم بھی وہی رہے گا کہ جس کو اللہ کا خوف ہوگا۔ اگر اللہ کا خوف نہیں ہے تو ادھر توبہ کی اور ادھر توڑ دی۔ بندوں کے خوف سے یا کسی لالچ کے تحت یا نیک کہلانے کی خاطر اپنے طور پر کی گئی توبہ قائم نہیں رہے گی اور آدمی پھر گناہوں میں ملوث ہو جائے گا۔ آپ اگر اللہ کے خوف کی وجہ سے توبہ کریں گے کہ شراب بُری چیز ہے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور میرا رب ناراض ہو جائے گا تو وہ توبہ قائم رہے گی۔ کوئی گناہ اپنی جگہ خواہ کتنا ہی بڑا اور کتنا ہی بدترین ہو وہ توبہ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے۔ بہر حال جب ذکر الہی کرنے سے اللہ کے مومن بندوں کے قلب میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے تو وہ کچھلے گناہوں کو یاد کر کے توبہ کرتے ہیں۔ ان پر گریہ طاری ہوتا ہے۔ وہ روتے ہیں اور ان گناہوں کو جو پہلے کر چکے ہیں رو رو کر معاف کرا لیتے ہیں اور آئندہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو بھی گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے میں اس کے گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ جب اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ پاکیزگی تزکیہ سے حاصل ہوتی ہے اور تزکیہ نفس کا ہوتا ہے۔ نفس امارہ گناہ کراتا ہے۔ گناہ کوئی ایسی غلاظت یا کندی نہیں ہے کہ جسے آپ پانی سے دھو دیں۔ یہ کندی نفس امارہ کی پیدا کردہ ہوتی ہے۔ اور نفس امارہ کو پاک کر دیا جائے تو گناہوں کا سلسلہ

بند ہو جاتا ہے۔ توبہ گناہوں کی مغفرت اور نفس امارہ کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔ آدمی جب ذکر الہی کرے گا تو وہ مقام توبہ پر آجائے گا اور اس کی توبہ قبول ہو کر اس کے گناہوں کی معافی کا باعث ہوگی۔ جب گناہوں سے معافی ہو جائیگی تو وہ پاک ہو جائے گا اور جب پاک ہو جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کرے گا۔ میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں تو چاہے کافر ہوں یا مومن سب کے سامنے ہیں لیکن ان نشانیوں پر غور و فکر اور ان کا مطالعہ و مشاہدہ وہی کرتا ہے کہ جس کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی نشانیوں سے جب وہ عبرت حاصل کرتا ہے، ان سے سبق لیتا ہے تو اس کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے اور جب ایمان زیادہ مضبوط ہو جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اللہ پر بھروسہ کرے گا۔ یہی اصلاح شدہ لوگ ہیں اور یہی حضرات نماز قائم کر سکتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو نعمت انہیں دی ہے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی چوتھی آیت میں مہر لگا دی کہ یہی حضرات سچے مومن ہیں۔ میرے عزیزو! تزکیہ شدہ، تصفیہ شدہ ہونے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں مقام توبہ پر آکر توبہ کر کے نفس امارہ سے پاک ہونے کی وجہ سے یہ حضرات سچے مومن ہیں۔ جب یہ نفس کی آلائشوں سے پاک اور سچے مومن ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے لئے اعلیٰ درجات ہیں اور انہی کے لئے مغفرت و بخشش کے دروازے کھل گئے ہیں کیونکہ جب یہ توبہ کرتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں معاف فرما دیتا ہے۔ انہیں بخشش دیتا ہے۔ جن پر بخشش کے دروازے کھل جاتے ہیں وہ اولیائے کرام اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے دوست ہیں۔ انہیں کے لئے عزت والی روزی ہے۔ میں آپ کو پچھلی کسی محفل میں بتا چکا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں

کی دو جماعتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ ایک حزب اللہ یعنی اللہ کی جماعت اور دوسری حزب الشیطان یعنی شیطان کی جماعت۔ اللہ کی جماعت مومنوں کی ذکر الہی کرنے والی جماعت ہے اور یہی جماعت اولیائے کرام کی جماعت ہے۔ شیطان کی جماعت کون ہیں یہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ۲۸ ویں پارہ میں سورۃ المجادلہ کی ۱۹ ویں آیت میں ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر شیطان نے غالب کر بھلا دیا ہے یہ اصل میں شیطان کی جماعت ہے اور شیطان کی جماعت خسارہ والی ہے۔ حزب اللہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تیسویں پارہ میں سورۃ الزمر کی بائیسویں آیت میں فرمایا "کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا وہ تو اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے اس جیسا ہو جائے گا کہ جو سخت دل ہے تو خرابی ہے ان کی جن کے دل اللہ کا ذکر نہ کرنے سے سخت ہو گئے؟ کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اور وہ سینہ نور سے بھر گیا ہے ان ہی جیسا ہے کہ جن کے قلب اللہ کا ذکر کرنے سے بھاگتے ہیں؟ کیا وہ اور مومن ایک جیسے ہو جائیں گے؟ نہیں! وہ اور مومن ایک جیسے نہیں ہوں گے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دونوں کا ذکر کیا ہے یعنی وہ ایمان والے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور جو ذکر نہیں کرتے دونوں برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ جو ذکر الہی نہیں کرتے ان کا قلب ذکر سے بیزار ہونے کی وجہ سے سخت ہو گیا ہے۔ ایمان والے وہ ہیں جن کا قلب اللہ کے ذکر سے نرم اور رقیق ہو جاتا ہے پس ان کے لئے خرابی ہے جن کے دل اللہ کا ذکر نہ کرنے سے سخت ہو جاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے چوبیسویں پارہ میں اسی سورۃ کی پینتالیسویں آیت میں فرمایا "اور اللہ وحدہ لا شریک کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے سمٹ جاتے ہیں ان کے دل اور جب اللہ کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ

بہت خوش ہوتے ہیں۔ اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے دونوں جماعتیں وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیں کہ ایک تو وہ ہیں جو ذکر الہی کرتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے قلب میں نور پیدا فرماتا ہے اور ان کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور ایک وہ ہیں کہ اللہ کا ذکر ہو تو ان کے قلب سمٹ جاتے ہیں، سخت ہو جاتے ہیں۔ مذہب کے نام پر سیاسی جماعتیں بنانے سے سینے اسلام کے لئے نہیں کھلتے۔ اللہ کا ذکر ان پر بھاری ہے اور ان کے قلب ذکر الہی کے لئے سمٹ گئے ہیں۔ جب ہم اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں حق و ہو کی بات کہاں ہے لیکن جب وہ اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر کرتے ہیں تو بہت مسرور ہوتے ہیں۔ حاکم وقت کا ذکر کریں گے تو بڑی تعریفیں کریں گے کہ اس نے اسلام کا بول بالا کر دیا۔ اس نے اسلام پھلا دیا کسی کو کہیں گے کہ وہ بانی تحریک اسلام ہے اپنے لیڈروں اور مولویوں کا بڑی شان سے ذکر کریں گے میرے عزیز و حقیقت میں اسلام وہی نام ذکر سکے ہیں جن کے سینے اسلام کے لئے کھول دیئے گئے ہیں جن کا شرح صدر کر دیا گیا ہے اور ان کے قلوب نور سے بھر گئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مقام توبہ پر آتے ہیں تو ان کی توبہ قبول ہوتی ہے اور جس کسی کو توبہ کراتے ہیں اس کی توبہ بھی قبول ہوتی ہے۔ جب یہ کسی کو صدق دل سے داخل سلسلہ کر لیتے ہیں اور وہ شخص اگر سچا ہے تو نسبت قائم کرتا ہے اور جب اہل ذکر سے اس کی نسبت قائم ہوتی ہے تو شیطان اور نفس امارہ کی غلاظتیں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ وہ مامون ہو جاتا ہے۔ مامون حضرات ہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے **أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا** یہ اولیائے کرام ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو بشارت دے دی ہے کہ ان کے لئے فلاح اور مغفرت کے دروازے کھول

دیئے گئے ہیں اور ان کے لئے عزت والی روزی ہے۔

میرے عزیزو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے دو راستوں میں یہ بنا دیا ہے کہ جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں ان کے قلوب اللہ کے خوف سے بھر جاتے ہیں اور جب اللہ کا خوف کسی کے دل میں پیدا ہو جائے تو وہ یقیناً گناہوں سے توبہ کرے گا۔ اللہ سے ڈرنے کی پہلی نشانی یہ ہے کہ آدمی گناہوں سے توبہ کرے اور آئندہ گناہ نہ کرے لیکن اگر وہ گناہ کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ سے ڈرا نہیں ہے۔ قلب میں خوف خدا ہو تو یہ نہیں ہو سکتا کہ گناہ سرزد ہو جائے۔ اللہ کے خوف کے باوجود بھی اگر گناہ ہوتا ہے تو اسے سہو کہتے ہیں جو اکثر و بیشتر انبیاء علیہم السلام سے بھی سرزد ہوا ہے جو معصوم تھے اور یہ گناہ مغفرت میں روڑے نہیں اٹکاتے بلکہ مغفرت کا ذریعہ بنتے ہیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام سے ایک بھول ہوئی۔ انہوں نے وہ کام کر لیا جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے منع فرمایا تھا۔ جب اس بھول کا نتیجہ ان کے سامنے آیا تو وہ اللہ سے ڈرے اور تین سو سال تک روئے اور مقام توبہ پر آئے۔ کوئی مولوی صاحب مجھے بتائیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے بعد کوئی گناہ کیا ہے۔ پھر انہوں نے کوئی گناہ اور غلطی نہیں کی۔ وہ مامون تو تھے ہی مقام توبہ پر آنے کے بعد معصوم اور پاک بھی ہو گئے۔ اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تو انہوں نے یہ تسبیح پڑھی لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ یہ توبہ اور استغفار ہے۔ یہ اللہ کے خوف کی دلیل ہے۔ خوف خدا ان کے دل میں پیدا ہوتا ہے جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اللہ کی نیابت اور خلافت کے وارث ہوتے ہیں اور جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی خلافت اور نیابت کے وارث ہوں وہی اللہ تبارک و تعالیٰ

کا ذکر کرتے ہیں وہی سچے مومن ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی خلافت و نیابت اس دنیا میں قیامت تک جاری و ساری رہے گی۔ اولیائے کرام اسی خلافت راشدہ کو قائم رکھے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک قائم رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو فرض عائد کیا ہے یہ اس کو پورا کرتے رہیں گے اور نفس امارہ کی گمراہیوں سے انسانوں کو بچاتے رہیں گے۔ یہ کہنا بہت آسان ہے کہ نفس امارہ آدم کی سرشت، اس کی فطرت اور جبلت میں شامل ہے۔ گناہ انسان کی سرشت میں شامل ضرور ہے لیکن انسان کو پاک ہونے کا راستہ بھی بتا دیا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے ہم کو پاک کرنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نازل فرمایا۔ کہاں نور اور کہاں خاک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل نور ہے اور تمہارا اصل فتور ہے۔ وہ نور تمہیں نفس امارہ کے فتور سے پاک کرنے کے لئے آیا اور تمہیں پاک کر دیا اس سے پہلے تم کھلے ہوئے گمراہ تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پاک کیا اور پاک کرنے کا طریقہ اپنے دوستوں کو بتایا جو اس طریقہ کو بروئے کار لا کر تمہیں قیامت تک پاک کرتے رہیں گے اور اس طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا یہی رشد و ہدایت کا سلسلہ ہے جو اولیائے کرام نے قائم کیا اور انشاء اللہ تا قیامت قائم رہے گا۔

اس کتاب کا حق

یہ ہے کہ خود اس کا مطالعہ فرمائیں اپنے متعلقین کو مطالعہ کی تاکید اور ترغیب فرمائیں اور اسکے بعد کسی اہل علم کی خدمت میں اس کتاب کو پیش فرما دیجئے۔

دُنیا کا ہر وہ کام جو سانسوں میں ذکر الہی اور قلوب میں یادِ خدا کو آباد کر کے کیا جائیگا عین عبادت ہوگا

۷ ارجون ۱۹۸۱ء - المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ
حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے فیڈرل - بی ایریا میں
شبِ برأت کی مخصوص عبادات کی محفل کے اجتماع سے "ذکر الہی کے قرآنی
فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے نوٹس پارہ سے سورۃ الانفال کی
دوٹھری تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ پہلے پارہ سے سورۃ البقرہ کی
ایک سو چودھویں اور اٹھارویں پارہ سے سورۃ النور کی ۳۶ ویں ۳۷ ویں
اور ۳۸ ویں آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ -

اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلامِ بلاغت نظام کا یہ حصہ جس کی میں نے
ابھی تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے آج کی شب کی مناسبت سے
عجیب و غریب معاملوں کے ساتھ سامنے آیا ہے۔ آج کی شب اللہ تبارک و
تعالیٰ کی بارگاہ سے رحمتوں اور برکتوں کی شب ہے جس کی راوی حضرت
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر
خدا ابوتراب علیہ السلام اور بہت سے صحابہ ہیں۔ مولائے کائنات
فرماتے ہیں کہ میں نے اس شب کی برکتوں اور فضیلتوں کے بارے میں
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس شب کو اللہ تبارک و تعالیٰ
اس دنیا میں بسنے والے مومنوں اور مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور

فرماتا ہے کہ ہے کوئی جو آج کی شب مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اسے معاف کر دوں ہے کوئی جو آج کی شب مجھ سے رزق مانگے اور میں اسے رزق دوں ہے کوئی جو آج کی شب مجھ سے روزی مانگے اور میں اسے روزی دوں اور ہے کوئی جو آج کی شب مجھ سے درازی عمر اور بلاؤں کا رد مانگے اور میں اس کی عمر راز اور بلائیں رو کر دوں۔ آپ غور فرمائیے کہ اللہ رب العزت کافروں سے مخاطب نہیں ہے کیونکہ کافر لاکھ بخشش طلب کریں لیکن ان کی بخشش اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں اور نہ یہ مشرکوں سے خطاب ہو رہا ہے بلکہ اللہ رب العزت ایمان والوں سے مخاطب ہے اور اللہ کے نزدیک ایمان والے وہ لوگ ہیں کہ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلب خوف خدا سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ قلب میں خوف خدا پیدا ہونا ہی تقویٰ ہے۔ تو آج کی شب میرا رب اہل الذکر کو پکار رہا ہے کیونکہ وہ اسے پکار رہے ہیں۔ وہ ان کا ذکر کر رہے ہیں کیونکہ وہ اس کا ذکر کر رہے ہیں جیسا کہ اس نے دوسرے پارہ میں سورۃ البقرہ کی ایک سو باون ویں آیت میں فرمایا کہ "پس تم میرا ذکر کرو اور میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا حق مانو یعنی شکر ادا کرو (اس سے پھر کر) ناشکری نہ کرنا۔ مانگنے والے اللہ کا ذکر کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر مانگ رہے ہیں کہ اسے ہمارے رب ہمیں ہمارے دوستوں کو ہمارے متوسلین و مریدین کو معاف فرما دے ہمیں بخش دے اور ان کا رب ان کے لئے مغفرت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس رات میں یہ نعمتیں انعام رحمتیں اور برکتیں اپنے ان مومن بندوں ہی کے لئے مخصوص رکھی ہیں کہ جو اس کا ذکر کرتے ہیں اور جب وہ اللہ کی نشانیوں کو دیکھتے ہیں ان کا مطالعہ و مشاہدہ

کرتے ہیں تو ان کے ایمانوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کی نشانیوں کا جو حضرات مشاہدہ کرتے ہیں وہ اہل مجاہدہ ہوتے ہیں اور اہل مجاہدہ ہی اہل ذکر ہیں۔ اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور توکل کی نعمت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ یہی لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے اس کی خوشنودی کے لئے دوسرے لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات یقینی ہے کہ نماز اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ آپ اہل ذر مومن نہیں ہوں گے۔ اس میں شک نہیں کہ نماز "معرج المؤمنین" ہے لیکن پہلے آپ مومن تو ہو جائیے تب نماز معراج ہوگی۔ اور مومن کی شان یہ ہے کہ جب وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلب خوف خدا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جب ذکر ہی نہیں کرتے تو مومن کہاں سے ہوں گے اور جب مومن ہی نہیں تو نماز معراج کہاں سے ہوگی اللہ تک رسائی کس طرح حاصل ہوگی۔ اللہ رب العزت قرآن کریم ذکر حکیم میں فرماتا ہے کہ "اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز فواحشات و منکرات سے بچاتی ہے مگر اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔ اگر اللہ کے ذکر کے بغیر نماز ہوگی تو وہ کس طرح فواحشات و منکرات سے بچائے گی۔"

اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی چوتھی آیت میں اپنے مومن بندوں کے لئے حتمی فیصلہ بلکہ سرٹیفکیٹ دے دیا کہ یہی سچے مومن ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجے ہیں اور بخشش کے دروازے ان پر کھول دیئے گئے ہیں اور ان کے لئے عزت کی روزی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سچے مومن بھی ہوتے ہیں اور جھوٹے مومن بھی۔ اگر جھوٹے مومن نہ ہوتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کو اولیٰ اللہ ہسوا لہم بمؤمن حقا ط کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ مومن ہونے کا معنی ہونے والے اللہ کے نزدیک مومن نہیں ہیں۔ بلکہ ذکر کرنے والے مومن ہیں۔

میرے عزیزو! آپ آج کی رات اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں دیکھیے کہ کیا عجیب و غریب امتزاج ہے۔ اللہ کے نزدیک مومن ہونے کی بنیاد اور جڑ ذکر الہی ہے۔ چنانچہ ذکر کی فضیلت ثابت کرنے کی غرض سے میں نے گزشتہ کسی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سورۃ الجمہ کی تفسیر بیان کی تھی اور اپنے ملک کے صاحبان اقتدار اور اہل اختیار حضرات کی خدمت میں قرآنی احکام پہنچانے کا فریضہ ادا کرتے ہوئے درخواست کی تھی کہ اللہ رب العزت نے جمعہ کے دن دو باتوں کا حکم دیا ہے اور دو باتوں سے منع فرمایا ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے نماز اور ذکر الہی میں مشغول ہونے کا حکم دیا ہے جبکہ تجارت اور خرید و فروخت یا "کھیل" کو دیکھو اس عبادت میں رکاوٹ بننے کی وجہ سے ان کو چھوڑنے اور بند کر دینے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ ہمارے ملک کے ارباب حل و عقد اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈریں۔ ملک کی معیشت کے لئے اگر ناگزیر ہے تو بازار ضرور لگائیں لیکن جمعہ بازار کی جگہ خرید و فروخت اور تجارت کے لئے اتوار، پیر یا ہفتہ کے ایام میں سے کوئی اور دن مقرر کر کے ماہرین اقتصادیات کے احکام کی پیروی کریں۔ اس کے لئے محض جمعہ ہی کے دن کا انتخاب تو ضروری نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے میں احکامات خداوندی کی خلاف ورزی کا نہ صرف غالب امکان ہے بلکہ لازمی امر ہے۔ اسی طرح جمعہ کے روز کھیل جیسے کرکٹ، ہاکی اور کشتی وغیرہ خواہ وہ بین الاقوامی میچوں کی صورت میں ہوں یا مقامی تفریح ورزش اور بچوں کے مشغلہ کے طور پر اور کتنے ہی مفید اور ضروری کیوں نہ ہوں لیکن احکامات خداوندی کی کھیل سے زیادہ ضروری نہیں ہو سکتے جنکی نماز جمعہ کے بعد بھی اللہ رب العزت نے کھلی اجازت نہیں دی ہے۔ اس طرح جمعۃ المبارک کی تعطیل رحا لانکہ

تعطیل کا اسلام میں سرے سے کوئی تصور ہی نہیں ہے، کوارشاد باری تعالیٰ کے مطابق کہ اللہ کے فضل کو تلاش کرتے ہوئے ذکر الہی کثرت سے کیا جائے تاکہ فلاح و بہبود کی امید برآئے، اللہ رب العزت کی عبادت بالخصوص ذکر الہی میں صرف کرنے اور اس طریقہ سے خوشنودی ذات باری حاصل کرنے کا ذریعہ بنانے کے ساتھ ساتھ فلاح دارین کا وسیلہ بنایا جائے۔ جس طرح ہمارے حاکمان ارضی اس ملک کو اسلامی نظام کی خوشخبریوں کے تحفے عطا فرماتے رہتے ہیں اگر نوجوانوں کی ترغیب اور عبادت خداوندی یعنی ذکر الہی کی ترویج کے لئے "محفل خانے" یا "بیوت الاذکار" کے قیام کی ضرورت کو بھی محسوس کریں جیسا کہ وہ کھیلوں کے لئے اسٹیڈیم (کھیل خانے) قائم کرنے پر قوم کا روپیہ بے دریغ صرف کرتے ہیں تو یہ عمل نہ صرف اسلامی ہوگا بلکہ خود ان کے لئے آخرت کی بھلائی اور ذریعہ نجات بھی ہو سکتا ہے کیوں کہ اللہ رب العزت کے ذکر کے لئے "بیوت الاذکار" یا محفل خانوں کا قیام ایسا ہی مبارک ہے جیسا کہ مساجد کا۔ میری اس بات پر بعض حلقوں کی طرف سے مجھ سے کہا گیا ہے کہ جب مساجد موجود ہیں تو بیوت الاذکار یا محفل خانوں کی کیا ضرورت ہے اور اگر اس سلسلہ میں احکام خداوندی موجود ہیں تو ان کی وضاحت کی جائے؟ لہذا یہ فقیر اس وضاحت کے لئے اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے قرآن کریم ذکر حکیم کی وضاحت پیش کرنا چاہتا ہے اور واضح طور پر یہ بتانا چاہتا ہے کہ اللہ رب العزت نے جہاں مساجد میں "ذکر الہی" کو جاری فرمانے کا حکم دیا ہے وہاں ذکر الہی بلکہ "اللہ رب العزت" کے نام کا ذکر کرنے کے لئے جو بیوت الاذکار یا محفل خانے قائم ہوتے ہیں ان کی عظمت اور رفعت کے بارے میں اپنے حکم کا بھی صاف صاف اعلان فرما دیا ہے۔ چنانچہ اٹھارہویں پارہ میں سورۃ النور کی ۳۶ ویں اور ۳۷ ویں آیات میں ارشاد فرمایا کہ۔

ان گھروں (بیوت الاذکار یا محفل خانوں) میں جن کے مقام کو بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح و شام (۳۶) وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتی کوئی تجارت اور نہ کسی قسم کی خرید و فروخت ذکر الہی سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ دینے سے وہ ڈرتے ہیں اس دن سے (جس دن) جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں (۳۷) حتیٰ کہ اللہ رب العزت انہیں بدلہ دے ان کے سب سے بہتر کام کا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ انعام دے اور اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے (۳۸)۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ گھر جن میں اللہ رب العزت کے نام کا ذکر ہوتا ہے اور جن میں صبح و شام مرد (رجال) اللہ رب العزت کی تسبیح کرتے ہیں محفل خانے اور بیوت الاذکار ہیں جن کے مقام کو بلند کرنے کا اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم صادر فرما دیا ہے اور ان عبادت گروں میں عبادت کرنے والے اللہ رب العزت کے وہ مومن بندے ہیں جنہیں جمعۃ المبارک کے علاوہ بھی کوئی تجارت اور کسی قسم کی خرید و فروخت ذکر الہی کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کر سکتی۔ یہی مردان خدا ہیں جو اس دن سے ڈرتے ہیں جب الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں تا آنکہ اللہ رب العزت انہیں بدلہ دے گا ان کے سب سے زیادہ بہتر کام کا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ انعام سے نوازے گا کیوں کہ وہ جس کو چاہے بغیر حساب کے روزی اور رزق عطا فرماتا ہے۔ انہیں مردان خدا کا ذکر اللہ رب العزت نے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات میں کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کے مومن بندے جب ذکر الہی کرتے ہیں تو ان کی دلوں میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ متقی حضرات

اولیائے کرام ہی ہیں جنکو اللہ کے ذکر سے نہ تجارت کا نفع اور لالچ روک سکتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کی خرید و فروخت انہیں عبادات خداوندی سے غافل کر سکتی ہے۔ تسبیح و تحلیل اور ذکر و فکر ہی وہ سب سے بہتر اعمال ہیں جن کی برکت سے یہ نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کے لائق ہو جاتے ہیں۔

عزیزانِ گرامی! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ رب العزت نے ذکر الہی اور تسبیح و تحلیل کی عبادات کو یوم جمعہ المبارک کے علاوہ بھی صبح و شام یعنی ہر وقت بکثرت اختیار کرنے اور اس میں مشغول رہنے کو فلاح کی امید کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت کے فضل اور زیادہ انعام و اکرام کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ تو کیا یہ دور پسند ہویں صدی کا آغاز جسے ہم بزعم خود اچھے اسلام کا دور کہتے ہیں جمعہ کی نمازوں کے بعد ذکر الہی میں مشغول ہونے کا دور ہے؟ کیا واقعی ہم وہ گھر قائم کر رہے ہیں جن میں اللہ رب العزت کی پسندیدہ عبادت تسبیح و تحلیل اور ذکر الہی کا اہتمام ہوتا ہو اور جنہیں اللہ رب العزت نے بلند مقام عطا فرمانے کا حکم صادر فرما رکھا ہے؟ اگر یہ اچھے اسلام کا دور ہوتا تو ان میں سے کم از کم کسی ایک نشانی کا دنیا کے کسی اسلام کا نام لینے والے ملک بالخصوص اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اور "نظام اسلام کے نفاذ کی سرزمین" والے ملک پاکستان میں کہیں کسی طرف تو اس کا چرچا ہوتا لیکن اس کے برعکس یہ ہمارے ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے مشاہدے میں ہے کہ ہم روزانہ ذکر الہی میں مشغول رہنے اور بیوت الاذکار قائم کرنے اور محفل خانوں میں عبادات الہی کی ترویج کرنے کی جگہ اللہ رب العزت کے فرمان کے مطابق جمعہ المبارک کو بھی ذکر الہی کی کوئی محفل منعقد نہیں کرتے۔ اس دن کو ہم نے کھیل کود کے لئے ایسا مقرر کر لیا ہے کہ ہر گلی و کوچہ ہر شہر اور قریہ بلکہ شاید ہر گھر میں کھیل کود کرکٹ اور

ہاکی وغیرہ) اور "لہو لعب" کی ممانعت کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہو رہی ہے اور ان کی اس حکم خداوندی کے خلاف بغاوت پر انہیں سیاسی سماجی بلکہ خود حکومتی سطح پر انعام و اکرام سے نواز کر کھیل کود کے لئے ان کی حوصلہ افزائی اور ہمت آفرینی کی داد اور شاباشی دی جا رہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے نوجوانوں میں احکامات خداوندی کی خلاف ورزی کا کوئی خوف پیدا نہیں ہو رہا ہے۔ اگر کبھی خدا کا کوئی بندہ سورۃ الجمعہ کے احکامات کی یاد دہانی کراتے ہوتے محفل خالوں اور بیوت الاذکار کے قیام کی طرف قوم اور حکومت وقت کے کرتا دھرتا باخصوص علمائے دین کہلانے والے حضرات کو متوجہ کرتا بھی ہے تو پھر اسے قرآنی احکامات کی شہادت پیش کرنی پڑتی ہے۔ بہر حال اگر اسی پر اکتفا ہو جائے کہ احکام خداوندی ہی کو سن کر ان پر عمل کرنے کی توفیق ہو جائے تو یہ بہت بڑی کامیابی سمجھی جائیگی لیکن ایسا ہے نہیں۔ حالات کی گواہی اس نتیجہ پر پہنچا رہی ہے کہ چودھویں صدی اجیلے اسلام کا دور نہیں لا رہی ہے اور اللہ رب العزت کی پیشین گوئی کے مطابق وہ مردان خدا جنہیں کوئی تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی، اس دن اور اس وقت بلکہ اس دور سے خائف ہیں کہ جب دل عبادات الہی بالخصوص ذکر الہی و تسبیح و تحلیل کی طرف سے الٹ جائیں گے اور آنکھیں طوطے کی طرح پھرجائیں گی۔ چنانچہ یہ دور حقیقت میں ایسا ہی ہے کہ قرآن کریم ذکر حکیم کی آیات کی روشنی اور شہادتیں بھی نظر نہیں آتیں اور بالخصوص ہمارے علمائے دین کہلانے والے گروہ نے تو اس سے آنکھیں ہی پھیر لیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مساجد کو "محفل خالوں اور بیوت الاذکار کے طور پر عبادت گاہیں بنانے کی تلقین کر کے اس گھر کو قائم کرنے کی ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل کرنے کا بہانہ تراش لیا جاتا ہے جسے اللہ رب العزت نے

بلند مقام عطا فرمانے کا حکم خدا در فرما دیا ہے۔ لیکن جب اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے بندے مردان خدا اللہ کا ذکر اور تسبیح و تحلیل کا اہتمام کریں تو یہی حضرات انہیں روکنے اور یہ کہہ کر فتنہ و فساد پر آمادہ ہو جاتے ہیں کہ یہ شرک بدعت اور نعوذ باللہ غوغا آرائی ہے۔ کیا ہمارے ملک کی بیشتر مساجد میں اس قسم کے فسادات روا نہیں رکھے جا رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ عدالتوں میں مقدمہ بازیاں تک ہو رہی ہیں۔ مساجد کو فتنہ و فساد کا اکھاڑہ بنانے والے یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ رب العزت نے ان فسادیوں کو جو اللہ رب العزت کی مساجد کی رونق جو اس کے نام کے ذکر سے پیدا ہوتی ہے ختم کر کے ویرانی میں تبدیل کر رہا ہے سب سے بڑا ظالم قرار دیتے ہوئے قرآن کریم ذکر حکیم کے پہلے ہی پارہ میں سورۃ البقرہ کی ایک سو چودھویں آیت میں ارشاد فرمایا کہ "اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کے ذکر سے منع اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ ان لوگوں کو نہیں بھیجا تھا کہ مسجدوں میں جائیں تو ڈرتے ہوئے۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔"

میرے عزیزو! جب ہم نے مساجد کے احترام و تقدس کو فساد اور فتنہ پروری کی بھینٹ چڑھا دیا ہے تو کیا اب بھی ضروری نہیں ہے کہ ہم وہ بیوت الاذکار قائم کریں جن میں مردان خدا اس کے نام کا ذکر کریں اور صبح و شام بلکہ ہر وقت اسکے ذکر اور تسبیح و تحلیل میں مصروف رہیں۔ ہر وقت ذکر الہی میں مصروف رہنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ کاروبار دنیا سے فارغ ہو جائیں اور جنگل کے باسی بن کر زندگی گزاریں۔ نہیں! بلکہ کثرت سے ذکر الہی کرنے والے مردان خدا پر رب العزت کا یہ انعام ہوتا چلا آ رہا ہے کہ ان کے مقامات اذکار پیدا ہو جاتے ہیں یہ لطائف ہیں جن کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں لطائف ربانی کہا جاتا ہے۔ یہ وقت سلوک

کے اس موضوع پر بات کرنے کا نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں صرف اس قدر عرض کرنا کافی ہے کہ کثرت سے ذکر الہی کرنے والے مردان خدا کے سینوں میں ذکر انفا س اور ذکر قلبی جاری ہو جاتے ہیں جن کا میں کسی اور تقریر میں تفصیل سے ذکر کر چکا ہوں۔ چنانچہ ذکر انفا س جو سانس کے ساتھ کیا جاتا ہے جب جاری ہو جاتا ہے تو اس ذکر کا ہر سانس اللہ رب العزت کے نام یعنی اسم ذات اللہ کے ذکر سے مملو ہو جاتا ہے۔ وہ کہیں کسی مقام پر اور کسی حال میں بھی ہو اس کا ذکر جاری رہتا ہے۔ آپ غور کیجئے کہ اس سے زیادہ ذکر الہی میں تو اترا در تسلسل بلکہ کثرت اور کس طرح ہو سکتی ہے۔ لیکن اس مقام اعلیٰ تک پہنچنے کے لئے زبان سے ذکر الہی کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ کلام الہی میں سورۃ الاعراف کی دو سو پانچویں آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اپنے رب کا ذکر اپنے سانس سے کرو تڑاری اور ڈر کے ساتھ بغیر آواز نکلنے اور زبان سے (آواز سے) بھی صبح و شام (ہر وقت) اور اس (عمل) سے غفلت نہ کرنا۔"

تو ایسا ذکر جس کا حکم اللہ رب العزت نے صادر فرمایا ہے اسی وقت ممکن ہے جبکہ اولیائے کرام و صوفیائے عظام کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق کیا جائے کیونکہ ایسی عظیم عبادت جو فرشتوں سے بھی ممکن نہیں ہے اس عالم آب و گل میں ان ہی حضرات نے کی ہے اور پیچھے آنے والوں میں مثال اور اسوۃ الحسنہ اس عمل کو آگے بڑھانے کے لئے چھوڑا ہے اور یہ درحقیقت حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اسوۃ الحسنہ ہے۔ یہی اذکار وہ عبادات ہیں جو اس خاکی انسان کو مومن کا درجہ دلا کر اس زمین پر اللہ رب العزت کا سچا علیفہ بناتے ہیں اور ان اذکار کا صوفیائے کرام کے سلاسل تصوف اور اولیائے کرام کے سلاسل طریقت میں رائج طریقہ ہی صحیح طریقہ ہے۔ چنانچہ ذکر اسم ذات اور ذکر نفی و اثبات

بالجہز بھی کیا جاتا ہے اور سانس کے ساتھ بھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر متنازعہ اور متفقہ حدیث شریفہ ہے کہ "افضل الذکر لا إله إلا الله"۔ سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر لا إله إلا الله کا ذکر ہے۔ یہ کلمہ طیبہ کے حصہ توحید کا ذکر ہے جو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں "نفی و اثبات" کا ذکر کہلاتا ہے یعنی قلب و روح سے غیر اللہ کی نفی اور اللہ رب العزت کا اثبات۔ یہ ذکر مومن کے لئے ذریعہ روحانی ہے۔ اب آپ غور فرمائیں کہ اس سے بڑا موجد کون ہو گا جو اللہ رب العزت کی توحید کے اعلان کو رگ و جان بنائے اور اپنے قلوب اور سینوں میں بسالے۔ یہی وہ ذکر ہے جو اللہ رب العزت کی توحید کا پہلا اور موثر اعلان ہے جس کے بغیر نہ کوئی مسلمان ہو سکتا ہے اور نہ مسلمان اس ذکر کے بغیر مومن کے درجہ تک ترقی پاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرام نے اس ذکر توحید الہی کو تمام اذکار پر مقدم جان کر بالجہز اختیار فرمایا اور اسکی تعلیم و تلقین اپنے مریدین و متوسلین کو فرمائی اور ان کو اس کا صحیح طریقہ سکھایا جو تمام سلاسل سلوک میں رائج اور جاری و ساری ہے۔ اس ذکر کو باواز بند کرنے کی ایک حکمت تو یہ ظاہر ہے کہ دنیا اس اعلان کلمتہ الحق کو سن لے اور اس ذکر کی آواز جہاں جہاں بھی پہنچے فرشتے ان مقامات کو حفظ و امان اور عافیت عطا کر کے وہاں سے بلاؤں کو رد کریں دوسرے یہ ذکر اپنے ذاکر کی رگ و پے میں توحید کا نور و زاد سے تاکہ اسکی رگوں میں بھاگنے اور گھومنے والا خون نوری ہو کر اس کے قلب کو ایسی نورانیت بخشنے جس کی تصیم ہر بنامو کے لئے جاری و ساری ہو جائے۔ اس عمل کے تواتر اور تسلسل کے لئے اذکار کی محفلیں منعقد ہونا ضروری ہیں یا نہیں؟ اگر محفلیں منعقد ہونا ضروری ہیں تو پھر محفل خانوں اور بیوت الازکار کا قیام بھی ضروری ہے کیونکہ یہی محفل خانے وہ عبادت گاہیں ہوتی ہیں جن کے ذریعہ ایسے مردان خدا

تربیت و تعلیم پاتے ہیں جو ذکر انقاس کے مالک ہوں اور ان کا ہر سانس ذکر اسم ذات یعنی "اللہ اللہ" کے ساتھ جاری ہے تاکہ ہر وقت اور ہر صبح و شام وہ اللہ ہی کو پکارتے رہیں اور اسی کی یاد میں مستغرق ہو کر ہر وہ کام انجام دیں جو اس دنیائے آب و گل میں رہتے ہوئے انہیں انجام دینا ہے۔ ایسے ہی حضرات کی تجارت فضل ربی کا باعث اور ان کی اپنے بیوی اور بچوں سے صحبت و محبت دوست احباب سے نسبت اور ربط و ضبط سب کچھ عبادت اور باعث نزول رحمت ہوتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر کام اس وجہ سے باعث خوشنودی ذات باری ہو جاتا ہے کہ اس کی یاد اور اس کا ذکر اس کے شامل حال ہوتا ہے۔ دنیا کا ہر وہ کام جو سانسوں میں ذکر الہی اور قلوب میں یاد خدا کو آباد کر کے کیا جائے گا عین عبادت ہوگا۔ ایسی تجارت اس لئے عبادت ہوگی کہ اس میں مکر و فریب دغا اور دھوکہ اور ڈنڈی مارنے کی ذلت و خواری نہیں ہوگی۔ کیا ہمارے "علمائے دین" کہلانے والے حضرات جو سورۃ الجمعہ کی تفسیر میں "وتنزه من فضل اللہ" کو تجارت قرار دیتے ہیں ہمارے ان تجارتی حالات کو جو قرن اولیٰ سے لیکر اس وقت تک ذکر الہی سے بے بہرہ اور یاد خداوندی سے نا آشنا لوگوں کے پیدا کردہ ہیں فضل ربی کا باعث قرار دینے میں حق بجانب ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اللہ کے ذکر سے منہ موڑنے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نمازیں تو شامل رہتے تھے لیکن نماز کے بعد جب اللہ رب العزت کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی توحید کا بیان اور اس کی حمد و ثنا یا ذکر و تسبیح فرمانے کے لئے خطبہ عطا فرماتے تھے تو وہ تجارت اور کھیل کو دین مصروف ہو جایا کرتے تھے۔ ان کی اس منافقانہ روش کا ذکر اللہ رب العزت نے سورۃ الجمعہ میں فرما دیا ہے۔ تو کیا آج ہمارے نوجوانوں کو کھیل کی ترغیب دینے اور ان

کے لئے جمعۃ المبارک کے دن خاص طور پر کھیل کے میدانوں (اسٹیڈیم) میں کھیلوں کا اہتمام کرنے والے حکام اور ارباب اقتدار اور قوم کو ذکر الہی سے دور کر کے یہ کہہ کر جمعہ بازار لگانے کی ترغیب دینے والے مولوی حضرات کہ نماز کے بعد تجارت کی اجازت ہے (اور اس ترغیب کے نتیجے میں نماز جمعہ ہی غائب ہو جاتی ہے) کیونکہ جمعہ بازار میں خرید و فروخت کا سلسلہ صبح سے لیکر رات کے آٹھ بجے تک جاری رہتا ہے) خدا کے خوف سے بالکل خالی ہیں؟ ان کے قلوب میں نہ خوف خدا ہے اور نہ وہ اس انجام سے ڈرتے ہیں جو "اصحاب سبت" کے واقعہ سے عبرتناک طور پر نظر آتا ہے۔ یہ بے خوفی حاکمان وقت اور علمائے دین کہلانے والے گروہوں میں بیک وقت محض اس لئے ہے کہ ان میں سے اکثر بلکہ ممکن ہے کہ سب ہی اللہ رب العزت کے ذکر سے نہ صرف تہی دامن ہیں بلکہ منحرف اور باغی ہونے کی حد تک دور ہو چکے ہیں۔ اس ماحول میں اگر کوئی اللہ کا بندہ بیوت الاذکار اور محفل خانے قائم کرنے کی بات کرتا ہے تو اس گروہ کی طرف سے قرن اول کے منافقین کی پیروی جیسی حرکات کر کے بیوت الاذکار کی مخالفت کی جاتی ہے۔ اس لئے اس دور میں اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ اللہ رب العزت کے وہ مومن بندے جو اہل اللہ اولیائے کرام کی پیروی اور تقلید بلکہ ارادت و اطاعت کا طرہ امتیاز رکھتے ہیں اذکار و افکار کی محفلیں منعقد کریں اور ان محفلوں کے ذریعہ بیوت الاذکار اور محفل خانوں کے قیام کی جدوجہد کی جائے۔ کیوں کہ جس عبادت کو جاری کرنے کی مخالفت معتبر کہلانے والے لوگوں کی طرف سے ہو اس کا عمل تو اتر سے جاری کرنا لازم بلکہ فرض ہو جاتا ہے۔ آخر میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں میری یہ دعا ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا رحم اور کرم فرما کر

اس کے علماء کہلانے والے حضرات اور صاحب اقتدار حاکموں اور روحانی پیشواؤں کو ان کی صحیح اور اصلی اسلامی اور ذات باری تعالیٰ کی پسندیدہ حالت پر واپس لوٹادے اور راہ مستقیم پر قائم رکھے تاکہ امت محمدیہ کا نظام معاش و معاشرت، نظام دین و مذہب اور دل و روح کا نظام تباہ و برباد ہونے سے بچ جائے۔ کیونکہ ان کے تباہ ہونے سے خلقت کی معاش دین اور دل تباہ ہوئے جارہے ہیں بلکہ ہو چکے ہیں۔ ہمارے بھائیوں کو ہدایت پر قائم فرمادے اور ان کی عقلیں درست رکھ۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھوں میں ہے اور بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ آمین ثم آمین؟

ایسے موجد جو صرف توحید ہی کے
سہارے ایمان والے ہونے کا دعویٰ
کرتے ہیں "سچے مومن" نہیں ہیں

۳۰ جون ۱۹۸۱ء۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقہ علوی القادری کے بصریہ پاک و ہند میں مورث اعلیٰ قطب الاقطاب صدر الصدور حضرت سید شاہ علی صاحب قادری نقشبندی برفع پوش رادھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے سہ روزہ عرس سراپا قدس کی تقریبات کے پہلے دن ایک بڑے اجتماع سے "ذکر الہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری

تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ پانچویں پارہ سے سورۃ النساء کی ۱۲۲ ویں اور ۱۲۳ ویں اور ۲۸ ویں پارہ سے سورۃ المجادلہ کی انیسویں آیات کی تشریح و تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ تمام مذاہب عالم اس حقیقت پر متفق ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لیکر آج تک ان کی اولاد دو حصوں میں منقسم ہو کر دو گروہوں کی شکل میں اپنے اپنے کردار سے پہچانی جاتی رہی ہے اور آئندہ بھی قیامت تک انسانوں کے یہی دو گروہ اس عالم میں سرگرم عمل رہیں گے۔ یہی ایک بات تمام مذاہب اپنی اپنی زبانوں میں مختلف انداز سے کہتے چلے آ رہے ہیں۔ ہم مسلمانوں کے نزدیک بھی یہی دو گروہ مختلف ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ ایک گروہ کو اللہ رب العزت نے قرآن کریم ذکر حکیم میں "حزب اللہ" اور دوسرے کو "حزب الشیطان" قرار دیا ہے اور ان دونوں گروہوں کے مختلف درجے اور مقام بھی بتا دیئے ہیں جیسا کہ "گروہ مومنین" کو "حزب اللہ" اور "گروہ مشرکین و کفار" کو "حزب الشیطان" قرار دیا گیا ہے اسی طرح اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا فرما کر مومنوں میں سچے مومن اور جھوٹے مومن کا فرق بھی ظاہر فرما دیا ہے اور منافقین کی جماعت کو "حزب اللہ سے الگ کر دیا ہے جبکہ کافروں میں اصل کافروہ لوگ ہیں جو مشرک بھی ہیں۔ اس طرح یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ کوئی شخص موجد ہونے کے باوجود بھی کافر ہو سکتا ہے کیوں کہ مومن ہونے کے لئے خدائے بزرگ و برتر کو واحد جاننا اور ماننا ہی کافی نہیں ہے ایسے موجد جو صرف توحید ہی کے سہارے ایمان والے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں "سچے مومن" نہیں ہیں۔ چنانچہ سچے مومن کی شان بیان فرماتے ہوئے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "بیشک وہی لوگ مومن ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب خوف خدا سے بھر جاتے ہیں اور جب وہ اللہ رب العزت کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور زیادہ قوی

ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ (توکل) کرتے ہیں۔ یہی لوگ نماز قائم کرتے اور اللہ کی راہ میں (اسکی خوشنودی کے لئے) جو انہیں عطا کیا گیا ہے خرچ کرتے ہیں۔ و حقیقت یہی لوگ سچے مومن ہیں اور ان کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجات مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔“

میرے عزیزو! اللہ رب العزت نے ان آیات میں جو انعامات ارشاد فرمائے ہیں یہ ایسے مومنوں کے لئے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے اور یہی حضرات ”سچے مومن“ ہیں۔ تو بنیادی بات ”ذکر الہی“ ہے۔ جو حضرات ذکر الہی نہیں کرتے ان کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ وہ ”سچے مومن“ نہیں بلکہ جھوٹے ہیں اور جھوٹے مومنوں کے لئے اللہ رب العزت نے ”منافق“ کا خطاب تجویز فرمایا ہے اور یہی وہ حضرات ہیں جو حزب الشیطن بن گئے ہیں کیونکہ اٹھائیسویں پارہ میں سورۃ المجادلہ کی اٹھائیسویں آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: ”ان لوگوں پر شیطان غالب آگیا اور اس نے انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا۔ یہی لوگ حزب الشیطن ہیں اور خوب اچھی طرح سن لو کہ شیطان کا گروہ خسارہ والا ہے۔“ اسی طرح پانچویں پارہ میں سورۃ النساء کی ۱۲۲ ویں اور ۱۲۳ ویں آیات میں ان منافقین کا ذکر جو ذکر الہی اول تو کرتے ہی نہیں اور اگر دنیا کو دکھانے کیلئے کرتے بھی ہیں تو بہت تھوڑا اُس انداز سے فرمایا ہے کہ ”بے شک منافقین اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غفلت کی موت مارے گا اور (یہ لوگ) جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بے دلی ہارے جی کے ساتھ لوگوں کو دکھانے کے لئے اور (یہ لوگ) اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر تھوڑا بیچ میں ڈول رہے ہیں، ڈنگا رہے ہیں، نہ ادھر کے اور نہ ادھر کے اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔“

تو یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ نماز بے دلی سے پڑھ کر وہ لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ وہ نمازی اور مومن ہیں لیکن ذکر الہی سے پہلو تہی ان کے ایمان کا بھانڈہ پھوڑ دیتی ہے کہ یہ لوگ سچے مومن نہیں ہیں کیونکہ سچے مومن تو وہی حضرات ہوتے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلب میں خوف خدا پیدا ہو کر قلب کو رقیق کر دیتا اور اس میں نور بھڑ دیتا ہے جو تقویٰ ہے اور اس کا لازمی نتیجہ وہ انعامات ہیں جن کا مختصر جامع مگر مکمل ذکر اللہ رب العزت نے سورۃ الانفال کی محولہ بالا آیات میں فرما دیا ہے۔ درحقیقت یہی ذاکر و شاغل حضرات اہل اللہ کہلاتے اور اولیائے کرام کے نام سے یاد کئے جلتے ہیں۔ اللہ کریم ان کے ذریعہ اپنے ذکر کی نعمت تقسیم فرماتا اور دوسروں کو ذکر الہی بناتا ہے اور قیامت تک بنا رہیگا۔

ذکر الہی اللہ تبارک و تعالیٰ کی تمام عبادات کی روح ہے

۲۱ جون ۱۹۸۱ء — سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقہ علوی

القادری کے برصغیر پاک و ہند میں مورث اعلیٰ قطب الاقطاب صدر الصدور حضرت سید شاہ علی صاحب قادری نقشبندی برقع پوش رادھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے سہ روزہ عرس سراپا قدس کی تقریبات کے دوسرے دن ایک بڑے اجتماع سے ذکر الہی کے قرآنی فیضان کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ

حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ چوتھے پارہ سے سورۃ آل عمران کی ایک سو اکیس آیت سے لیکر ایک سو چوہاونویں آیت کی تشریح و تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

”ذکر الہی اللہ رب العزت کی ایسی عبادت ہے کہ جسے آپ تمام عبادات کی روح کہہ سکتے ہیں اور جس طرح کوئی جسد بغیر روح کے زندہ نہیں کہلایا جاسکتا اسی طرح کوئی عبادت بھی بغیر ذکر الہی کے اپنی افادیت کے ساتھ قائم نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے سوائے ذکر الہی کے کسی اور عبادت کے لئے کثرت سے کرنے کا حکم صادر نہیں فرمایا ہے اور وہ ذکر ذکر اسم ذات باری یعنی اللہ کے نام کا ذکر ہے۔ میں یہاں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ بعض حضرات ”ذکر الہی کو یاد الہی قرار دے کر یہاں بازی کا موقع پیدا کرتے ہیں کہ دل میں ہر وقت اللہ رب العزت کو یاد کرنا ذکر الہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ”ذکر“ کے معنی ”یاد“ کے ہیں لیکن جس ذکر کو کثرت سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے بارے میں قرآن کریم ذکر حکیم کے نویں پارہ ہی میں سورۃ الاعراف کی دو سو پانچویں آیت میں ان الفاظ کے ساتھ وضاحت بھی فرمادی گئی ہے کہ ”اپنے رب کا ذکر کرو اپنے سانس کے ذریعہ زاری اور ڈر سے اور بغیر آواز نکالے زبان سے (آواز نکال کر) قول کے ذریعہ اور اس سے غفلت نہ کرنا۔“ آپ نے غور فرمایا کہ اللہ رب العزت نے جس ذکر کو صبح و شام اور کثرت سے کرنے کے احکامات اپنے جیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قیامت تک کے لئے نافذ فرمادیئے ہیں ساتھ ہی ساتھ اس کے عمل کا طریقہ بھی تجویز فرمادیا ہے کہ وہ ذکر سانس کے ذریعہ بغیر آواز نکالے (ذکر انفاس) اور زبان سے

قول کے ذریعہ (ذکر بالجہر) کیا جانا چاہیے اور اس تجویز کردہ طریقہ پر عمل کا اسوہ حسنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کرنے والوں کی معلوم ہے کہ حضور نے اذکار کے سلسلہ میں کلمہ طیبہ کے حصہ توحید کو "افضل الذکر لایہ الا اللہ" فرما کر سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر قرار دیدیا ہے چنانچہ حضور کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے والوں نے جس طرح حضور سے نماز سیکھی اور دوسری تمام عبادات جیسے روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کی تعلیم و تربیت حاصل کی اسی طرح اذکار کی بھی تعلیم حاصل کی اور اسی طریقہ پر ذکر کرنے والوں کا ذکر قلوب کو رقیق کر کے اس میں خوف خدا پیدا کرتا ہے۔ اسی لئے یہی حضرات وہ گروہ مومنین ہیں جن کا ذکر اللہ رب العزت نے سورۃ الانفال کی دوسری آیتسری اور چوتھی آیات میں ارشاد فرمایا ہے اور اس کی تائید چوتھے پارہ میں سورۃ آل عمران کی ایک سو اکیانوہ آیت میں فرمادی ہے۔ میں آپ کو ان آیات کی تلاوت کی دعوت دیتا ہوں۔ سورۃ الانفال کی دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ بیشک وہی لوگ مومن ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ اللہ رب العزت کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب توکل کرتے ہیں۔ اب ذرا سورۃ آل عمران کی ایک سو اکیانوہ آیت تلاوت فرمائیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ رب العزت کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے ہوئے اور کھڑے اور بیٹھے ہوئے اور اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ کر کے (آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں) اور کہتے ہیں، اے ہمارے رب تو نے یہ بیکار نہیں بنایا تو پاک ہے (ہاکی تجھ ہی کو ہے) ہمیں دوزخ کی آگ سے بچائے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ ذاکر حضرات ہی ہیں جن کی دعاؤں کو اللہ رب العزت نے انبیاء علیہ السلام کی دعاؤں کی طرح اپنے کلام

بلاغت نظام کے ذریعہ ہم تک پہنچایا ہے اور ان دعاؤں کا تفصیل سے ذکر ایک سو بائیس آیت سے ایک سو چوہتر آیت تک میں ان الفاظ میں فرمایا کہ "اے ہمارے رب بیشک تو جسے دوزخ میں ڈالے اسے ضرور تو نے رسوائی دی اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (۱۹۲) اے ہمارے رب ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے نہ فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیوں کو (محو کر) چھپا دے اور ہماری موت مقبول بندوں کے ساتھ کر دے (۱۹۳) اور اے ہمارے رب ہمیں وہ انعام عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کی معرفت وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بیشک تو وعدہ خلافی نہیں فرماتا (۱۹۴) آپ نے غور فرمایا کہ یہ دعائیں ان حضرات کی ہیں جو رب العزت کا ذکر لا الہ الا اللہ کہہ کر قول سے کرتے ہیں کھڑے ہو کر اور بیٹھے ہوئے اور کروٹوں پر لیٹے ہوئے اپنے سانس سے اللہ کو یکار کر ذکر انفاس کرتے ہیں یہی حضرات سچے مومن ہیں اور ان ہی کے لئے وہ انعامات ہیں جن کا وعدہ اللہ رب العزت نے ان سے اپنے رسولوں کی معرفت کیا ہے۔ ان ہی حضرات کی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں جس کا اعلان اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ آل عمران کی ایک سو پچانوے آیت کے شروع میں ان الفاظ میں فرمادیا ہے کہ "اور رب العزت نے انکی دعاؤں کو قبول فرمایا ہے اور ان کے لئے بخشش کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔" ان ہی حضرات کے لئے عزت کی روزی مقرر ہو چکی ہے جو بے حساب ہوتی ہے اور اسے مخلوق "تبرک" کہتی ہے اور یہی حضرات اولیائے کرام اور ان کے پیروکار اور غلام مریدین صادق ہیں۔

آج بھی اگر سمع (قوالی) کو عبادت جان کر
اختیار کیا جائے تو اسکی نورانیت و روایت
سے سینے انوار کے گنچنے بن سکتے ہیں

۲۲ جون ۱۹۸۱ء — سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقہ علوی قادری
کے برصغیر پاک و ہند میں مورث اعلیٰ قطب الاقطاب صدر الصدور حضرت سید شاہ
صاحب قادری نقشبندی برقع پوش رادھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے سر روزہ عرس
سراپا قدس کی تقریبات کے تیسرے اور آخری دن قل شریف کے بعد محفل سماع کے
ایک کثیر اجتماع سے "ذکر الہی کے قرآنی بیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ
حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ عالی نے سورۃ الانفال کی دوسری
تیسری اور چوتھی آیات کی تشریح فرمائی آپ نے فرمایا کہ :-

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ "زمین و آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے وہ
سب اللہ ہی کو پکار رہا ہے۔" اس میں شک نہیں کہ کوئی اور کلمہ اس پکار سے
زیادہ نہ کلمہ حق ہے اور نہ کلمہ توحید مگر ہر ایک کی پکار کارنگ اور اندازِ جداگانہ
ہے۔ چڑیوں کا چہچہانا، درندوں کی چنگھاڑ اور دھاڑ سب ہی میں اللہ کا پکار
اور اس کے وجود کا اظہار موجود ہے۔ اس طرح ہر ذی روح اور بے جان
مخلوق اپنے خالق کے وجود کا اقرار کرتی چلی آرہی ہے اور تاقیامت کرتی چلی
جائے گی لیکن انسان ایک ایسی مخلوق ہے جسے اس پکار پر اختیار دے کر اسے
اظہار کی قدرت عطا کی گئی ہے۔ اور اسی اختیاری قدرت کی وجہ ہی سے
اس کا محاسبہ یوم معلوم ضروری اور لازمی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ انسانوں کو

اس پکار یعنی اس کلمۃ الحق اور کلمۃ توحید کی طرف رجوع کرنے اور اسکے اختیار
 اعمال و افعال کو اس پکار کا تابع بنانے کے لئے انبیاء السلام مبعوث فرمائے
 گئے لیکن انسانوں کا یہ بھٹکا ہوا گروہ اپنے خالق حقیقی جس کے وجود کی پکار غیر
 اختیاری طور پر خود اس کے اپنے وجود میں موجود ہے کو بھلا کر مخلوق کو خالق
 سمجھ بیٹھا اور اس کی پرستش اور پوجا پاٹ میں مبتلا ہو گیا اور اس طرح کلمۃ الحق
 اور کلمۃ توحید کی پکار کو سنکر اور سمجھ کر ہدایت پر قائم رہنے کی صلاحیت شکر
 کفر کی وجہ سے ضائع کر بیٹھا۔ درحقیقت ہدایت پر واپس لانے کا کام ہی ان تمام
 انبیاء علیہم السلام کے سپرد فرمایا گیا تھا۔ چنانچہ ہر نبی اور ہر رسول نے جھوٹے
 معبودوں کی نہ صرف زبان سے نفی فرما کر معبود حقیقی کا پیغام توحید پہنچایا بلکہ
 ان جھوٹے خداؤں سے خود معبود حقیقی کی حقانیت کا اقرار لے کر خالق و مالک
 کائنات کا ذکر مخلوق میں عام کیا اور انہیں ہدایت یعنی صراط مستقیم پر قائم
 فرمایا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک طرف تو جھوٹے خداؤں یعنی
 بتوں کو سربسجود کر کے ان کے عجز کا مظاہرہ کرایا تو دوسری طرف اللہ رب العزت
 کے حکم سے آگ کی جلاؤں والے والی خصوصیت سلب کر کے اس کے پرستاروں
 پر اس کی مجبوری اور لاچارگی ظاہر فرمادی۔ غرض ہر نبی اور رسول نے اللہ رب العزت
 کی وحدانیت اس کے معبود حقیقی ہونے کی حقیقت اور اس کے وجود کی
 شہادت ان گمراہوں کے سامنے ان ہی کے خداؤں کے ذریعہ مختلف معجزات
 دکھا کر پیش کی اور دعوت ہدایت قبول کرنے کی طرف متوجہ کیا حتیٰ کہ حضور
 اکرم نور مجسم فخر نبی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے لاتعداد معجزات کے علاوہ
 "شق القمر" کا مظاہرہ بھی فرمایا اور چاند سورج اور ستاروں کے پرستاروں
 کو مشاہدہ کرایا کہ اللہ رب العزت کے محبوب رسول کے پاس اللہ تعالیٰ کی

دی ہوئی یہ طاقت موجود ہے کہ اگر جلال کا اظہار مقصود ہو تو انگلی کے ایک
 اشارہ سے چاند کا وجود حصوں بخروں میں تقسیم ہو سکتا ہے اور جمالی
 شان کا مظاہرہ کرنا ہو تو یہ حصے بخرے پھر اصلی وجود بن سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت
 اس شان کا مالک ہے کہ زندہ سے مردہ پیدا کرتا ہے اور مردہ سے زندہ۔
 وہی بے روح کو حیات عطا کرتا ہے اور زندوں کو موت کے آغوش میں پہنچا دیتا
 ہے۔ وہی تمہارا حقیقی محبوب اور رب ذوالمنان المستعان ہے اور اسی کا
 ذکر بندہ کو زیبا اور اسی کی عبادت روا ہے۔ یہ ذکر ہی وہ پکار ہے جو تمام
 مخلوق میں جاری و ساری ہے اور یہ ذکر ہی وہ شعار ہے جو نوری اور انواری
 ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر الہی کے اس نور کو مسلمانوں کے سینوں
 میں اتار کر ان کو سورۃ الانفال کی پہلی آیت والا مومن بنایا جس کے لئے ارشاد باری
 تعالیٰ ہے کہ "بیشک وہی لوگ مومن ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے
 قلوب میں خوف خدا یعنی تقویٰ پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ اس کی نشانیوں (چاند
 سورج زمین و آسمان غرض کہ ہر نشانی) کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے ایمانوں میں
 زیادہ مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ حضور
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر الہی کی تعلیم ہی کے ذریعہ ان مومنین کو اس قابل
 بنایا کہ اللہ رب العزت کے سورۃ الانفال کی تیسری آیت میں ارشاد کے مطابق
 یہ حضرات نماز قائم کرنے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتیں اس کی خوشنودی کے لئے
 اس کی راہ میں خرچ کرنے کی خصوصیت کے مالک ہو کر اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ
 حَقًّا سچے مومن ہونے کی سند سے لوازدیئے گئے ہیں ان کے رب کے پاس ان
 کے لئے اعلیٰ درجات (ولایت کے مقامات بلند) ہیں اور ان پر مغفرت کے دروازے
 کھول دیئے گئے ہیں (جن میں یہ حضرات قیامت تک اپنے مریدین و متوسلین کو بھی

داخلی کراتے رہیں گے) اور عزت کی روزی (جسے مخلوق تبرک کہتی ہے) عطا فرما دی گئی ہے۔ ان ذاکر و مشاغل حضرات کی جماعت یعنی اہل تصوف اہل سلوک اور اولیائے کرام کا گروہ قیامت تک کے لئے اعلائے کلمۃ الحق پر مامور کر دیا گیا ہے اور رسالت پناہی کے حقیقی کام کو آگے بڑھاتے اور قائم رکھتے ہوئے ان ہی حضرات نے "ذکر الہی" اور اس کے "قرآنی فیضان" کو مخلوق تک پہنچانے کا فریضہ انجام دینے کی ذمہ داریاں پوری کی ہیں، آج بھی پوری کر رہے ہیں اور ہمیشہ پوری کرتے رہیں گے۔ ذکر الہی کی اس پکار کو جس کے لئے جن وانس پیدا کئے گئے ہیں صحیح طور پر جاری رکھنے اور انجام دینے کے مختلف طریقے اولیائے کرام نے جاری فرمائے اور ان پر عمل کر کے انسان کو راہ حق و صفا دکھائی۔ ذکر الہی کے ان مختلف طریقوں میں ایک طریقہ "سمع یعنی عرف عام میں قوالی بھی ہے۔ اس قوالی کا قول نہ صرف جاندار اور ذی روح کے ذریعہ عمل میں لایا گیا ہے۔ بلکہ ان گمراہوں، مشرکوں اور کافروں کو جنہوں نے "گالوں" اور "بھجنوں" کے ذریعہ جھوٹے خداؤں کی پرستش اور پوجا پاٹ کو شعار بنا رکھا تھا ہدایت یعنی صراط مستقیم پر لانے کے لئے "خشک تار و خشک چوہ" اور "خشک پست" سے ذکر الہی کر کے "آوازِ دوست" کو ذریعہ ایمان رسانی کیلئے راج فرمایا۔ برصغیر پاک و ہند میں بزرگان سلسلہ عالیہ چشتیہ بالخصوص حضور خواجہ خواجگان خواجہ غریب نوا حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ذریعہ تبلیغ کو ایسا عام کیا کہ جو شخص ایک دفعہ سمع کی آواز سے روشناس ہوا اس کی شناسائی ذکر الہی کے ذریعہ اپنے معبود حقیقی سے ہو گئی اور "خشک چوہ" و "خشک پست" سے نکلی ہوئی صدائے دوست یاد الہی میں تبدیل ہو کر نغمہ سرا ہوئی تو اللہ اللہ سے فضا گونج اٹھی اور اسی گونج کی روحانیت اور نورانیت نے

اسے عبادت کا درجہ عطا کر دیا۔ چنانچہ آج بھی اگر اس طریقہ عبادت کو عبادت جان کر اختیار کیا جائے تو اسکی نورانیت و روحانیت سے سینے انوار کے گنجینے بن سکتے ہیں یہ طریقہ "ذکر الہی" اپنے تمام فیوض و برکات کے ساتھ ہمیشہ تبلیغ دین کا ذریعہ بنا رہے گا۔ اگر اس طریقہ ذکر الہی کو عبادت کے اظہار نہ دیئے گئے تو پھر یہ "غنا" ہے جو نہ صرف حرام ہے بلکہ یہ تبلیغ گناہ کا ذریعہ بھی بن جائے گا۔ اللہ رب العزت ہمیں اولیائے کرام و صوفیائے عظام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور گمراہی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ تم آمین۔

ذکر الہی کو تمام عبادات میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ اسے اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں جابجا متعدد بار کثرت سے کرنے کے احکامات نافذ فرمائے ہیں

۲۴ جولائی ۱۹۸۱ء۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقہ علوی القادری کے زیر اہتمام بسلسلہ شہادت مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام عزیز آباد فیڈرل سٹی ایریا میں سالانہ عرس سراپا قدس کی تقریبات منعقد کی گئیں۔ اس تقریب کے عظیم الشان اجتماع سے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے "ذکر الہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے نوں پارہ سے

سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ :-

اس بات کو سب تسلیم کرتے ہیں کہ ماہ رمضان المبارک تقویٰ اور پرہیزگاری کا مہینہ ہونے کی وجہ سے خیر و برکت اور نورانیت و روحانیت کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں اللہ رب العزت نے روزے اس لئے فرض فرمائے کہ اس کے مومن بندے پرہیزگاری حاصل کر کے متقی ہو جائیں کیونکہ اس کے بغیر وہ معاشرہ جس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے تشکیل فرمائی تھی کہ وہ تمام انسانوں کی رہبری کرے ان کو فلاح و بھلائی کا راستہ دکھائے اور بُرائی و تباہی سے بچائے نہ اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکتا ہے اور نہ اپنے وجود کی غرض و غایت کی کماحقہ تکمیل کر سکتا ہے۔ الحمد للہ سالہائے ماضیہ کی طرح اس سال بھی ہمیں یہ ماہ مبارک عطا ہوا ہے لیکن اس حال میں کہ ہم دوسرے انسانی معاشروں کو فلاح و بہبود کی راہ دکھا کر انہیں بُرائیوں اور تباہ کاریوں سے بچانے کے بجائے خود روز بروز شاہراہ فلاح سے دور ہو کر انحطاط و زوال کا شکار بلکہ تباہیوں سے ہمکنار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ ہم ماہ مبارک کا احترام نہیں کرتے یا صاحبِ صوم و صلوٰۃ نہیں رہے کیونکہ یہ امر واقع ہے کہ رمضان المبارک میں اگر ہم احترام رمضان کا آرڈیننس نہ بھی جاری کریں تب بھی ہمارے معاشرہ میں روزہ داروں کی تعداد الحمد للہ بہت زیادہ ہے اور ہماری مساجد صلوٰۃ التراویح کی رونقوں سے بقعہ نور بنی ہوئی ہیں۔ حیف صد حیف کہ ہماری یہ عبادتیں نہ ہمیں متقی بنا سکی ہیں اور نہ اس معاشرہ کی بقا میں مددگار ثابت ہو سکی ہیں بلکہ اس کے برعکس ہر آنے والی صدی ہمارے لئے ایسا رمضان المبارک لیکر آتی ہے

جو ہمیں اس سے پہلی صدی کی نسبت تقویٰ اور پرہیزگاری کی نعمتوں میں کمی ہی سے نوازتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر آنے والے سال کے رمضان المبارک کے فیوض و برکات کم سے کم تر ہوتے جا رہے ہیں۔ اس حقیقت کا سبب ہی اعتراف کرتے ہیں اور اپنے اپنے ذہنوں اور عقلی آپج کے ذریعہ اس کا سبب بھی تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کوئی قرآن حکیم کتاب کریم سے رجوع نہیں کرتا، کوئی قرآن کے بتائے ہوئے اہل الذکر سے نہیں پوچھتا، کوئی قرآن پہچاننے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہیں کرتا کہ وہ رمضان المبارک جو تقویٰ عطا فرما کر اس معاشرہ کی تکمیل کرتا تھا کہ جس میں خوف خدا ہو صدیوں سے روز بروز کس گھٹا میں چھپتا چلا جا رہا ہے۔ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہبری فرما رہے ہیں اور اہل الذکر اس سوال کا جواب دے رہے ہیں۔ اگر ہم کانوں آنکھوں اور دلوں سے وہ مہر یا جوہم نے لگا رکھی ہیں توڑ دیں تو اس کا جواب ہمارے کان خوب سن سکتے ہیں، آنکھیں دیکھ سکتی ہیں اور قلب تصدیق کر سکتے ہیں اور وہ جواب ایک ہی ہے کہ رمضان المبارک تو آج بھی وہی ہے جو چودہ سو ایک سال پہلے تھا۔ وہ تو وہی نہ آج بھی دے رہا ہے، اسکی وہی آذائیں آج بھی گونج رہی ہیں کہ اے مومنوں آؤ اور مجھ سے تقویٰ حاصل کرو۔ میرا پرہیزگاری کا فیضان آج بھی سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہے اس سے پیاس بجھاؤ۔ وہ تو ہر سال مومنوں کو پکارتا ہے لیکن اللہ رب العزت کے نزدیک مومن وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب خوف خدا سے بھر جاتے ہیں اور جب وہ اس کی نشانیوں کا مشاہدہ (یا مطالعہ) کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں جس کا اقرار روزہ کے افطار کی دعا کا حصہ بھی ہے، یہی حضرات نماز قائم کرتے ہیں

اور جو کچھ ان کے رب نے انہیں عطا فرمایا ہے اس کی خوشنودی کے لئے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یہی حضرات سچے مومن ہیں اور ان ہی کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجات اور عزت کی پاک روزی ہے۔

میرے عزیزو! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ رب العزت کے نزدیک مومن وہی حضرات ہیں جو ذکر الہی کرتے ہیں لیکن ہم نے اس ذکر کو چھوڑ دیا ہے جسے تمام عبادات میں یہ امتیاز بلکہ فخر حاصل ہے کہ اسے معبود حقیقی نے قرآن کریم کتاب حکیم میں جا بجا متعدد بار کثرت سے کرنے کے احکامات نافذ فرمائے ہیں کیونکہ ذکر کے علاوہ جس قدر بھی عبادات ہیں ان سب کے اوقات اور تعداد مقرر ہے۔ ذکر الہی وہ واحد عبادت ہے جسے مومنوں کو رگ جاں بنانے اور اپنے سانسوں میں بسانے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس کا کیا علاج کہ ہم نے ذکر الہی کو بارہ پتھر باہر کر کے ہر عبادت کو بے روح کر دیا ہے کیونکہ ذکر الہی تمام عبادات کی روح ہے۔ عبادات کو اس روحانیت سے خالی کرنے کے ذمہ دار وہ "علمائے دین" کہلانے والے گروہ ہیں جو عبادات کو بھی مادی انداز ہی سے جانتے اور کرتے ہیں۔ یہی وہ حضرات ہیں جنہوں نے روحانیت کو "رہبانیت" کی گمراہ کن مثال دے کر عبادات اسلام کو اصل روح سے محروم کر دیا ہے۔ ان حضرات کا بار بار یہ کہنا ہے کہ "اسلام میں رہبانیت نہیں ہے" سمجھ سے بالاتر ہے۔ آخر ان علمائے دین کہلانے والے حضرات نے "اسلام کی روحانیت" والی عبادت کو رہبانیت قرار دے کر اسلام کی کون سے خدمت انجام دی ہے البتہ ان کی اس تبلیغ سے رہبانیت کو تقویت ضرور حاصل ہوئی ہے کیونکہ اسلام کی روحانیت والی عبادت مسلمانوں سے دور ہوتی اور چھوٹی چلی گئی اور بے روح اور مادی عبادات جو راہوں کا مشغلہ اور کفار و مشرکین کا وطیرہ تھیں مسلمانوں میں جڑ پکڑتی چلی گئیں۔ ان علمائے

دین "کہلانے والے حضرات نے کہا کہ "اسلام میں ترک دنیا نہیں ہے تو انہوں نے رمضان المبارک کی ایک اہم عبادت جو مسلمانوں پر فرض کفایاً کے طور پر روحانی فیضان کے حصول کا ذریعہ بنا کر جاری کی گئی تھی اور جسے "اعتکاف" کا نام دیا گیا تھا سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ اس عبادت میں مسجد میں اعتکاف کرنے والوں کو ان کے اس حلال حق کو ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس کی ماہ رمضان المبارک میں مومنوں کو اجازت ہے یعنی ان کی بیویاں جو ان کا لباس ہیں ان کے لئے ممنوع قرار دیدی گئیں ہیں۔ آپ غور کیجئے کہ "اعتکاف" کو اس درجے دنیا سے دور کر کے اس کو صرف رب کا بندہ بننے اور اسی سے رشتہ رکھ کر باقی سب دنیا سے قطع تعلق کرنے کا حکم ہے اور اس دنیا کے لئے خود کو مردہ تصور کرنے کی نیت اس اعتکاف کی روح ہے۔ کیا یہ احکامات خداوندی واضح اور بلندبانگ انداز میں نہیں بتا رہے کہ سال میں ایک مہینہ (رمضان المبارک) ایسا بھی ہے جس میں ترک دنیا کی تربیت دے کر تمہیں اس قابل بنایا جائے گا کہ تم متقی ہو سکو کیونکہ خداوند عزوجل کو تمہارے بھوکا اور پیاسا رہنے سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ وہ تو تمہیں متقی کرنا چاہتا ہے ایسا متقی کہ جس کا دل خوف خدا سے بھر جائے اور یہی متقی "ذاکر الہی" ہوتے ہیں یہی حضرات وہ متقی ہوتے ہیں جو سال میں صرف ایک مہینہ کے دس دن ہی تک کے اعتکاف پر اکتفا نہیں کرتے۔ یہ اعتکاف تو ان کے لئے تربیت کی سالانہ مشق ہوتی ہے تاکہ دنیا کی محبت ان کے دلوں سے نکل جائے اور اس دنیا کی مادی آلائشوں کا ان کے قلب و روح پر کوئی برا اثر قائم نہ ہو سکے اور ان کا جسم مادی کثافت سے پاک ہو کر ایسا لطیف ہو جائے کہ بیوی بچوں کی محبت اور مصروفیت فتنہ نہ بن سکے بلکہ معبود کی خوشنودی کا ذریعہ بن جائے کیونکہ ان کا ہر لمحہ اور ہر عمل ذکر الہی کی برکت سے ان کے لئے ہمہ وقتی اعتکاف کے فیضان سے مملو ہو جاتا ہے۔ یہی حضرات اولیاء کرام ہیں جن کے بارے

میں اللہ رب العزت نے اپنے کلام بلاغت نظام میں بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ یہ ذکر الہی میں صبح و شام مصروف رہتے ہیں اور اسکی تسبیح و تحلیل میں دن رات اس طرح گزارتے ہیں کہ رات کے حصوں میں صبح کے ترہ کے سورج طلوع ہونے سے قبل اور کبھی سورج غروب ہونے سے پہلے الغرض ذکر الہی کا ان سے ایسا تعلق و ربط قائم ہو جاتا ہے کہ وہ ان کی جان بن جاتا ہے۔ ان ہی حضرات کے لئے اللہ رب العزت نے پندرہویں پارہ میں سورۃ الکہف کی اٹھائیسویں آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ ”اور اپنے سانس (جان) ان سے مربوط اور مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر دوسروں پر نہ پڑیں۔ کیا تم دنیا کا سنگھار چاہو گے۔ اور اس کا کہنا ہرگز نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے تجاوز کر گیا۔ اللہ رب العزت کے اس واضح ارشاد کے بعد بھی کیا اس بات میں کسی قسم کا ابہام یا شک باقی رہ جاتا ہے کہ ہمارے زوال اور معاشرہ کی تباہی و بربادی کا واحد سبب یہ ہے کہ ہم نے اولیائے کرام یعنی ان حضرات کی صحبت ترک کر دی ہے جو صبح و شام اپنے رب کی تسبیح کرتے، اسی کو پکارتے اور ذکر الہی میں مصروف رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم عبادات کے روحانی فیضان سے محروم ہو گئے اور دل سے خون خدا جاتا رہا ہے۔ اس کے برعکس ہم نے دنیا کے سنگھار کو اپنانے اور مادی ترقی کو دین سمجھانے والے حضرات کو جو علمائے دین کہلاتے ہیں اپنا رہبر بنا لیا۔ ظاہر ہے کہ یہ اس حکم الہی کی خلاف ورزی تھی جس میں ہم سے کہا گیا تھا کہ ”کیا تم دنیا کے سنگھار چاہو گے“ اور ہم نے واقعی دنیا کے سنگھار کو پسند کر لیا کیونکہ ہمیں علمائے دین کہلانے والوں نے بتایا کہ دین یہی ہے اور ہمیں اللہ کے ذکر سے اس طرح دور کر دیا کہ جمعۃ المبارک کے فیضان سے متعلق سورۃ الجمعہ

میں جس فضل الہی کو اللہ کے ذکر میں تلاش کرنے کی ہدایت کی گئی تھی اس فضل الہی کو ان علمائے دین کہلانے والے حضرات نے تجارت اور کھیل کی مصروفیت قرار دیدیا یہ بالکل واضح ہے کہ ہم نے ان حضرات کا کہنا مانا جن کے دل اللہ کے ذکر سے غافل ہو چکے ہیں اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چل کر اپنے (دینی کام کو) حد سے متجاوز کر چکے ہیں اس کا نتیجہ ہمارے اعمال کی شکل میں معاشرہ کی تمام خرابیوں کا آئینہ دار ہو کر ہمارے سامنے ہے۔

میرے عزیزو! اولیائے کرام اور سلاسل تصوف سے والیۃ حضرات کی صحبت ہی دراصل وہ صحبت ہے جس کا اللہ رب العزت نے "کو لومعہ الصادقین" فرما کر حکم دیا ہے اور اس کی وضاحت سورۃ الانعام کی باونویں آیت میں اس طرح ارشاد فرمائی "اور انہیں مت چھوڑو جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح و شام (ہر وقت کثرت سے ذکر کرتے ہیں) اسکی رضا چاہتے ہیں تم پر ان کے حساب سے کچھ عائد نہیں ہوتا اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر اگر تم انہیں چھوڑ دو تو ظالمو جیسے ہو جاؤ گے۔" قرآن کی اس وضاحت کے بعد مسلمانوں کو ذکر و فکر میں مشغول رہنے والوں کی صحبت نہیں چھوڑنی چاہیے تھی لیکن "علمائے دین کہلانے والے گروہ نے" ذکر الہی" سے غافل کر کے معاشرہ میں وہ سب برائیاں پیدا کر دیں کہ جو دل میں خوف خدا نہ ہونے کے باعث پیدا ہو جانا چاہیے تھیں۔ تسبیح و تحلیل اور ذکر و فکر کو "رہبانیت" قرار دے کر مومنوں کی عبادات کو بے روح کرنے میں شیطان نے اپنی جماعت کو بھرپور طور پر برسر عمل کر رکھا ہے جبکہ "حزب اللہ" بھی اپنے رب کے کرم سے مصروف عمل ہیں اور یہ کشمکش شروع ہی سے جاری ہے اور رہتی دنیا تک جاری رہے گی۔ قرآن کریم آدم کے بیٹوں اور انسانیت کے دعویٰ داروں کو ہمیشہ سے یہ پیغام دے رہا ہے کہ اسے اپنے عمل میں باختیار انسان اگر تو اپنی ذات کے

اختیار کو استعمال کر کے اللہ کا ذکر کرے اور اپنے رب کو بیکار سے تو مسلمان اور مومن بن کر اللہ کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے لیکن اگر تو نے ایسا نہ کیا تو فطرت کے جبر سے مجبور ہو کر تجھے اپنے رب کو ضرور پکارنا پڑے گا کیونکہ یہ رب تبارک و تعالیٰ فیصدہ ہے جو اس نے اٹھارویں پارہ میں سورۃ النور کی آیتوں میں ارشاد فرمادیا ہے کہ "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں جو کچھ زمین اور آسمانوں میں پیدا کیا گیا اور پرندے پر پھیلانے ہوئے سب ہی نے جان رکھی ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح اور اللہ کو ان کے اس عمل کا علم ہے۔ اے انسان کہلانے والے آدم کے بیٹے تجھے کیا ہو گیا ہے کہ توجہ سے اپنے رب کو جانوروں اور پرندوں کی طرح پکارے لیکن اپنے اس اختیار کو جو تجھے امتیازی طور پر دیا گیا تھا اور جس نے تجھے تمام مخلوق میں افضل ترین بنا کر مقام خلافت ربانی عطا فرمانے کی عزت بخشی تھی کام میں نہ لائے اور گمراہ ہو کر بھٹکتا پھرے اور ذکر خداوندی سے جن کے دل غافل ہو گئے ہیں ان کا کہنا مانتا رہے لیکن ان کا ساتھ چھوڑ دے جنہوں نے ذکر الہی کو رگ جاں بنایا اور اپنے سانسوں میں بسایا ہے۔ اللہ کے ولی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام اولیائے کرام کے سرخیل اور رہبر و مرشد ہیں جنہیں اللہ رب العزت کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت سے سات سال قبل چار سال کی عمر سے ذکر و فکر کی تعلیم کی بسم اللہ شریف اپنی صحبت میں غار حرا میں فرما کر یہ دولت عطا کی جس کی تقسیم اولیائے کرام کے ذریعہ قیامت تک ہوتی رہے گی۔ یوم علی اسی تقسیم کی تقریب کا سالانہ عرس سراپا قدس ہے۔ جس کا مقدر جاگے گا وہ اس مینارہ نور سے روشنی حاصل کرے گا۔

علی امام من است و منم عن سلام علی

ہزار جان گرامی فدایہ نام علی

ذکر الہی کے قرآنی فیضان

انقلابِ مدنی و نظامِ امری

۱۴۲۸ھ

خلافتِ راشدہ

حضورِ آقائی و مولائی سے سیدھے و مرشدی

شیخ المشائخ حضرت علامہ

ذیلہ العالی صاحب
جیلانی چاندپوری

۲

خطبات سے اقتباسات

کتاب "صور اسرافیل" پیش کرنے پر مبارکباد

ہم دستخط کنندگان ذیل

حلقہ علوی القادری کو اس کے اس کارنامے پر جو اس نے
"صور اسرافیل" جیسی بلند پایہ مذہبی کتاب پیش کر کے انجام
دیا ہے دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور آئندہ ہر سال اس
قسم کی مطبوعات پیش کرتے رہنے کی توفیق کیلئے بارگاہ
خداوندی میں دست بردار ہیں۔

ہم ہیں امت محمدی کے لئے قرآنی فیضان کے مظلومی

حامد علی بھوجانی

محمد حسین

اسے ون ڈیکوریشن سروس = بھوجانی ٹریولرز لمیٹڈ
کچی مین سوسائٹی سراج الدولہ روڈ کراچی
جناب محمد اقبال میر اور جناب محمد جاوید میر

پریس سٹیج ایڈورٹائزنگ لمیٹڈ
9- کراچی چیمبرز حسرت موہانی روڈ کراچی

نسل انسانی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا
 احسان یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسکے
 دو قوی ترین دشمنوں یعنی "نفس امارہ" اور شیطان کی
 نہ صرف نشاندہی فرمائی بلکہ "انقلاب مصطفیٰ" کے ذریعہ
 بدی کی ان دو عظیم طاقتوں سے اسے نجات بھی دلا دی

۲ مئی ۱۹۸۱ء سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے زیر اہتمام مختلف مزارات
 پر حاضری کا سالانہ سلسلہ ۲ مئی ۱۹۸۱ء سے شروع ہوا جس کی افتتاحی حاضری
 حضرت عبداللہ شاہ اصحابی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف واقع ٹھٹھہ پر دی گئی
 صبح سات بجے بسوں اور کاروں کے ذریعہ قافلہ ۸/۵/۸۰ عزیز آباد سے روانہ ہوا
 ٹھٹھہ پہنچ کر امرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر اور سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ
 علویہ کے مشہور اعلیٰ شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی
 نے حلقہ ذکر اور نماز جمعہ کے دو مختلف اجتماعات سے "ذکر الہی کے قرآنی فیضان اور
 انقلاب مصطفیٰ و نظام مرتضیٰ" کے زیر عنوان خطاب فرماتے ہوئے نویں پارہ سے
 سورۃ الانفال کی دوٹھری، تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ ساتھ تیسری پارہ
 سے سورۃ الرعد کی آخری اور سترھویں پارہ سے سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات
 کی تشریح بیان فرمائی۔

شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے

فرمایا کہ اللہ رب العزت نے: "کن" فرما کر اس کائنات کو وجود بخشا اور ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم و بیش انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اس کائنات کے نظام کی تشکیل فرمائی لیکن انسان جو اشرف المخلوقات اور اس سرزمین پر خداوند عزوجل کا نائب و خلیفہ تھا اس کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں نے اس نظام کائنات کی شکست و ریخت کا کام بھی ساتھ ساتھ شروع کر دیا۔ جیسے جیسے یہ کائنات تدریجاً نظام کے ذریعہ تکمیلی مراحل طے کرتی گئی نظام کائنات کی شکست و ریخت کا کام بھی ترقی پاتا چلا گیا تا آنکہ اللہ رب العزت نے کائنات اور بالخصوص ممتاز کائنات انسان کے لئے اپنا نظام (دین اسلام) اپنی رحمت کے ذریعہ معراج تکمیل تک پہنچا دیا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اور بالخصوص اشرف الانسان مومنوں پر یہ احسانِ عظیم فرمایا کہ اپنی رحمت کو پیکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں وجود بخش کر ان کی نجات کے لئے نازل فرمادیا تاکہ وہ ایک عظیم آخری اور قطعی انقلاب کے ذریعہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انسان کو بدی کی ان دو قوی ترین طاقتوں سے چھٹکارا دلا دیں جو انسان کے اندر اس کے اندرونی دشمن "نفس امارہ" کی حیثیت سے موجود ہے اور باہر سے اس اندرونی بدی کی عظیم طاقت کی رہبری اور رہنمائی کرنے والا مکار اور فریب کار قوی ترین دشمن ابلیس یعنی شیطان لعین کی صورت میں اسے اور اسکی خلافت خداوندی کی فضیلت و عزت کو تباہ کرنے میں مصروف ہے۔ چنانچہ نسل انسانی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے دو قوی ترین اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی نہ صرف نشاندہی فرمائی جو "نفس امارہ" اور شیطان ہیں بلکہ بدی کی ان دو عظیم طاقتوں سے "انقلابِ مصطفیٰ" کے ذریعہ نجات دلا دی جس کا حاصل کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ حضور محسن انسانیت نے اعلان نبوت سے پہلے چالیس سال

تک اس اندرونی محاذ پر انقلاب کی عظیم کامیابی کا راستہ انسان کو دکھایا جو نفس امارہ کی تمام شرارتوں اور انسان دشمن کاروائیوں کا قلع قمع کرنے کا واحد راستہ تھا۔ غار حرا میں اس کا عملی تجربہ کر کے مثالی نمونہ کے طور پر نسل انسانی کے لئے مصلحتیں اور صالحین کی تربیت کا انقلابی نظام "ذکر الہی اور فکر حضورؐ" رب تعالیٰ کے ذریعہ قائم فرمایا اور ایک مصلح انسانیت اور صالح المومنین کو غار حرا میں اس اندرونی محاذ پر انقلاب کی تربیت اس لئے دی تھی کہ اندرونی دشمن "نفس امارہ" کی تباہ کاریوں سے نجات حاصل کئے بغیر بیرونی دشمن شیطان سے چھٹکارہ پانا انسانوں کے لئے ممکن ہو ہی نہیں سکتا تھا یہی وجہ تھی کہ سب سے پہلے اندرونی محاذ پر انقلاب لایا گیا اور "نفس امارہ" سے نجات کا ذریعہ "ذکر الہی اور فکر حضورؐ" کو بنایا گیا اور اسی کی تربیت پہلے مکمل کی گئی تاکہ طریقت کے زوری اور اندرونی نظام کو مستحکم کر کے بیرونی دشمن کا مقابلہ شریعت کے ظاہری ہتھیاروں سے کرنا آسان ہو جائے اور "انقلاب مصطفیٰ" کی تکمیل ہو سکے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا دین "نظام مرتضیٰ" کے ذریعہ جاری ہو سکے۔

میرے عزیزو! تمام ادیان عالم اور مذاہب انسانی میں اندرونی دشمن "نفس امارہ" سے مقابلہ کا رجحان موجود ہے اور انہوں نے اپنے اپنے طریقہ پر اس کا اہتمام بھی کیا ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے پہلے دنیا میں جس قدر بھی ادیان و مذاہب تھے وہ یا تو سرے سے باطل تھے یا اگر حق پر مبنی کوئی دین تھا بھی جیسے اسلام تو وہ خود نامکمل تھا اس لئے اس کائنات کی تدریجی تکمیل کے ساتھ مکمل اور منظم دین کی ضرورت واضح تھی۔ چنانچہ "انقلاب مصطفیٰ" نے اسکی تکمیل کی اور قیامت تک کے لئے اس کی تنظیم ضروری پائی۔ قرآن کریم ذکر حکیم نے جو اللہ رب العزت کی آخری اور مکمل کتاب ہے قیامت تک مومنین

کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے "اسوۃ الحسنہ" کو رہبری و رہنمائی کا ذریعہ قرار دیا اور مومنوں کی جماعت یعنی امت محمدیہ کو پوری انسانیت کی امامت و قیادت کی ذمہ داری سپرد فرمانے کا اعلان واضح طور پر کر دیا اور اس کا طریقہ کار بھی متعین فرما دیا۔ یہ کوئی سمجھ میں نہ آنے والی یا زیادہ غور طلب بات نہیں ہے کہ عمل کا اسوۃ حسنہ یعنی "بہتر نمونہ" مثالی و مماثل عمل کے سوا اور کسی ذریعہ سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ عمل کی مثال تو عمل ہی سے پیش کی جاتی ہے اس لئے عمل کا نمونہ عمل کے بغیر پیش ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن ہماری سب سے بڑی کم نصیبی بلکہ بد بختی یہ ہے کہ خصوصاً تین چار صدیوں سے ہماری اکثریت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے "اسوۃ حسنہ" کتابوں سے حاصل کرنے کی سعی لا حاصل کی ہے۔ جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ کتابیں ہمیں حروف و الفاظ کے سوا اور کچھ نہیں دے سکتیں۔ یہ حروف و الفاظ خبر کی بہم رسانی کا بہترین مواعلاتی ذریعہ تو ہوتے ہیں لیکن عمل کا نمونہ یعنی "اسوۃ حسنہ" کی عملی و حسی صورت پیش کرنے سے یکسر قاصر ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسا حقیقی کائناتی کلیہ ہے کہ جسے آج تک نہ کوئی جھٹلا سکا ہے اور نہ آئندہ جھٹلا سکے گا کیونکہ اس کی تکذیب ممکن ہی نہیں ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم باشعور اور اہل عقل انسان کو جب کسی عمل کی ترغیب یا کچھ کرنے کی تعلیم دیتے ہیں تو وہ عمل نمونہ کے طور پر بار بار اس کے سامنے دہراتے ہیں تو پھر جھٹلایا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل بغیر "عملی نمونہ" کے بار بار ہمارے سامنے آئے بغیر ہم اسے اپنائیں اور اپنے عمل میں لے آئیں۔ یہی وجہ ہے کہ "انقلاب مصطفیٰ" کے عملی نمونہ کے طور پر کار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک خلیفہ کو "غار حراء" کی تنہائیوں میں اپنا رفیق بنایا اور ایک خلیفہ کو غار سور کی صحبت کے لئے ہم سفر تجویز فرمایا تاکہ باطنی اور ظاہری دونوں محاذوں پر "انقلاب مصطفیٰ" کی تکمیل کا نمونہ پیش کیا جاسکے اور انقلاب کے بعد تنظیم کا کام

پوری خوش اسلوبی کے ساتھ قیامت تک جاری و ساری رہے۔ تاریخ گواہ ہے اور اس کا مطالعہ یہ مشاہدہ پیش کرتا ہے کہ غار حرا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکیب راز مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام قیامت تک کے لئے طریقت کی تنظیم کے سرخیل و رہنما ہیں کیونکہ وہ تمام ہی سلسلہ ہائے طریقت کے پیشوا اور امام ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظام شریعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ الرسول ہونے کی حیثیت سے "اسوۂ حسنہ" کی عملی تشکیل ہیں۔ چنانچہ "انقلاب مصطفیٰ" کی جس تنظیم کا نمونہ اولیائے کرام نے بار بار ہمارے سامنے پیش کیا ہے وہ طریقت ہے۔ اولیائے کرام کا یہ نمونہ ہر دور میں ہمارے سامنے پیش ہوتا رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک اپنی اصلی شکل میں پیش ہوتا رہے گا۔ اسی تنظیم کے نظام کو ہم "نظام مرتضیٰ" کے نام سے پکارتے ہیں جو "انقلاب مصطفیٰ" کو زندہ اور متحرک کئے ہوئے ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک زندہ اور متحرک رکھے گا۔

نظام مرتضیٰ کی حیثیت دین مبین میں اساسی ہے

۹ مئی ۱۹۸۱ء سلسلہ عالیہ قادریہ دزاقیہ علویہ کے زیر اہتمام اور المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی کی زیر قیادت مختلف مزارات پر حاضری کے سلسلہ کی

دوسری حاضری حضرت عبداللہ شاہ صاحب غازی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف واقع کلفٹن پردی گئی۔ نیاز و فاتحہ کے بعد عوام میں تبرک تقسیم کیا گیا۔ حاضرین کے کثیر اجتماع سے "ذکر الہی کے قرآنی فیضان اور انقلاب مصطفیٰ و نظام مرتضیٰ" کے زیر عنوان خطاب فرماتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ حبیبانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ تیسرے پارہ سے سورۃ الرعد کی آخری اور شترہویں پارہ سے سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات کی تشریح بیان فرمائی آپ نے ارشاد فرمایا کہ لفظ "نظام" یوں تو ایک چھوٹا سا چار حرفی لفظ ہے لیکن یہ ایک ایسی حقیقت کے وجود کی غمازی کرتا ہے جس پر ساری کائنات کے قیام کا انحصار ہے۔ اس کے برعکس لفظ "انتشار" اسی قدر اہمیت کے ساتھ تباہی و بربادی کا آئینہ دار ہے جس کا کائنات کی ہر شے پر اطلاق ہوتا ہے اور مخلوق کا کوئی حصہ اس سے مبرا نہیں ہے۔ اللہ رب العزت کی نازل کردہ کتاب محکم میں "نظم و ضبط" کی افادیت اور افراق و انتشار کی تباہ کاریوں کو پوری وضاحت کے ساتھ مثال در مثال بیان کیا گیا ہے۔

اللہ رب العزت نے حضرت آدم کی نسل کو انسانیت کے نظم و ضبط سے نواز کر افراق اور انتشار کے شیطانی کرتوتوں کی تباہ کاریوں سے بچانے کے لئے ہر دور میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تا آنکہ تکمیل نظام کائنات کا مرحلہ آگیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دین مکمل کی تشکیل فرما کر قیامت تک کے لئے انسان کو ایک انقلابی نظام عطا فرمادیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انقلابی نظام کو کسی آرڈیننس کے ذریعہ نافذ نہیں فرمایا بلکہ تدریجی عمل کی تربیتی تدریس کے ذریعہ اسے وجود بخشا اور دنیا کو یہ راستہ دکھایا کہ صحت مند اور صالح

معاشرہ افراد کی اصلاح اور تعمیر اخلاق و روحانیت کے ذریعہ وجود میں آیا کرتا ہے۔ جب معاشرہ اپنے کلی وجود کی حیثیت میں صالح اور صحت مند ہو جاتا ہے تو اس سے ایک اچھی حکومت ظہور میں آتی ہے جو ایک فلاحی مملکت کی مثالی سلطنت ہوتی ہے۔ درحقیقت یہی انقلابی نظام دین اسلام کا وہ نظام ہے جسے آپ انقلابِ مصطفیٰ سے قائم کیا ہوا نظام دین اسلام کہہ سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمارا یہ سوچنا کہ حکومت جب تک اسلامی قدروں کی حامل نہ ہوگی یعنی جب تک حکومت کی سطح پر نظام اسلام کا نفاذ نہیں ہوتا اس وقت تک معاشرہ میں نظام اسلام قائم نہیں ہو سکتا، سخت قسم کی غلطی بلکہ ناقص سوچ کے سوا اور کچھ نہیں میرے عزیز! یہ سوچ اور فکر گھوڑے کے آگے گارو جا جوتنے کے مترادف ہے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی خبر ہمیں واضح طور پر یہ بتا رہی ہے کہ سرکار علیہ السلام نے سب سے پہلے "انقلاب" کی ابتداء اپنے کمسن چار سالہ بھائی حضرت ابوطالب کے فرزند حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابوتراب علیہم السلام سے فرمائی جنہیں آپ اعلان نبوت سے سات سال پہلے اپنے ساتھ غار حرا میں تعلیم ذکر و فکر کے لئے لے جایا کرتے تھے اور یہ تدریجی عمل اس تربیتی تدریس کی تکمیل کے لئے ضروری تھا جس نے حضرت علیؑ کو علم کا دروازہ بنا دیا۔ اب آپ ذرا غور فرمائیں کہ چار سال کی عمر آج بھی دنیا بھر کے مسلمانوں میں بچوں کی تدریس کے لائق سمجھی جاتی ہے اور رسم بسم اللہ اسی عمر میں ادا کر کے بچہ کو تعلیم کے قابل سمجھا جاتا ہے، اس طرح اس کی تعلیم کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؑ کے لئے کس تعلیم کو منتخب کیا گیا تھا۔ یہ تعلیم "ذکر الہی" کی تعلیم کے سوا اور کیا تھی کیونکہ پوری امت بلا تفریق مناتب فرقہ و فقیہہ تسلیم کرتی ہے کہ حضور علیہ السلام غار حرا میں "ذکر الہی" اور "مشغلہ فکر حضور کی ذات باری" میں مصروف رہا کرتے تھے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے

پہلے بلکہ اس وقت تک اکلوتے شاگرد کو جو اس تخلیق کا واحد راز دار تھا اسی عمل کے تدریجی مرحلوں سے آشنا فرمایا کرتے تھے اور یہ اس لئے تھا کہ اللہ رب العزت کے سورۃ الانفال کی دوٹھری آیت میں ارشاد کے مطابق مومن (ایمان لانے والا) ہونے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس کے دل میں خوف خدا پیدا ہو جو ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق ذکر الہی ہی سے پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد آیات ربانی کا مشاہدہ اس کے ایمان کو اس قدر مضبوط کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ پر توکل کر سکے اور جب وہ اس تدریجی عمل کے ذریعہ متوکل ہو جائے گا تو پھر وہ اس قابل ہو جائے گا کہ نماز قائم کر لے اور جو کچھ اللہ رب العزت نے اسے نعمت عطا فرمائی ہے اس میں سے اس کے نام پر خرچ کر لے اس طرح وہ "سچا مومن" اور ان درجات اعلیٰ کا مالک بن جائے جو اس کے لئے اس کے رب کے پاس ہیں۔ آخرت میں اس پر مغفرت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور دنیا میں اسے عزت و حرمت والی روزی جسے زبان خلق سے تبرک کہلایا جاتا ہے عطا کی جائیگی۔ اس صورت اور شکل میں انقلاب مصطفیٰ سے دنیا کو بہرور کیا گیا اور مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام پر اس انقلاب مصطفیٰ کی تنظیم کی ذمہ داری اس لئے عائد کی گئی کہ وہ واحد ہستی اور شخصیت تھی کہ جس نے اس انقلاب کے زیر سایہ تربیتی تدریس حاصل کی تھی اور اندرونی طور پر "نفس امارہ" و بیرونی طور پر شیطان لعین کی انتشار و افتراق پر دازی کا مقابلہ کر کے ایک نظام طریقت قائم کرنے کی صلاحیت اور قابلیت کا طرہ امتیاز غار حرا میں حاصل کیا تھا۔ چنانچہ نظام مرتضیٰ کی جنیت دین مبسب میں اساسی ہے اور اس بنیاد ہی پر اللہ رب العزت کی اس خلافت ارضی کا محل تعمیر ہوا ہے جو خالص طور پر دین اسلام کا تشخص ہے کیونکہ اسلام کے بغیر نہ کوئی انسان اثر و المخلوقات ہو سکتا ہے اور نہ ہی خلیفۃ اللہ۔

شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے تیرھویں پارہ میں وارد سورۃ الرعد کی آخری آیت کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت کے اس ارشاد کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو انسانیت بلکہ پوری کائنات کے لئے آخری اور مکمل "انقلاب" ہے کی گواہی کیلئے کہ اللہ کافی ہے اور وہ شخص کہ جس کے پاس "علم الکتاب" ہے۔ کتاب کا علم اگر قرآن کریم کے علم کو فرمایا گیا ہے تو یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے وقت کلام الہی کی تنزیل و ترسیل جاری تھی اور کتاب زیر تکمیل تھی۔ قرآن کریم کا نزول مکمل نہ ہوا تھا اس لئے کتاب کے علم کا مکمل ہونا ممکن نہ تھا۔ اس وجہ سے کتاب کے معنی ذکر الہی کے ہیں جیسا کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم اور کتاب مبین کے معنی میں لفظ "ذکر" کو اپنے کلام بلاغت نظام میں متعدد جگہ ارشاد فرمایا ہے۔ بیشک غار حرا میں "ذکر الہی" کا اورس کم از کم ایک شخصیت مولائے کائنات ہی کی ہے کہ جو پورا کر چکی تھی۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کو اور اس عالم شواہد میں اہل الذکر کو کافی سمجھا گیا۔ چنانچہ نبوت کے بارے میں اہل الذکر کی شہادت اور اس کے علم کے بارے میں چودھویں پارہ میں سورۃ النحل کی تینالیسویں آیت اور سترھویں پارہ میں سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیت ان الفاظ کے ساتھ اعادہ کرتی ہیں کہ "اگر تمہیں علم نہیں (نبوت کے بارے میں) تو اہل الذکر سے دریافت کر لو"

میرے عزیزو! ذرا غور فرمانے کا مقام ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس معمورہ عالم میں ذاتی طور پر وجود اقدس کے ساتھ کار نبوت انجام دے رہے تھے تو اُس دور کے انسانوں کے سامنے آپ کی نبوت کے لئے صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی گواہی کہی کافی نہیں سمجھا گیا بلکہ ان میں موجود شخصیت اہل الذکر یا صاحب علم الکتاب کی شہادت کو ملا کر کافی فرمایا گیا ہے۔ تو اس نبوت کے قیامت تک جاری و ساری

رہنے کی صورت میں یوم معلوم تک آنے والی نسل بنی آدم کے سامنے شہادت دینے والی شخصیت کا وجود اور ظہور تو لازمی طور پر ضروری اور لا بدی ہوا۔ چنانچہ اس کے لئے ایک نظام کی ضرورت لازم تھی اور وہ نظام مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شہید خد ابوتراب علیہ السلام کے ذریعہ قائم کیا گیا جسے نظام طریقت یعنی نظام مرتضیٰ کہتے ہیں اور ایسے کرام کے ذریعہ خلافت ارضی کا جو سلسلہ رشد و ہدایت جاری و ساری ہے وہ قیامت تک کبھی ختم نہیں ہو سکے گا کیونکہ نظام مرتضیٰ کو چلانے اور قائم رکھنے کے لئے خلافت راشدہ کا وجود لازم و لا بدی ہے یہی وجہ ہے کہ نواسہ رسول مولا حسن علیہ السلام نے اس نظام خلافت کو نظام سیاست سے الگ کر کے خلافت راشدہ اور سیاسی امرت کو علیہ علیہ کر دیا اور ان کے بھائی حسین علیہ السلام نے اس نظام خلافت راشدہ کو قائم رکھنے کیلئے بڑی سے بڑی قربانیوں سے دریغ نہیں فرمایا۔

خلافت ارضی سے مراد خلافت رشد و ہدایت ہے
 جس پر صرف الشہرب العزت کا صالح المؤمن متقی
 اور متوکل بندہ ہی فائز ہو سکتا ہے

۵ اگست ۱۹۸۱ء سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقہ علویہ کے زیر اہتمام اور المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی کی زیر قیادت مختلف مزارات پر حاضری کے سلسلہ کی تیسری حاضری قطب الاقطاب حضرت سید شاہ عالم صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف واقع عید گاہ میدان بندر روڈ پر دی گئی۔ نیاز و فاتحہ کے بعد عوام میں تبرک تقسیم کیا گیا۔ حاضرین کے کثیر اجتماع سے ذکر الہی کے قرآنی فیضان اور

انقلاب مصطفیٰ و نظام مرتضیٰ کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ تیسرے پارہ سے سورۃ الرعد کی آخری اور سترھویں پارہ سے سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات کی روشنی میں فرمایا کہ۔

نسل انسانی کا ہر معاشرہ اور امت جو اس کرہ ارض کے شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک کسی بھی خطہ میں سانس لے رہے خود اپنی ذہنی اور عقلی قوتوں سے پیدا کردہ تباہی و بربادی کے امکانات کی نشانیوں اور آثار کو دیکھ کر حیران و پریشان ہے کہ اس دنیا کا کیا حشر ہونے والا ہے۔ دانشور اور مفکرین کا گروہ اس اندیشہ سے بے چین ہے کہ دنیا کو جو بارود سے بھری ہوئی ہے ایک چھوٹی سی چنگاری کی ہلاکت خیزی بھک سے اڑا دینے کے لئے کافی ہے۔ ہر معاشرے اور طبقے کا انسان تباہی و بربادی کے اس ہلاکت خیز خطرہ سے دنیا کو بچانے اور امن کا گہوارہ بنائے رکھنے کی جستجو میں سکون قلب سے محروم ہو چکا ہے۔ ہر ملک اور ہر قوم میں ایک ہل چل اور ایک افراط و تفریط ہے۔ تو کیا واقعی دنیا کا خاتمہ قریب ہے؟ یہ سوال ہم مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ قابل غور ہے کیونکہ ہم قرآنی شہادت کے ساتھ یہ یقین رکھتے ہیں کہ دنیا کی قوموں میں امت مسلمہ کو امامت اور رہبری کے فرائض ادا کرنے کے لئے چنا اور منتخب کیا گیا ہے۔ اس لئے اس دنیا میں بسنے والی ہر قوم سے زیادہ مسلمانوں پر اس نظام کائنات کو درست رکھنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ ذمہ دار امت اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور اپنا فرض انجام دینے کے لائق نہیں رہی کیوں کہ اس نے اپنے اس کردار کو جو اس نظام ارضی میں اللہ رب العزت نے اسے اپنی خلافت سے نوازا کر عطا فرمایا تھا پوری طرح برباد کر دیا ہے۔ وہ یہ بھلا بیٹھی

ہے کہ وہ اللہ رب العزت کی خلافت راشدہ کی امین ہے۔ اسی خلافت راشدہ کی امین کہ جس کا قیام حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کے ظہور سے لیکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ بلکہ اس امت کے ذریعہ جو مسلمان کہلاتی رہی ہوتا چلا آیا تھا۔ یہ خلافت راشدہ درحقیقت وہی نظام تھا جس کی تکمیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ نے انقلاب مصطفیٰ کے ذریعہ فرمائی اور اللہ رب العزت نے یہ اعلان فرما دیا کہ "آج کے دن ہم نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی (وہ) نعمت (جو اب تک بتدریج نازل ہو رہی تھی) تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔ درحقیقت یہ نعمت جو بہ تمام و کمال عطا کی گئی ہے وہ صلاحیت تھی جس کا خلافت راشدہ کے نظام کو قیامت تک جاری رکھنے کے لئے ہونا ضروری تھا۔ خلافت راشدہ کو قائم رکھنے اور نظام کو چلانے کے لئے اعلان نبوت سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صلاحیت کو مومنوں میں پیدا کرنے اور تقسیم کرنے کا تدریسی عمل غار حرا کی عبادات و ریاضات سے شروع فرمایا جس میں مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابوتراب علیہ السلام چار سال کی عمر کو پہنچ کر حصول علم کی بسم اللہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ یہ نظام ظاہری بھی تھا اور باطنی بھی۔ اس کا باطنی شعبہ "تصوف و سلوک" کہلایا جو طریقت محمدی کا پوری طرح آئینہ دار تھا اور جسے وجود و شہود اور غیب و ظہور کے راز داروں کے لئے مخصوص کیا گیا۔ یہ شعبہ نفس امارہ کی شرارتوں اور شیطان کی ہلاکت خیزی و تباہ کاریوں کا سدباب بلکہ قلع قمع کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ دوسرا شعبہ صرف ظاہری عبادات اور قانون شرع کے نفاذ سے متعلق تھا۔ اس شعبہ کا تعلق کائنات کے مادی نظام اور صالح معاشرہ کے قیام سے تھا۔ چنانچہ جب انقلاب مصطفیٰ نے ان دونوں شعبوں کی تکمیل کر دی

تو "الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ" کا اعلان ہوا۔ یہ بات فیصلہ کن طور پر کہی جاسکتی ہے کہ نظام شرعی جسے ہم نفاذِ شریعت کا نظام اسلام کہتے ہیں صالح معاشرہ کے قیام کے بعد ظہور میں آیا ہے اور شرعی احکامات رفتہ رفتہ نافذ ہوتے ہیں یہ سب جانتے ہیں کہ موجودہ دور میں نسلِ انسانی کے تمام معاشرے گمراہ تباہ کاریوں کے حامل اور فتنہ و فساد کے علم بردار ہو چکے ہیں۔ خود ہمارا معاشرہ جسے "امتِ مسلمہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے بگڑ چکا ہے اور اسے سدھارنے، درست کرنے بلکہ اصلاح کرنے کی تجویزیں ہو رہی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اس بگڑے ہوئے معاشرہ کے باوصف "نظامِ اسلام" کے نفاذ کی مساعی بھی جاری ہیں۔ اس صورت حال کو اگر گاڑی کے پیچھے گھوڑا جوتنا نہیں کہیں گے تو اور کیا کہا جائے گا۔ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ موجودہ صورت حال میں کیا واقعی ہم نظامِ اسلام قائم کر سکتے ہیں؟ کیا یہ وہی نظامِ اسلام ہوگا جسے اللہ رب العزت نے وجودِ آدم کے ساتھ قائم فرمایا تھا جس کی تکمیل انقلابِ مسطیف نے کر دی تھی اور جسے خلافتِ راشدہ کا نام دیا جانا چاہیے۔ یہ خلافتِ راشدہ ہی تو تھی جو آدم علیہ السلام کو دی گئی تو ان کو رشد و ہدایت کی راہ سے ہٹانے اور گمراہ کرنے والی بدی کی دو مسلم طاقتوں یعنی ظاہری شیطان اور باطنی نفسِ امارہ سے نبرد آزما ہونے کے لئے پختن پاک کے اسمائے نوری کے ہتھیار سے بھی لیس کیا گیا جب اس خلافتِ راشدہ کی تکمیل انقلابِ محمدی کے ذریعہ کی گئی تو غارِ حرا میں "ذکر الہی" کا وہ مکمل ہتھیار مومنوں کو عطا ہوا جس سے شیطان اور نفسِ امارہ کی ریشہ دو اینٹوں کا خاتمہ کیا جاسکتا تھا کیونکہ ذکر الہی مومنوں کے دلوں میں خوفِ خدا پیدا کر دیتا ہے جو برائیوں سے بچنے اور متقی ہونے کا ذریعہ ہے جس کے بعد اللہ کی نشانیوں سے ایمان زیادہ مضبوط ہوتے ہیں اور مومن اللہ پر توکل کر کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ نماز کے قیام اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی خوشنودی کے لئے تقسیم کرنے

کا اہتمام کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ ایسے حضرات ہی کو "مومن برحق" اور سچے مومن ہونے کی سند حاصل ہوتی ہے اور ان کے رب کے پاس ان کے لئے بڑے بڑے درجے، عہدے اور مقام ہیں۔ اس دنیا میں اور آخرت میں ان کے لئے مغفرت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ان کو عزت کی برکت والی روزی ہمیشہ ملتی رہتی ہے۔ حقیقت یہی وہ مومن معاشرہ ہے اور یہی وہ امت ہے جس کا انتخاب اللہ رب العزت نے پوری نسل انسانی میں تمام قوموں کی امامت اور رہبری کے لئے کیا تھا چنانچہ اصل بگاڑ یہ ہے کہ ہمارے قلوب سے خوف خدا جاتا رہا کیونکہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم فرمائے ہوئے اس نظام اور طریقہ کو جو ذکر الہی کی تخم گریزی سے ہر ابھرا درخت بنا تھا سرے سے ترک کر دیا۔ اس لئے معاشرہ شیطان کے چنگل کی گرفت میں آ گیا اور اسکی گدی نفس امارہ نے پوری طرح دبوچ لی۔ اس طرح نظام خلافت راشدہ جو انسان کی رشد و ہدایت کے لئے قائم کیا گیا تھا صرف مادی حیثیت اختیار کر گیا اور ہم نے کھلم کھلا خلافت راشدہ کو صرف ان چار ادوار تک محدود کر دیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد شروع ہوئے لیکن اللہ رب العزت کا یہ نظام جسے قیامت تک کے لئے قائم کیا گیا تھا مٹا نہیں بلکہ قائم ہے اور قائم رہے گا۔ انقلاب مصطفیٰ کو نظام کے تحت لا کر چوتھے خلیفہ کے جانشین پانچویں خلیفہ راشد حضرت امام حسن علیہ السلام نے اسے جاری رکھا اور اپنے فرزند حضرت حسن مثنیٰ اور چھوٹے بھائی حضرت امام حسینؑ کے ذریعہ اسے کائنات میں رشد و ہدایت کا مخصوص نظام بنا دیا جسے نظام طریقت کہا جاتا ہے۔ درحقیقت تصوف کے معنوی اور حقیقی نظام ہی کو خلافت راشدہ کا نظام کہا جانا چاہیے جس کی بنیاد صرف اور صرف رشد و ہدایت ہی کے لئے ڈالی گئی تھی۔ خلافت ارضی سے مراد یہی خلافت راشدہ و ہدایت ہے جس پر صرف اللہ

رَبِّ الْعِزَّةِ كَالصَّالِحِ، مومن، متقی اور متوکل بندہ ہی فائز ہو سکتا ہے۔ زمینِ حکومت و نظام سلطنت اگر اس نظامِ رشد و ہدایت کی اتباع اور زیر نگرانی ہو تو بیشک خلافت اسلامی کہلائی جاسکتی ہے لیکن صرف نظام سلطنت و حکومت کو خلافت کا نام دے کر ہم نے ماضی میں اس قدر فاش، خطرناک بلکہ ہلاکت آفرین غلطی کی تھی کہ جس کے نتیجے میں پوری امت مسلمہ کا معاشرہ خراب اور تباہ و برباد ہو گیا کیونکہ تخت سلطنت پر بیٹھ کر تمام حکومت سنبھالنے والا ہر شخص نہ صلاح ہو سکتا ہے اور نہ مومن اور پھر متقی اور متوکل ہونا تو بہت بڑی بات ہے۔ چنانچہ ہمارے معاشرہ کی تباہی میں ان خلیفہاؤں کا بہت بڑا ہاتھ ہے جن کا کردار ناقص اور بگڑا ہوا تھا کیونکہ ان کے زیر اثر معاشرہ ان کی اتباع اور پیروی میں خراب ہوتا چلا گیا۔ ایسے حالات میں اللہ رب العزت کے وہ مومن بندے جنہوں نے منازل وجود و شہود اور غیب و ظہور طے کر کے خلافتِ رشد و ہدایت حاصل کی تھی اپنے اصلاحی کاموں میں مصروف رہے۔ چنانچہ عنوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دینِ مبین کو زندہ رکھ کر محی الدین کا پاکیزہ لقب پایا اور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں تبلیغ کے ذریعہ اسلام کا بول و بالا کر کے معین الدین کا خطاب حاصل فرمایا۔ یہ سلسلہ رشد و ہدایت جو خلافتِ راشدہ کے ذریعہ ان اولیائے کرام نے جاری رکھا تھا ابھی تک جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ اولیائے کرام اپنے مریدین و تابعین کو رشد و ہدایت پر متمکن کر کے خلافت سے نوازتے رہیں گے اور اصلاح معاشرہ کا کام جاری و ساری رہے گا۔

شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے آخر میں فرمایا کہ کاش اگر ہمارے عوام اولیائے کرام سے محبت و عقیدت کے ساتھ ساتھ ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے اور ان کی رشد و ہدایت کی تعلیمات پر عمل کرنے پر بھی توجہ دیں تو یہ معاشرہ نہ صرف اصلاح یافتہ ہو جائے بلکہ اس تاریکی کے دور میں دنیا کی تمام قوموں کے لئے مسرت و امید کی روشنی پھیلانے والا میسارہ نور بنکر ان کی رہبری اور امامت کے فرائض انجام دینے کی قرآنی شہادت کے مطابق کردار کا مالک ہو جائے گا۔

اسلام کے سلامتی والے راستے کے علاوہ جس قدر بھی
 دوسرے راستے مذاہب یا ادیان ہیں سب
 تباہی و بربادی اور انسانیت کے پردے میں
 چھپی ہوئی درندگی کے راستے ہیں

۲۲ مئی ۱۹۸۱ء سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقہ علویہ کے زیر
 اہتمام اور المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی
 چاندپوری صاحب مدظلہ العالی کی زیر قیادت مختلف مزارات پر حاضری کے
 سلسلہ کی چوتھی حاضری حضرت سید شاہ نور علی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے
 آستانہ واقع تین مئی پردی گئی۔ نیاز و فاتحہ کے بعد عوام میں تبرک تقسیم کیا گیا حاضری
 کے کثیر اجتماع سے ”ذکر الہی کے قرآنی فیضان“ اور ”انقلاب مصطفیٰ و نظام مرتضیٰ“ کے
 موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب
 مدظلہ العالی نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوٹری تیسری اور چوتھی آیات کے
 ساتھ تیسرے پارہ سے سورۃ الرعد کی آخری اور سترھویں پارہ سے سورۃ الانبیاء
 کی ساتویں آیات کی روشنی میں فرمایا کہ۔

اللہ رب العزت نے اولاد آدم کو شرف و کمال کا وہ آخری مقام کہ جس کے
 بعد ارتقاء کا کوئی درجہ باقی نہیں رہتا ”انقلاب مصطفیٰ“ کے ذریعہ عطا فرما کر واضح طور
 پر اعلان فرما دیا کہ ہم نے اپنی ”نعمت“ تمام کر دی۔ اب شرف انسانی کے لئے دین مبین

”اسلام“ ہی معیارِ آخری ہے جس کی تکمیل ہو چکی ہے۔ اس سلامتی والے راستے کے علاوہ جس قدر بھی دوسرے راستے، مذاہب یا ادیان ہیں سب تباہی و بربادی اور انسانیت کے پردے میں چھپی ہوئی درندگی کے راستے ہیں جن کی منزل امن و سلامتی کے برعکس وہی خونریزی و فتنہ و فساد ہیں جو آدم میں موجود ”نفسِ امارہ“ کا خاصہ اور مزاج بلکہ اس کے وجود کی عملی شہادت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک روئے زمین پر جننے بھی انقلابات آئے ہیں وہ سب کے سب اس کے مادی اور روحانی ارتقاء کا محض ایک حصہ تھے اور ان میں سے کوئی انقلاب بھی مکمل نہ تھا۔ ان انقلابات کی تکمیل جو ارتقاء کے تدریجی عمل کا اقدام تھے اسلام کے اس آخری اور مکمل انقلاب نے کریم جسے اللہ رب العزت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذریعہ پایہ تکمیل تک پہنچا کر انسان کو اشرف المخلوقات اور زمین پر اپنا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اس اعلیٰ مقام تک پہنچا دیا جہاں سے آگے مخلوق کے لئے کوئی شرف و کمال کا مقام یا ارتقاء کی منزل باقی نہیں رہتی۔ یہ محض ہمارا دعویٰ اور قرآنی شہادت کے ساتھ عقیدہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا ہر باشعور انسان تاریخ کے آئینہ میں مشاہدہ کر سکتا ہے اور اس کے عملی نمونے اپنے ساتھ رہنے سہنے اور چلنے پھرنے والی انسانی مخلوق میں دیکھ سکتا ہے جن کی اگرچہ کہ بہتات اور کثرت نہیں ہے لیکن ان کا وجود معدوم و مفقود بھی نہیں ہے۔ ارتقاء کا یہ آخری مقام ”مرد مومن“ کے پیکر میں دنیا کی قوموں کے مشاہدہ کے لئے موجود ہے اور ہر دور میں موجود رہا ہے جس کے اوصاف حمیدہ بیان فرماتے ہوئے اللہ رب العزت نے نویں پارہ میں سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات میں ارشاد فرمایا کہ ”اللہ کے مومن بندے وہی لوگ ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوفِ خدا پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ خوف انہیں بصیرت کا وہ مقام عطا فرماتا ہے کہ وہ جب اللہ

رب العزت کی نشانیوں کا مطالعہ یا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط و مستحکم ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ رب العزت پر توکل یعنی بھروسہ کرنے کے اعلیٰ ایمانی مقام تک پہنچ جاتے ہیں اور اس قابل ہو جاتے ہیں کہ نماز قائم کریں۔ چنانچہ یہی وہ حضرات ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمتیں اسکی خوشنودی و رضا کے لئے اسکی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ درحقیقت یہی حضرات وہ سچے اور سچے مومن ہوتے ہیں جو شرف و کمال انسانی کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتے ہیں جس سے آگے ارتقاء انسانی کے لئے کوئی اور مقام نہیں ہے اور۔ "انقلاب مصطفیٰ" جو انسان کو اللہ رب العزت کے خلیفہ کی حیثیت سے جس شرف کی تکمیل سے نوازنے کے لئے نازل و نافذ ہوا تھا وہ اس کے حامل و مالک ہو جاتے ہیں۔ انسانوں کا یہ مشرف و ممتاز معاشرہ ہی وہ معاشرہ ہے جو تمام اقوام عالم کی رہبری و امامت کے فرائض انجام دیتا رہا ہے اور دنیا کے آخری انجام تک دیتا چلا جائیگا اور۔ "انقلاب مصطفیٰ" کو منظم کر کے ایک نظام اور سلسلہ کی حیثیت سے۔ "نظام مرتضیٰ" قائم و دائم ہے جسے عام طور پر "تصوف و طریقت" کا نظام کہا جاتا ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ انقلاب اپنی افادیت کو دوام اس وقت تک نہیں بخش سکتا جب تک کہ وہ۔ "نظام" کی شکل نہ اختیار کر لے۔ "انقلاب مصطفیٰ" کے لئے بھی ایک نظام ضروری تھا جو آخری ارتقائی نظام ہو۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے "خلافت راشدہ" کے ذریعہ اس کی تکمیل فرمائی اور اسے قیامت تک کے لئے اقوام عالم کی قیادت کے لئے جاری فرما دیا۔ یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ ہم مسلمانوں نے "خلافت راشدہ" کے اس ازل وابدی نظام کو جسے اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لیکر یوم مقررہ تک کے لئے نافذ و جاری فرمایا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف چار ارادوار پر مشتمل جان کر معدوم و مفقود

سمجھ لیا حالانکہ اس کائنات کو اپنے آخری انجام تک اس نظام کی ضرورت ہے اور رہیگی اور اسے وقت آخر تک نہ معدوم و مفقود کیا جاسکتا اور نہ مٹایا جاسکتا ہے کیونکہ یہ خالق و مالک کائنات کا جاری کردہ اور اسکی مرضی و منشاء کے مطابق جاری رہنے والا نظام ہے۔ چنانچہ "خلافت راشدہ" کے مشہور و معروف چار ادوار کے بعد بھی یہ "سلسلہ خلافت راشدہ" جاری و ساری ہے اور اس نظام کے تحت جسے آپ "نظام مرتضیٰ" یا سلسلہ ہائے طریقت یا مسلک تصوف یا راہ سلوک کچھ بھی نام دیں اپنے اصل مقاصد یعنی انسان کی رہبری و امامت کے لئے موجود اور منظم ہے۔ اولیائے کرام کا یہی نظام جس کے سربراہ و امام حضور مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا البوتراب علیہ السلام ہیں حقیقی معنوں میں "خلافت راشدہ" کا نظام کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ اس نظام طریقت کو نظام مرتضیٰ کہنے کا مقصد اور مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ حضور مولائے کائنات علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ اس کے مؤسس بانی یا موجد ہیں کیوں کہ یہ نظام جیسا کہ اس سے پہلے بھی میں کہتا رہا ہوں ازلی اور ابدی ہے اور اس کی چوتھے خلیفہ راشد سے نسبت صرف یہ ہے کہ "انقلاب مصطفیٰ" کو منظم کر کے خلافت راشدہ کو محض حکومت کی سربراہی و امور سلطنت کی نگرانی کی ذمہ داریوں کے مقصد تک محدود ہونے سے بچانے کے لئے اسے اصلاح و ارتقاء انسانیت کی اہم ذمہ داری کی طرف موڑ کر اس کے اصل مقصد یعنی "نفس امارہ" کی خونریزی اور ہلاکت آفرینی کے خلاف جہاد میں فتح حاصل کر کے انسان کو اس زمین پر خلیفۃ الارض کا حقیقی منصب عطا کرنے کا ذریعہ بنانے والے پہلے سربراہ خلافت راشدہ ہیں انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اہم ذمہ داری اور منصب کو پورا کرنے کی تربیت غار حرا میں خاص طور پر دی تھی یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

تربیت اور عطائے فیض باطنی ہی کا صدقہ تھا کہ حضرت علیؑ مولائے کائنات کے منصب پر فائز ہوئے کیوں کہ خالق کائنات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہوئے عظیم الشان "انقلاب مصطفیٰ" کی تکمیل فرما کر اپنی وہ نعمت جو کائنات کی خلافت و حکومت کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی تھی بدرجہ کمال تک پہنچا کر تمام کر دی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کائنات کے لئے اپنی رحمت کا ظہور فرمانے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خلیفہ کل کا وجود عطا فرمایا اور حضور نے اس "انقلاب مصطفیٰ" کو منظم کرنے کے لئے "میں جس کا مولا ہوں یہ علی اس کا مولا ہے" فرما کر علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام کو مولائے کائنات بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ چوتھے خلیفہ راشد نے مسجد کوفہ کے منبر سے ببا ننگ دہلی یہ اعلان فرمایا کہ "اس سے پہلے کہ میں (علیؑ) تم میں نہ رہوں، پوچھو لو جو کچھ پوچھنا چاہو، کیونکہ زمین سے حجاب اکبر (عرش) تک کوئی چیز ایسی نہیں جسے میں نہ جانتا ہوں۔" مولائے کائنات کا یہ اعلان سلونی، الشرب العزت کے اس ارشاد کے مطابق تھا کہ جو سورۃ النحل کی آیت "تبتا لیسویں اور سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات میں رازہائے نبوت اور اسکی حقیقت سے متعلق ہے۔ ان دونوں آیات میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ "پس اہل ذکر سے دریافت کرو (پوچھ لو) اگر تم علم نہیں رکھتے۔" چنانچہ سلونی کا اعلان ان رازوں کے لئے تھا جن کا انکشاف صرف محرم پر ہوا کرتا ہے نامحرم پر نہیں اور اہل ذکر محرم رازہائے نبوت ہوتے ہیں۔ چونکہ مولائے کائنات امام الذاکرین ہیں اس لئے یہ اعلان سلونی صرف ان کو اور ان کی عطا سے فیضیاب ہونے والوں ہی کو زیب دیتا ہے چنانچہ چوتھے خلیفہ راشد کے اس عظیم الشان اعلان کو اگر اس کے حقیقی معنوں میں سمجھا جائے تو اس کرۂ ارض کے لئے نجات کی راہ صاف ہو جاتی ہے۔ لیکن بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ ہر انسان نے اس اعلان کو بھی اپنے اپنے ذہنی رجحان اور اپنے

”نفس کی حالتوں کے معیار کے مطابق سمجھا۔ مادہ پرست تو اسے خالص مادی انداز میں پرکھنے اور سمجھنے پر مجبور تھے ہی لیکن ہمارے اس گروہ نے جو اپنے آپ کو ”علمائے دین“ کہلاتا ہے اس اعلان کو مادی سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش کی کسی نے آپ کو بکری اور کتے کے اشتراک سے پیدا ہونے والے بچہ کی جنس بتانے والا ”عالم“ قرار دیا اور کسی نے انڈے اور نیچے دینے والے جانوروں کی شناخت کرنے والا ماہر حیوانات قرار دیا۔ کسی نے مولائے کائنات کو محض بجلی پیدا کرنے کا ذریعہ بتانے والا سائنس داں قرار دیا اور کسی نے ستاروں کی تسخیر کی پیشین گوئی کرنے والا قرار دیا۔ کسی نے اعداد کا ماہر یعنی ریاضی کا عالم کسی نے سورج اور چاند کی پیمائش بتانے والا سائنس داں اور کسی نے ”علم نجوم جاننے والا نجومی قرار دیا۔ الغرض کہ۔

سے جتنی جس کو عقل تھی اتنا ہی وہ جانا نہیں

ہر کسی نے اپنے ہی رتبہ میں پہچانا نہیں

سورۃ الرعد کی آخری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :-

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا

بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَ اللَّهِ عِلْمٌ بِمَا كُنْتُمْ

ترجمہ :- ”آپ فرمادیں گے کہ میرے اور تم لوگوں کے درمیان (میری نبوت کے

بارے میں) خدا کی گواہی کافی ہے اور اس شخص کی کہ جس کو کتاب کا علم عطا ہوا ہے

جس میں کتاب کے اس علم کی تلاش تھی جو نبوت کی گواہی کے لئے خدا کی گواہی کے بعد

انسان کو سب سے معتبر اور شہادت دینے کا اہل بنا دیا کرتا ہے، انہوں نے یہ دریافت

نہیں کیا کہ مکھی کی انتڑیاں اس کے کچھلے حصے میں ہوتی ہیں یا اگلے حصے میں۔ انہوں

نے یہ بھی دریافت نہیں کیا کہ سائنس یا تمام مادی علوم میں انسان کس قدر ترقی

حاصل کر لے گا۔ انہوں نے یہ بھی نہیں پوچھا۔ کہ بجلی کی روشنی کیسے پیدا ہوگی۔
 انہوں نے ستارہ شناسی کا علم بھی نہیں پوچھا۔ بلکہ انہوں نے جو کچھ دریافت کیا وہ
 انسان کو زمین پر خلیفہ اور اشرف المخلوقات بنانے کا نسخہ تھا۔ چنانچہ خلیفہ
 چہارم کی ذات بابرکات کی معرفت اہل طریقت اولیائے کرام کے نزدیک یہ ہے
 کہ انہوں نے منبر سلونی سے اعلان "سلونی" کرنے والے علی ولی اللہ سے سوال
 کیا کہ حضور چار سال کی عمر شریف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکی تعلیم و
 تربیت کی بسم اللہ فرمائی۔ آپ ارشاد فرمائی کہ وہ کون سا علم تھا کہ جسکی یہ بسم اللہ
 تھی اور جسے نبی الامی نے حروف و الفاظ کے مادی وسائل (لکھنے پڑھنے) کے
 بغیر آپ کو عطا فرمایا اور اس علم کا طریقہ عطا کیا تھا۔ وہ کون سی عبادت تھی جس
 میں آپ اعلان نبوت سے سات سال پہلے سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کے شریک عبادت رہے تھے۔ اے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ راشد اور اس کے حبیب
 صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی مرشد ارشاد فرمائیے اور ہماری رہنمائی و رہبری کیجئے کہ
 "نفس امارہ" سے ہمیں کس طرح نجات میسر ہو سکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اولیائے کرام و
 صوفیائے عظام نے حضور مولائے کائنات علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام
 کے نظام خلافت راشدہ میں شامل ہو کر ان تمام سوالات کے جوابات فیوض و برکات
 کی شکل میں حاصل فرمائے۔ یہ فیضانِ علی ہی تھے کہ اولیائے کرام کو علم لدنی یعنی علم الکتاب
 کی حقیقت سے آشنائی حاصل ہوئی۔ یہ فیضانِ علی ہی تھے کہ اولیائے کرام کو ذکر و فکر کی
 عبادت کی معرفت اور تربیت عطا ہوئی۔ یہ فیضانِ علی ہی تھے کہ انہیں نفس امارہ کو نفس لواہ میں
 اور نفس لواہ کو نفس مطمئنہ میں تبدیل کرنے کی تعلیم و تربیت بخشی گئی۔ یہ فیضانِ علی ہی تھے کہ اولیائے کرام
 پیران عظام کو نظام خلافت راشدہ قائم رکھنے کیلئے اپنے خلفاء و کا انتخاب و تقرر کرنے کا سلیقہ عطا
 فرمایا گیا اور ایک معیار قائم فرما دیا گیا۔ اس طرح نظام طریقت اور اولیائے کرام کے سلاسل تصوف کو حیات
 ابدی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ سلاسل قیامت تک اپنے منصب پر فائز رہیں گے۔

نبوت کے ختم ہونے سے کار نبوت ختم نہیں ہونے
بلکہ انہیں جاری رکھا گیا ہے اور خلافت راشدہ
اس کی تنظیم ہے

۲۹ مئی ۱۹۸۱ء سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقہ علویہ کے زیر اہتمام
اور المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری
صاحب مدظلہ العالی کی زیر قیادت مختلف مزارات پر حاضری کے سلسلہ کی پانچویں
حاضری حضرت سید شاہ علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ واقع گل بانی متصل
ریلے لائن پردی گئی۔ نیاز و فاتحہ کے بعد عوام میں لنگر تقسیم کیا گیا حاضری کے
کثیر اجتماع سے: ذکر الہی کے قرآنی فیضان اور انقلاب مصطفیٰ و نظام مرتضیٰ کے
موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب
مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوٹری، یسری اور چوتھی آیات
کے ساتھ تیرھویں پارہ سے سورۃ الرعد کی آخری اور سترھویں پارہ سے سورۃ
الانبیاء کی ساتویں آیات کی روشنی میں فرمایا کہ۔

اللہ رب العزت نے اس زمین پر اپنی خلافت راشدہ کا نظام قائم کرنے
اور اس نظام کو ٹھیک ٹھیک رکھنے کی ذمہ داری حضرت آدم علیہ السلام کے
سپرد کرنے سے پہلے انہیں جن منازل و مقامات سے گزارا اور ان کی سرشت
میں: "نفس امارہ" کو شامل کر کے اس کی زمین پر فساد برپا کرنے اور خونریزی کرنے
کی جبلت یا خصوصیت کو تبدیل کرنے کے لئے پختن پاک کے اسمائے نوری سے

فیضان حاصل کر کے "نفس امارہ" کو حالت "نفس لوامہ" پر لے آنے کا جو مرحلہ طے کرایا اور اس کے بعد نفس لوامہ کو "نفس مطمئنہ" کا جامہ پہنا کر مقامات و درجات اعلیٰ کے ساتھ دوبارہ اپنی جنت میں داخلہ کا جو ٹکٹ جاری فرمایا سب منازل و مراحل یا مقامات دراصل راہ سلوک کی اقتصادی کارروائی کے طور پر ظہور میں لائے گئے تھے تاکہ قیامت تک اولاد آدم کے لئے سبق اور رہبری کا ذریعہ بن سکیں۔ درحقیقت یہی سلوک کی وہ راہ تھی جس پر چل کر حضرت آدم علی نبینا علیہ السلام منصب نبوت پر فائز ہوئے جو ان کی آخری منزل تھی۔ یہ بات قرآن کریم ذکر حکیم نے اس طرح واضح کر دی ہے کہ اس میں دو رائے ہو ہی نہیں سکتیں کیونکہ اس کتاب محکم میں حضرت آدم علیہ السلام کے واقعات کو جس تسلسل اور ربط کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ہے اس سے پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ معبود حقیقی نے سب سے پہلے حضرت آدمؑ کی نبوت کا نہیں بلکہ ان کے لئے اللہ رب العزت کی خلافت راشدہ اور نیابت اولیٰ کا اعلان فرمایا اور جنت الفردوس ان کا مسکن قرار پایا۔ یہی وہ مقام تھا کہ جہاں شیطان مردود ابلیس ملعون نے "نفس امارہ" کی فتنہ انگیز جبلت سے سازش کر کے حضرت آدم علیہ السلام سے وہ عمل سرزد کرایا جس کے نہ کرنے کے احکامات مالک و خالق حقیقی نے جاری فرمائے تھے۔ یہی بات حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر پہچانے کا باعث و سبب ہوئی اور اسی مقام سے اس عمل کا آغاز ہوتا ہے کہ جس کے ذریعہ اسمائے نوری کے فیضان سے حضرت آدمؑ نے نفس امارہ کو حالت نفس لوامہ میں تبدیل فرمایا۔ نفس کی اس حالت کو قرآن کریم ذکر حکیم نے انتیسویں پارہ میں سورۃ القیامہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ وہ "نفس امارہ" کی فتنہ و فساد اور گنہگاری کی جبلت کی کارکردگی پر شرمندہ نام، خجل اور منفعل ہو کر اللہ رب العزت کی

بارگاہ میں توبہ و استغفار میں مصروف ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت آدمؑ روایات کے مطابق تین سو سال گریہ و زاری اور توبہ و استغفار میں مبتلا رہے اور پینچتن پاک کے اسمائے نوری کے وسیلہ سے جب انکی توبہ کو شرف قبول عطا ہوا تو ان کا نفس حالت لوامہ سے مطمئنہ میں تبدیل ہو گیا اور انہیں دوبارہ اللہ رب العزت کی جنت میں داخلہ کا ٹکٹ مل گیا۔ اس طرح اولاد آدم کو جنت الفردوس تک پہنچنے والے راستہ کی رہبری اور اللہ رب العزت کی خوشنودی کی رشد و ہدایت قیامت تک کے لئے فراہم ہو گئی۔ اس مقام تک پہنچنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی یجانی سے سلسلہ نسل انسان شروع ہوا اور اس نسل انسان کی رہبری و رشد و ہدایت کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کا منصب نبوت پر فائز ہونا ضروری ہو گیا کیونکہ اللہ رب العزت نے حضرت آدمؑ کو "نفس امارہ" کی آلائشوں بلکہ نفس لوامہ کی حالت سے بھی پاک و صاف فرما کر معصوم کر دیا تھا اور یہ عصمت نبوت کی خصوصیت بن کر حضرت آدم کو تفویض ہو چکی تھی۔ اس لئے اللہ رب العزت کی خلافت راشدہ منصب نبوت کے ساتھ ساتھ جاری رہی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہر نبی جو تخلیقی طور پر معصوم ہوتا تھا کہ حضرت آدم نے نفس امارہ کو نفس مطمئنہ کی پاکیزگی سے ہمکنار کر دیا تھا، منصب نبوت کے ساتھ اس زمین پر اللہ رب العزت کا نائب اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اس نظام ارضی کی اصلاح اور اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کا صحیح اجرا کرنے پر مامور ہوتا رہتا تھا تاکہ حضور اکرمؐ نور مجسم فخر نبی آدم صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ رب العزت کا نور ہیں اس کی رحمت مجسم میں ظہور فرما ہوئے اور دنیا کو اس "انقلاب" سے سرفراز فرمایا جسے "انقلاب مصطفیٰ" یعنی اسلام کہا جاتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ جب اسلام کو ایک دین مکمل کی حیثیت حاصل ہو گئی

تو قیامت تک کسی اور نبی کے آنے کی نہ ضرورت باقی رہی اور نہ گنجائش۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پوری کائنات کے لئے قیامت تک جاری و ساری رہے گی لیکن رشد و ہدایت کی ضرورت بنی نوع انسان کو آج بھی ایسی ہی ہے جیسی ماضی کے کسی اور زمانہ میں تھی۔ رشد و ہدایت کا صرف ایک ذریعہ جو منصب خلافت راشدہ کے طور پر روز اول ہی سے حضرت آدم علیہ السلام کو تفویض فرمایا گیا تھا قیامت تک جاری و ساری رہ کر اس ضرورت کی تکمیل کا باعث رہ گیا تھا اور اس منصب پر اللہ رب العزت کے خلفائے راشدین کی حیثیت سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ان بندوں کو جو نبی اور موصوم نہ ہونے کے باوجود رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیں یہ ذمہ داری سپرد ہونی تھی۔ اللہ رب العزت نے "انقلاب مصطفیٰ" کی تکمیل کے بعد اس نظام رشد و ہدایت کی تنظیم اس حسین و جمیل انداز سے فرمائی کہ یوم الحساب تک ہر عہد اور ہر دور میں "نظام اسلام" بغیر کسی جھول اور خامی کے قائم و جاری رہے کیونکہ شیطان ملعون ابلیس مردود نے روز اول ہی اللہ رب العزت سے اس بات کی مہلت طلب کر لی تھی کہ اسے ابد تک اولاد آدم کو احکام ربانی کی نافرمانی کے لئے ورغلا کر اور "نفس امارہ" کی جبلت اور خصلت کو بروئے کار لاکر زمین پر فتنہ و فساد اور خونریزی برپا کرنے اور گمراہی کے تباہ کن غار میں دھکیلنے کی اجازت دی جائے۔ معبود برحق مالک و خالق کائنات نے اسے اسکی اجازت تو دیدی لیکن شرط عائد فرمادی کہ ہمارے بندوں پر تیرا بس نہیں چلیگا جیسا کہ پتھر صوں پارہ میں سورہ بنی اسرائیل کی ۶۵ آیت میں ارشاد فرمایا اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَاَنْتَ كٰفِيۡ بِرَبِّكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُ (ترجمہ) بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور ان کے لئے تیرا رب کافی ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے ان بندوں کو اس خاص تحفظ کے شرف سے نوازا کہ اپنی خلافت راشدہ کے لئے جن لیا۔ اللہ تعالیٰ کے یہ

بندے اگرچہ کہ معصوم نہیں ہیں مگر اللہ رب العزت کی اس مخصوص امان نے انہیں
 "مامون" کر دیا ہے تاکہ نبوت کے خاتمہ پر نبی کی جگہ جو معصوم من اللہ ہوتا تھا خلافت
 راشدہ کے منصب پر خلیفہ راشد فائز ہو تو وہ "مامون من اللہ" ہو۔

خلافت راشدہ کو جاری و قائم کرنے کی غرض سے سلسلہ بیعت کا اجراء ظہور
 میں لایا گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو اللہ رب العزت
 نے اپنا ہاتھ قرار دیکر "بیعت کے لئے جواز پیدا فرمایا کیونکہ کائنات کی ہر شے
 مدہ نسل انسانی کے اللہ رب العزت کی ملکیت ہے اور ملکیت مالک ہی کے
 ہاتھ اور اسی کے حق میں بیع ہو سکتی ہے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کے ہاتھ کو اللہ رب العزت نے اپنا ہاتھ قرار دیکر چھبیسویں پارہ میں سورۃ الفتح
 کی دسویں آیت میں ارشاد فرمایا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۗ وَبِاللَّهِ فَنُوقَ
 أَيْدِيهِمْ ۗ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۗ وَمَنْ أَوْفَىٰ
 بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهِ اللّٰهُ فسنؤتيه اجرًا عظيمًا ۝

(ترجمہ) بیشک وہ لوگ جو آپ کی بیعت کرتے ہیں (حقیقت میں) وہ تو اللہ ہی
 کی بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ ہی کا ہاتھ ہے۔ پس جس نے عہد کو توڑا
 تو اس نے (اپنی جان کے خسارہ کے لئے) اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا
 کیا وہ عہد جو آپ کے ہاتھ پر) اس نے اس سے کیا تھا تو اللہ تعالیٰ بہت جلد اسے
 اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اس ارشاد باری کی روشنی میں "نظام اسلام" کی اسامی
 صورت یہ ہے کہ نبوت کے ختم ہونے سے کار نبوت ختم نہیں ہوتے بلکہ انہیں
 جاری رکھا گیا ہے اور خلافت راشدہ اس کی تنظیم ہے اور اس کے نظم و ضبط
 میں نبی کا کردار خلیفہ راشد کے ذمہ آگیا ہے جو معصوم نہ ہونے کے باوجود "مامون

من اللہ ہونے کی حیثیت سے کار نبوت جو اب سر اسرکار ولایت و امامت ہیں انجام دینے کا پوری طرح اہل ہے۔ اس لئے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے "انقلاب مصطفیٰ" نے افراد کی اصلاح کے ذریعہ ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کر دی تو "نظام اسلام" کا وجود ضروری ہو گیا کیونکہ کوئی بھی انقلاب اپنی افادیت اس وقت تک برقرار نہیں رکھ سکتا جب تک کہ اسے "نظام" نہ بنا دیا جائے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ وآلہ وسلم نے اللہ رب العزت کے دین کو انقلابی تنظیم بخشی اور خلافت راشدہ کا آغاز حضور کے اصلاح یافتہ پانچ صالحین اور مخلصین اللہ کے بندوں سے ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی حیثیت سے منصب خلافت راشدہ ہدایت پر تمکن کیا گیا۔ نظام اسلام نے ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کر دی تھی۔ معاشرہ کا سیاسی نظم و نسق جو اقتدار و حکومت کی شکل میں اور سلطنت کی محدود مادی ذمہ داری سے متعلق ہوتا ہے خلافت راشدہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اس لئے خلیفہ راشد امیر سلطنت و حکومت کی ذمہ داریوں پر بھی عادی و مقدر ہوا یہی صورت حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی قائم رہی جو براہ راست اور بلا فصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے کیونکہ حضرت عمرؓ کی بیعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہاتھ پر تھی جو اللہ رب العزت کی بیعت تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر خلافت راشدہ ہدایت عطا نہیں کی تھی بلکہ خلیفۃ الرسول اور خلیفہ راشد کی حیثیت سے ان کا نام تجویز فرما کر مسلمانوں سے ان کی بیعت کرنے کی سفارش فرمائی تھی۔ یہی صورت حال تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک تھی کہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقرر کردہ ایک انتخابی کمیٹی نے حضرت عثمان کو نامزد کر کے مسلم معاشرہ سے اپیل کی تھی کہ وہ خلیفۃ الرسول کی حیثیت سے ان کے حق پرست پر بیعت کریں۔ لیکن چونکہ خلیفہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام پر مسلم عوام الناس کی طرف سے خلیفۃ الرسول کی حیثیت سے خلافت راشدہ کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے بے حد اصرار کیا گیا اور زور دیا گیا لوگوں نے ان کے گھر جا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کو مجبور کرتے رہے تا آنکہ آپ اس کے لئے تیار و آمادہ ہو گئے۔ آپ نے اپنے بوجہ پانچواں خلیفہ راشد سیدنا امام حسن کو مقرر فرمایا۔

محولہ بالا سورۃ الفتح کی آیات کے مطابق اللہ رب العزت کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کر کے تربیت پلنے والے یہ چاروں خلیفہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے خلفائے راشدین ہیں اس کے بعد پانچویں خلیفہ راشد خود سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش شفقت میں پلے ہوئے نواسہ و فرزند رسول حضرت مولا امام حسن علیہ السلام ہیں اور ان کا دور راشد ہدایت ہی وہ پہلا دور ہے جس میں نظام خلافت راشدہ سلطنت و حکومت کی مادی ذمہ داریوں سے علیحدہ کر کے قائم کیا گیا۔ مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے زیر تربیت رہ کر مقامات سلوک کی وہ منازل جو حضور امام عالی مقام مولا حسن علیہ السلام نے طے کی تھیں وہ وہی تھیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی کریم اللہ وجہ کو غار حرا میں تعلیم تصوف اور عبادات ذکر و فکر کے ذریعہ طے کرائی تھیں۔ اس طرح امام عالی مقام مولا سیدنا حسن علیہ السلام نے طریقت محمدی کے سلاسل جو راشد ہدایت کی خلافت سے وابستہ تھے جاری فرمائے اور اللہ رب العزت کی خلافت راشدہ کے اس سلسلے کو جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

دست نوری کو اپنا ہاتھ قرار دے کر خلافتِ رسول کی حیثیت سے جاری فرمایا تھا چار ابتدائی دور پورے کر لینے کے بعد پانچویں دور میں اقتدار حکومت اور مادی سلطنت کی امارت سے بالکل علیحدہ کر کے خالصتاً روحانی اور دینی نظم و ضبط کے ساتھ "نظام مرتضیٰ" کی حیثیت سے مولائے کائنات علی المرتضیٰ شیر خدا ابوتراب علیہ السلام کی ان تعلیمات اور تربیت کو جاری کر کے جو مولائے کائنات علی علیہ السلام نے غار حرا میں حضور اکرم سے حاصل فرمائی تھیں شیطان اور "نفس امارہ" کی فتنہ پردازوں اور خونریزوں کے سدباب کا نظام قائم فرمایا جسے آپ نظامِ خلافت راشدہ، نظامِ مرتضیٰ، نظامِ اسلام یا راہِ سلوک اور سلاسلِ تصوف و طریقت جو چاہیں نام دیں لیکن حقیقت میں یہ وہی خلافت راشدہ ہے جس کی ابتداء اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر خلیفہ بنا کر فرمائی تھی اور جو اولادِ آدم کے لئے قیامت تک مخصوص رہے گی اور اللہ رب العزت کے وہ "مامون" بندے اس منصبِ جلیلہ پر مقرر ہو کر "خلافت" سے نوازے جلتے رہیں گے جنہیں غار حرا کی تعلیم سے کچھ نہ کچھ فیضان حاصل ہوں گے۔ غار حرا میں تعلیم پانے والے مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ راشد ہیں جنہوں نے ان تعلیمات اور اس طاعتِ محمدی اور تربیتِ عبادت الہی کو جسے عام طور پر ذکر و فکر کہا جاتا ہے حضور سے براہِ راست حاصل فرما کر قیامت تک سلاسلِ تصوف کے ذریعہ انسانیت کی فلاح اور "نفس امارہ" کی ہلاکت خیزی و شیطانِ لعین کی ریشہ دوانیوں سے نسلِ آدم کو بچانے کے لئے ایک نظام کی شکل عطا فرمائی۔ یہ کوئی مخفی بات نہیں ہے، مسلمانوں کا ہر طبقہ اور ہر فرقہ جانتا بلکہ مانتا ہے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذکر و فکر کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ یہ وہی عبادت ہے کہ جس کا مطالبہ حضرت

موسیٰ نے اللہ رب العزت سے نبوت کی ذمہ داریاں سنبھالتے وقت کیا تھا اور ان کی وہ دعا جو مسلمانوں میں بہت رائج اور مشہور ہے بلکہ ہر نماز کے بعد امام مسجد اللہ رب العزت سے اسی دعا کو طلب کرتے ہیں، سو لوہوں پارہ میں سورۃ طہ کی پچیسویں آیت سے لیکر پینتیسویں آیت تک چھوٹی چھوٹی مگر بہت اہم گیارہ آیات پر مشتمل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۙ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۙ وَاجْعَلْ لِي سَائِغًا ۙ وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۙ هَارُونَ أَخِي ۙ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ۙ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ۙ كَيْ نَسَبَحَكَ كَثِيرًا ۙ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ۙ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ۙ

(ترجمہ) : اے میرے رب میرے کام کے لئے میرا راستہ کھول دے (۲۵) اور میرا کام آسان کر دے (۲۶) اور میری زبان کی گرہ کھول دے (۲۷) کہ وہ میری بات سمجھیں (یا میری بات کا ان پر اثر ہو) (۲۸) اور میرے گھر والوں میں سے ایک کو میرا وزیر کر دے (۲۹) وہ میرا بھائی ہارون ہو (۳۰) اس سے میری کمزوری مضبوط کر دے (۳۱) اور اسے میرے کام میں شریک کر دے (۳۲) تاکہ ہم تیری تسبیح بکثرت کریں (۳۳) اور بکثرت تیرا ذکر کریں (۳۴) بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے (۳۵) اللہ رب العزت کی کتاب محکم نے یہ شہادت پوری طرح دی ہے کہ کار نبوت کی انجام دہی کے لئے حضرت موسیٰ نے جو کچھ اللہ رب العزت سے طلب فرمایا اس کے حاصل ہونے کے بعد حضرت موسیٰ ذکر و فکر اور تسبیح و تحلیل کی نعمت کے مالک ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ ان آیات قرآنی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک کی بھی پوری طرح تائید فرمادی ہے۔ جس میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ "میرا اور علیؑ کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ موسیٰ اور ہارون کا مگر میرے بعد نبی نہیں ہو گا۔" حضرت

علی علیہ السلام نبی نہیں ہیں لیکن اللہ کے ولی اور اس کے رسول کے وصی ہیں اور اب کار نبوت کا رامت سے پایہ تکمیل کو پہنچتے رہیں گے کیونکہ حضور نے ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میری امت کے علمائے حقیقی (اولیائے کرام) نبی اسرائیل کے پیغمبروں جیسا کام انجام دیں گے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت موسیٰ جو نبی اسرائیل کے جلیل القدر پیغمبر نبی اور رسول ہیں اپنے کام میں قرآنی شہادت کے ساتھ بکثرت "تبیح و تحلیل" اور بکثرت ذکر الہی کو نہ صرف شامل کرتے ہیں بلکہ اسے مال کار قرار دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بکثرت ذکر الہی اور تبیح و تحلیل کی عبادات کے بغیر نہ تو خلافت راشدہ کا نظام چل سکتا ہے اور نہ شیطان ملعون اور نفس امارہ کی گرفت سے نجات حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ ذکر الہی کے بغیر کوئی مسلمان اللہ رب العزت کے نزدیک مومن ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کی وضاحت نویں پارہ میں سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات میں فرمادی گئی ہے کہ "بیشک وہی مومن ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ اس کی نشانیوں کا مطالعہ اور مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ اور توکل کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ انہیں اللہ نے عطا کیا ہے اس کی خوشنودی کے لئے اسکی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں اور ان کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجات اور مقامات ہیں اور ان ہی کے لئے مغفرت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور ان کو عزت و حرمت کی روزی عطا ہوتی ہے" ان ارشادات باری کی روشنی میں یہی حضرات اللہ رب العزت کی خلافت راشدہ پر متمکن ہو کر شرف انسانی کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ آخری مرحلہ میں اللہ رب العزت کی خلافت راشدہ کا نظام نبوت اور امامت کے بعد ولایت کے ذریعہ جاری و ساری ہے

اور انشاء اللہ یہ نظام خلافت راشدہ ظہور امام مہدی علیہ السلام تک
اولیائے کرام ہی کے ذریعہ جاری و ساری رہیگا۔

معراج نبوی پر یقین رکھنے اور ایمان لانے والوں کیلئے

یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ معراج کی حقیقت پر بھی

ایمان رکھتے ہوں اور حضور کی ذات والا صفات

اور جسم اطہر کو اپنے جسموں کی طرح محض گوشت پوست

اور خون و استخوان کا مجموعہ بھی سمجھیں

۵ جون ۱۹۸۱ء - سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے زیر اہتمام اور المرکز
المشاخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری
صاحب مدظلہ العالی کی زیر قیادت مختلف مزارات پر حاضری کے سلسلہ کی
چھٹی حاضری حضرت غازی سید یوسف شاہ صاحب مودی رحمۃ اللہ علیہ
کے آستانہ واقع منوڑہ (جزیرہ) پر دی گئی۔ نیاز و فاتحہ کے بعد عوام میں تبرک
تقسیم کیا گیا۔ حاضرین کے کثیر اجتماع سے ذکر الہی کے قرآنی فیضان اور انقلاب مصطفیٰ
و نظام مرتضیٰ کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب
مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ انفال کی دوٹری، تیسری اور چوتھی آیات

کے ساتھ تیرھویں پارہ سے سورۃ الرعد کی آخری اور سترھویں پارہ سے سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات کی تشریح بیان فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ۔

کائنات کا وجود، اسکی ہر شے کا ارتقاء اور مرحلہ فنا اس بات کا شاہد ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا خالق و مالک حقیقی یہ سب کچھ پیدا کرنے سے پہلے اپنی ذات و صفات کمال اور شان جمال و جلال کے ساتھ واحد و تنہا مقام "احدیت" میں جلوہ افروز تھا۔ اپنی رحمت و جمال اور قہر و جلال کے لاتعداد صفات کے ساتھ اس نے جب ارادہ فرمایا کہ "پہچانا جاؤں" تو اپنی رحمت و جمال کا ظہور فرما کر "کن" سے کائنات کو وجود بخش دیا تاکہ اسکی رحمت کی معرفت سے مخلوق اس کی ذات کو پہچانے۔ اس طرح بے شمار انقلابات کو جلو میں لئے ہوئے جب یہ نظام کائنات وجود میں آیا تو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس نظام کائنات کو درست رکھنے کے لئے مخلوق میں ایک تخلیق سب سے افضل و مشرف ہو جو وقت معلوم تک مالک و خالق کی نیابت و خلافت کی ذمہ داریاں پوری کر سکے۔ چنانچہ بشریت کے جامہ میں آدم (علیہ السلام) کی تخلیق عمل میں آئی اور اسے صفات انسانیت سے متصف کرنے کے لئے رحمت کے اسمائے نوری سے متعارف و روشناس کرا دیا گیا تاکہ اسکی بشری جبلت میں بدی کی قوتوں کے وجود کے ساتھ ہدایت کے نور سے حاصل ہونے والی مغفرت و بخشش تو ازن پیدا کر دے۔ یہ اس نیابت الہیہ یا خلافت راشدہ کی ابتداء تھی جس کا وجود اس کائنات کی بقا و قیام تک لازم و ملہب ہی ہے اور درحقیقت یہی باعث تخلیق آدم ہے اور یہی شرف آدمیت بھی لیکن جب انسانیت کی تیسرے مرحلہ آیا اور انسانوں کے لئے دین اسلام کو مکمل کر دیا گیا تو بشریت کو کمال انسانیت کا اعزاز عطا ہوا اور انسانیت کو پیکر بشری میں نور حق جو "نور من نور اللہ" ہے کے وجود سے عرش تک رسائی حاصل ہوئی اور ذات رحمن و رحمت کی یکجائی بہ این

صورت زیبائی کہ یہ عبد و معبود کے درمیان فرق کا باعث ہو انسان کے مقدر میں آئی۔ مزہ یہ ہے کہ یہ معراج کمال نہ انسان کا طرہ امتیاز ہے نہ بشر کا اور نہ آدمی کا بلکہ یہ خلیفۃ اللہ اور اس مخلوق کا طرہ امتیاز ہے جس کو بیشک انسان کہا جاتا ہے اور بشر گنا جاتا ہے کیونکہ وہ اسکی مثال اور ان کا ہم شکل تو ہے لیکن اسکی اصل اور ہے جو صرف مثال کے لئے مشکل کی گئی ہے جبکہ اپنے جوہر نوری اور ذات و صفات ظہوری کے اعتبار سے مختلف ہے۔ یہ ذات والا صفات حضور سرور کونین نور عین رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جنہوں نے اشرف المخلوقات کہلائی جانے والی خاکی مخلوق کو اپنے برپا کئے ہوئے انقلاب مصطفیٰ کے ذریعہ اس نوری مقام تک پہنچایا جو اس کا حقیقی شرف تھا اور اسے اپنی صفات سے نوازا کہ ان صفات کا اہل بنایا کہ جن کی پاکیزگی کے باعث عبد و معبود کے درمیان پردہ برائے نام یا پردہ برائے پردہ ہی رہ جاتا ہے۔ یہ حقیقت کوئی معجزہ نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے کھلے ہوئے گمراہوں کو ایمان کی دولت سے نوازا اور پھر انہیں مشاہدہ یا مطالعہ کے ذریعہ اللہ رب العزت کی آیات سے باخبر اور متعارف کرایا۔ اس کے بعد ان کے "نفوس امارہ" کا تزکیہ فرمایا کہ انہیں پاکیزگی کی دولت عطا فرمائی اور جب وہ "علم الکتاب" کے متحمل ہونے کے اہل ہو گئے تو انہیں علم کی نعمت عطا فرما کر صاحب حکمت بنا دیا اب یہی حضرات سورۃ الرعد کی آخری آیت کے مطابق حضور علیہ السلام کی نبوت کی گواہی کے صحیح حقدار و مستحق ہوئے اور یہی حضرات علم کے اس خزانہ سے مالا مال ہوئے جن کے بارے میں سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیت بتا رہی ہے کہ نہ جاننے والو! اگر نبوت کے بارے میں کچھ جاننا چاہتے ہو تو اس کی حقیقت اہل ذکر سے پوچھ لو اس لئے کہ اہل ذکر ہی وہ صاحبان کمال ہیں جو اس زمین پر اللہ رب العزت کے

خلیفہ اور صحیح وارث نبوت ہیں کیونکہ انہوں نے انقلاب مصطفیٰ سے پوری طرح اپنے آپ کو بہرہ ور کیا ہے اور انقلاب مصطفیٰ نے انہیں اس معراج کمال تک پہنچا دیا ہے جہاں عبد و معبود میں پردہ نامحرموں کے لئے باقی رہتا ہے۔ یہ تدریجی عمل اللہ رب العزت کے ذکر سے وابستہ ہے جو ان کے قلوب میں خوف خدا یعنی تقویٰ پیدا کر کے انہیں متوکل اور پاکیزہ کر دیتا ہے اور اس کے بعد وہ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ نماز قائم کریں جو درحقیقت معراج المومنین ہے کیونکہ یہی حضرات اللہ رب العزت کے ارشاد کے مطابق سچے مومن ہیں انہی کے لئے ان کے رب کے پاس درجات بلند ہیں اور مغفرت و عزت کی روٹی کے دروازے ان پر ہمیشہ کے لئے کھول دیئے گئے ہیں۔

میرے عزیزو! تھوڑا سا غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ جانا مشکل نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ معراج بھی اسی "انقلاب مصطفیٰ" کا ایک حصہ ہے جسے نظام کی شکل دے کر قیامت تک مومن انسانوں کے لئے جاری و ساری کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ یہ معراج دو حصوں پر مشتمل ہے یا دو مرحلوں کی حامل ہے۔ اس کا پہلا حصہ یا مرحلہ "اسری" ہے جو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر ہے اور یہ معراج کے سفر کی ابتداء ہے۔ دوسرا حصہ اس عروج پر مشتمل ہے جس میں حضور کو "حضور ربی ذات باری" تک مشاہدوں کے سلسلہ سے نوازا گیا۔ اس طرح معراج مادی اور لوری دونوں مرحلوں کے ذریعہ مکمل ہوئی۔ یہ بھی سب جانتے ہیں کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر خالص مادی سفر ہے کیونکہ دونوں مقامات اس مادی زمین پر موجود ہیں۔ معراج نبوی پر یقین رکھنے اور ایمان لانے والوں کے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اس معراج کی حقیقت پر بھی ایمان رکھتے ہوں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

ذات والصفات اور حضور کے جسم الہیہ کو اپنے جسموں کی طرح منہ گوشت پیست اور خون و استخوان کا مجموعہ سمجھیں۔ تھوڑی دیر کے لئے آپ قلب کی تصدیق والا ایمان رکھنے والے مومنوں کو جانے دیں اور صرف ان ایمان والوں کی بات کریں جو "عقل کی تصدیق سے ایمان لائے ہیں۔ وہ بھی اس بات پر مجبور ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جسم اطہر کو جس نے اس مادی دنیا کے دور دراز مقامات کا سفر بھی اسی رات کے تھوڑے سے وقفہ میں بغیر کسی مادی سواری کے براق کے ذریعہ طے کیا ہے مادی اور کثیف گوشت و پوست اور خون و استخوان کا مجموعہ سمجھنے کی جگہ ہر مادی کثافت و آلائش سے پاک اور نوری تصور اور تسلیم کریں کیوں کہ ان کے پاس اس کے سوائے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اہل معرفت اور نظام مرتضیٰ سے وابستہ اولیاء کرام اس مادی دنیا میں ہمیشہ اس معراج کی عملی شہادت پیش کرتے رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس معراج کی تصدیق کے لئے امت محمدیہ میں ایسے افراد کا سلسلہ جاری فرمادیا ہے جو قیامت تک انقلاب مصطفیٰ کے اصولوں کے تحت "تزکیہ نفس کے ذریعہ حضور کے پاکیزگی بخشنے کے عمل کا مثالی مشاہدہ کرتے رہیں گے۔ جب "تزکیہ نفس" ہو جائیگا تو آلائش نفوس سے نجات کے بعد یہ خاکی نوری ہو جائیگا اور اس کا وہ نوری جوہر جو اسے "انقلاب مصطفیٰ" نے عطا کیا ہے اس کو اس قاب بناوے کا کہ "معراج مصطفیٰ" کے نینان سے بہرہ ور ہو سکے۔ چنانچہ اولیائے کرام و صوفیائے عظام اس معراج نبوی کے صدقہ میں اپنے اپنے دائرہ عمل اور اپنے اپنے درجہ اور مقام پر معراج سے مستفیض ہوتے رہے ہیں معراج غوثیہ جو حضور غوث الاعظم کو عطا ہوئی اور معراج بایزید بسطامی اس کی شہادت دیتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی معراج کے فیضان کا یہ سلسلہ ان اولیائے کرام میں قیامت تک جاری رہے گا جو۔ "نفس کی آلائشوں۔ سے پاک ہو کر۔" انقلاب مصطفیٰ کے فیضان سے فیضیاب ہو چکے ہیں اور نظام مرتضیٰ کو جاری و ساری رکھنے کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ ساتھ اس زمین پر اللہ رب العزت کی خلافت راشدہ کے امین و وارث ہیں۔ یہ حضرات انسانیت کے پردہ میں چھپی ہوئی درندگی سے اولاد آدم کو نجات دلانے اور اس کے دو بڑے دشمنوں۔ "نفس امارہ اور ابلیس ملعون و شیطان مردود کی فتنہ پردازیوں سے بچانے کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہیں گے۔

بخیر ذکر و فکر کے نماز کس طرح فواحشات و منکرات سے بچا سکتی ہے

۶ جون ۱۹۸۱ء۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقہ علویہ کے زیر اہتمام اور مرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی کی زیر قیادت مختلف مزارات پر حاضری کے سلسلہ کی ساتویں حاضری سلطان الاولیاء حضرت پیر سید غائب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار واقع کیمٹری پردی گئی۔ نیاز و فاتحہ کے بعد عوام میں تبرک تقسیم کیا گیا۔ حاضرین کے کثیر اجتماع سے "ذکر الہی کے قرآنی فیضان اور انقلاب مصطفیٰ و نظام مرتضیٰ کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے شیخ المشائخ

حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالم نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دسویں، تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ تیرھویں پارہ سے سورۃ الرعد کی آخری اور سترھویں پارہ سے سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات کی روشنی میں فرمایا کہ۔

اس مادی دنیا میں کوئی انتظام حکومت و سلطنت یا نظام سیاست اس وقت تک "اسلامی" نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے اللہ رب العزت کے قائم کردہ خلافت راشدہ ہدایت کے زیر اثر اور تکرانی میں رد بہ عمل نہ لایا جائے کیونکہ روز ازل ہی سے اللہ رب العزت نے اس زمین پر اپنی خلافت کے قیام کے اعلان کے ساتھ نیکی کی قدرت اور بدی کی طاقتوں کے بشری نظام کے تحت حضرت آدمؑ کی سرشت میں داخل "نفس امارہ" اور شیطان کو بدی کی طاقت کے طور پر اور اسمائے نوری کے علم کو نیکی اور مغفرت و بخشش کے وسیلہ کی حیثیت سے مختلف کرداروں کی کارکردگی کا عملی مظاہرہ کر کے واضح لائحہ عمل مقرر فرمادیا ہے۔ ہم اگر اس معاملہ کو سمجھنے کے لئے تیار اور اس پر غور کرنے کے لئے آمادہ ہی نہ ہوں تو یہ اور بات ہے ورنہ حقیقت تو اظہر من شمس ہے۔ یہ بات کوئی عقده لاینحل نہیں ہے کہ ناجائز خواہشات کا وجود ہی جو "نفس امارہ" کی خونریزی اور فتنہ پردازی کی خصوصیت کی تکمیل کا ذریعہ ہوتا ہے دنیا کی ہر برائی و شرکی جڑ ہے اور ہر نظام زندگی میں یہی باعث گمراہی ہے۔ اللہ رب العزت نے سرشت بشری کو اسی گمراہی بلکہ فتنہ پردازی و خونریزی کی تخم ریزی سے پاک کرنے کے لئے اپنے حبیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو اس کی رحمت نوری ہیں جامعہ بشری میں بھیجا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انقلاب پاکیزگی کے ذریعہ حضرت آدم علیہ السلام (جنہیں جنت سے نکالا گیا تھا) کی اولاد کو

دوبارہ جنت میں داخل ہونے کے قابل بنا کر: "مسجود الملائیکہ" کے اعزاز کا صحیح مستحق اور وارث ہونے کی اہلیت عطا فرمادی اور ثابت فرمادیا کہ فرشتے جو اللہ رب العزت کی حمد و تسبیح کرنے کے باعث اپنے آپ کو قابل فخر اور زمین پر اللہ رب العزت کا خلیفہ ہونے کا مستحق سمجھتے تھے اس خاکِ بشر کی نماز اور دوسری عبادات کے علاوہ اللہ رب العزت کی حمد و ثنا، اس کی تسبیح و تحلیل اور ذکر و فکر میں منصبِ اعلیٰ کی گرو کو بھی نہیں پہنچ سکتے کیونکہ اس خاکِ بشر کو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے "نفس امارہ" کی الائنشوں سے پاک کر کے وہ "علم الكتاب و حکمت" عطا فرمادیا ہے کہ وہ شیطان کے قابو سے نہ صرف مامون و محفوظ رہے گا بلکہ بدی کی تمام طاقتوں پر غالب آکر مسجود الملائیکہ ہونے اور اللہ کی اس زمین پر اللہ کی حکومت قائم کر کے اللہ کی نیابت کا فرض انجام دینے کا صحیح مستحق ہو جائے گا جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پانچویں پارہ میں سورۃ النساء کی ایک سو تین ویں آیت میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَادْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قَعُودًا وَّ عَلٰى جُنُوبِكُمْ
 فَاِذَا اَظْمَأْتُمْ فَاقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ
 كِتَابًا مَّوْقُوْتًا ۝

(ترجمہ) "پس جب تم نماز پڑھ کر فارغ ہو جاؤ تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے، کروٹوں پر۔ پھر جب اطمینان ہو جائے (اللہ کی خوشنودی حاصل ہونے پر) تو دستور کے مطابق نماز قائم کرو۔ بیشک نماز مومنین پر باندھے ہوئے (مقرر کردہ) اوقات میں فرض ہے۔"

قرآن کریم ذکر حکیم ہر مسلمان کے گھر میں موجود ہے۔ سب ترجمہ پڑھ سکتے ہیں۔ یہ اللہ رب العزت کا کھلا ہوا اور صاف صاف کلام ہے۔ اس میں کوئی ہیر پھیر

اور اتحیح نہیں ہے۔ سبباً بغیر ذکر و فکر کے محض نماز کس طرح مطلوبہ نتائج برآمد کر سکتی ہے اور فواہشات و منکرات سے کیسے بچا سکتی ہے جب تک کہ اس نظام کے تحت نہ ہو جو اللہ رب العزت نے قائم فرما دیا ہے اور وہ نظام یہ ہے کہ پہلے نماز پڑھو پھر نماز سے فارغ ہو کر ذکر الہی میں ایسے مصروف ہو جاؤ کہ کھڑے ہو تب بھی ذکر جاری ہو بیٹھے ہو تب بھی ذکر جاری ہو، لیٹے ہو تب بھی ذکر جاری ہو اور کروٹوں کے بدلتے رہنے کے باوجود ذکر جاری ہوتا آنکہ تمہیں "اطمینان قلب" حاصل ہو جائے جو عبادت کی مقبولیت کی رسید اور شہادت ملنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ایسا ذکر یقیناً "ذکر انفاس" یعنی سانس کے ساتھ جاری ہونے والا ذکر ہی ہوتا ہے جس کی بعض "علمائے دین کہلانے والے گروہ" کے حضرات کو ہوا بھی نہیں لگی۔ یہ ذکر اولیائے کرام ہی کو تعلیم کیا گیا ہے اور ان ہی کے ذریعہ تعلیم کیا جاتا ہے اور کیا جاتا رہے گا۔ جن حضرات کا "ذکر انفاس" جاری ہو جاتا ہے ان کا ہر سانس اللہ کے ذکر میں مصروف رہتا ہے۔ یہ ذکر اسم ذات ہی تو ہے کہ بندہ جب سانس اوپر کھینچے تو اللہ کی آواز آئے اور جب سانس نیچے ڈالے تو اللہ کی آواز آئے اور اسی ذکر کے لئے اللہ رب العزت نے قرآن کریم کے نوں پارہ میں سورۃ الاعراف کی دو سو پانچویں آیت میں اس طرح ارشاد فرما کر حکم دیا کہ۔

وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَ خِيفَةً وَ دُونَ
الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُقِ وَ الْأَصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِنَ
الْغَافِلِينَ ۝

(ترجمہ) "اور اپنے رب کا ذکر اپنے سانس سے کرو، زاری و خوف سے اور بغیر آواز نکالے اور زبان سے بھی (آواز سے) اور اس سے غفلت نہ کرنا، اب یہ بات سمجھنا مشکل نہیں کہ جب سانس اللہ رب العزت کے ذکر سے مملو ہو جائے اور ایسا مربوط

ہو کہ سانس کی آواز اللہ کے ذکر کی آواز بن جائے تو پھر اس بندہ خاکی کے نوری ہو جانے میں کیا شک باقی رہے گا کہ جس کا سونا جاگنا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا، کھڑا ہونا اور لیٹنا بلکہ کروٹیں لینا بھی ذکر الہی کے ساتھ ہو۔ وہ اگر غسل خانہ میں سبے تو ذکر میں مصروف ہے کیونکہ اس کا سانس جاری ہے۔ وہ اگر بیوی بچوں کے ساتھ مصروف ہے تو ذکر الہی میں مشغول ہے کیونکہ اس کا ذکر جاری ہے۔ وہ اگر کھانا کھا رہا ہے تو اللہ رب العزت کے ذکر کے ساتھ کھا رہا ہے۔ اگر روزی کما رہا ہے تو اللہ رب العزت کے ذکر کے ساتھ کما رہا ہے۔ بھلا اس کی عبادت کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے اور فرشتے اس کی حمد و ثنا اور ذکر و فکر کی گرد کو کیسے پہنچ سکتے ہیں کیونکہ وہ ان تمام مادی ضرورتوں کے باوجود جو اس کے لئے لازم قرار پا چکی ہیں لیکن فرشتے ان میں سے ایک کے بجلی متحمل نہیں ہو سکتے) اللہ رب العزت کی عبادت اور ذکر و فکر میں ایسا مصروف ہے کہ کوئی لمحہ اور سانس عبادت سے خالی نہیں۔ تو پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ یہ مسجود الملائکہ اور اللہ رب العزت کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اس زمین پر اس کی نیابت کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ وہ بے شک اس اعزاز کا مستحق ہے اور وہی نظام اسلام قائم کرنے کا اہل ہے کیونکہ انقلاب مصطفیٰ نے اسے "الانش نفس امارہ" سے پاک کر کے اس قابل بنا دیا ہے۔ یہی وہ مردان مومن ہیں کہ جنہیں اللہ رب العزت نے سورۃ الانفال کی دوسری اور تیسری آیات میں نوازا ہے۔ یہی وہ سچے مومن ہیں جو نماز قائم کر سکتے ہیں اور یہی نظام اسلام کے قیام کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم نے خلافت راشدہ کے نظام کو صرف چار خلفاء تک محدود کر دیا ہے حالانکہ پانچویں خلیفہ راشد امام عالی مقام حضرت سیدنا مولا امام حسن علیہ السلام بھی برحق خلیفہ راشد ہیں اور ان ہی کے دور سے یہ

حقیقت واضح ہو کر اور کھل کر سامنے آئی ہے کہ انتظام سلطنت و حکومت اور نظام سیاست سے اس خلافت راشدہ کا کوئی تعلق نہیں کہ جس کا نظام اللہ رب العزت نے "الانقلاب مصطفیٰ" کے ذریعہ مولائے کائنات کو اپنا ولی بنا کر قائم فرمایا تھا۔ درحقیقت یہی نظام حقیقی اسلام کا نظام بلکہ بطور خود دین اسلام ہے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ ہمارا دین مکمل ہو چکا اور یہ ایک ضابطہ حیات ہونے کی حیثیت سے تمام شعبہ ہائے زندگی پر حاوی ہے اور زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جسکی صورت گری اور ڈھانچہ اس کے ذریعہ قائم نہ کر دیا گیا ہو۔ تو اس حقیقت میں نہ کسی کوشک ہے اور نہ اس کی اصلیت سے انکار لیکن ہمارا صدیوں کا مشاہدہ اور تاریخ کی گواہی یہ ثابت کر رہی ہے کہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسلام کو وہی حضرات راسخ کر سکتے ہیں جو نفس امارہ کی الائنشوں سے "الانقلاب مصطفیٰ" کے اصولوں کے مطابق پاک ہو چکے ہوں جیسا کہ حضور نے مومنین کو پاکیزگی عطا فرما کر ایک "اسوۃ المحسنہ" قائم فرمایا اور مثال پیدا فرمادی کہ خلفائے راشدین کے دور تک جبکہ مسلمانوں کا نظام سیاست اور انتظام حکومت و سلطنت خلافت راشدہ پر متمکن "خلیفۃ راشدہ" کے تابع فرماں اور زیر اثر و زیر نگیں رہا اسلام ہماری پوری قوم کے جسد لازم میں روح کی طرح امر رب بنا رہا لیکن جب خلافت راشدہ کا نظام انتظام سلطنت و امور حکومت کو چھوڑ کر علیحدہ کر دیا گیا تو ہماری سیاست پر "نفس امارہ" کی الائنشوں سے بھرے ہوئے افراد چھا گئے۔ یہی حضرات نظم و نسق سلطنت کے والی و وارث ہوتے رہے اور نظام سیاست ان ہی کے گرد گھومتا رہا۔ ہمیں مشاہدے کی روشنی اور تاریخ کی گواہی صاف بتا رہی ہے کہ اب بھی ہم جب تک اپنے نظام سیاست کو ایسے افراد کے تابع فرماں اور زیر اثر نہیں کر دیتے کہ جو "تزکیہ نفس" کے بعد فی الحقیقت اس زمین پر اللہ

رب العزت کے خلیفہ اور وارث نیابت الہیہ و نبوت ہیں اور حقیقی طور پر خلافت راشدہ کے اہل اور خلیفۃ اللہ کے منصب پر فائز ہونے کے مستحق ہیں۔ ہمارا نظام سیاست کبھی "نظام اسلام" نہیں ہو سکتا اور ہم اپنی حکومت اور سلطنت میں نظام اسلام کے قیام کے ایسے ہی دعوے کرتے رہیں گے جیسے کہ آج تک کرتے چلے آ رہے ہیں۔

کتابوں کی بہتات اور دینی مکاتیب کی فراوانی سے
 "مکاتیب فکر میں تو ضرور اضافہ ہوا ہے لیکن انسانوں کے
 گمراہ گروہوں کو حزب اللہ نہیں بنایا جاسکا

۱۲ جون ۱۹۸۱ء - سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے زیر اہتمام اور المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی کی زیر قیادت مختلف مزارات پر حاضری کے سلسلہ کی آٹھویں اور آخری حاضری حضرت پیر منگھو شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے آستانہ واقع منگھو پیر روڈ پردی گئی۔ نیاز و فاتحہ کے بعد عوام میں تبرک تقسیم کیا گیا۔ حاضرین کے کثیر اجتماع سے "ذکر الہی کے قرآنی فیضان اور انقلاب مصطفیٰ و نظام مرتضیٰ" کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ

تیرھویں پارہ سے سورۃ الرعد کی آخری اور سترھویں پارہ سے سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات کی تشریح بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

اللہ رب العزت نے اس کائنات کی تمام مخلوقات کو پیدا نشی طور پر ایک مقررہ اور بندھے ہوئے نظام کا پابند کر کے برسر عمل رکھا ہوا ہے۔ اس کی تمام تر تخلیقات میں صرف انسان بشر یا آدمی ہی ایسی مخلوق ہے جسے خاص حد تک اپنے عمل اور کارکردگی میں آزادی اور اختیار دیا گیا ہے تاکہ اسے اس کے عمل کی پستی اور بلندی یا نیکی اور بدی یا خیر اور شر کے حساب سے اور تمام مخلوق میں مشرف و ممتاز یا ذلیل و خوار ہونے کی حیثیت سے سزا و جزاء کا مستحق قرار دیا جاسکے اور یوم حساب بھی کچھ فیصلے ہونے والے ہیں۔ اسی لئے اسے ایک مقررہ نظام کی پابندی کا حکم دے کر اس سے روگردانی کا اختیار بھی عطا ہوا اور اس کی سرشت و جبلت اور خمیری "نفس امارہ" کو بدی اور گمراہی کی طاقتوں (شیطان خناس) کا ایجنٹ بنا کر داخل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی پاکیزگی اور تزکیہ کے لئے اسے "علم اسمائے نوری" بھی عطا فرما دیا گیا تاکہ اس کی طاقت و برکت سے وہ ان تمام بدی کی قوتوں پر غالب آکر اپنے آپ کو نہ صرف اس زمین پر خداوند عزوجل کا خلیفہ اور نائب ہونے کا اہل ثابت کرے بلکہ تمام کائنات پر غلبہ حاصل کر کے امت محمدیہ کی رہبری کے بھی قابل ہو جائے اور شرف تسخیر کائنات کا مستحق ہو کر نظام قدرت کو ٹھیک ٹھیک اس کے خالق اور حقیقی مالک کی مرضی کے مطابق چلا سکے۔ یہی شرف انسانیت ہے اور یہی خلیفۃ اللہ ہونے کا سچا اعزاز اور قیامت کے بعد یوم حساب اسی کا احتساب ہوگا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ "نظام کائنات" کو درست رکھنے والے "انسان خلیفۃ اللہ کے شرف کے پوری طرح مستحق و مالک ہونے کی حیثیت سے" افضل مخلوق ہوتے ہیں۔ یہی

رشد و ہدایت کا وہ نظام ہے جسے آپ اسلام کا نظام کہہ سکتے ہیں جو دین اسلام کی طرح قدیم ہے اور قیامت تک قائم و جاری رہے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام نے اس نظام کی زمام اختیار سنبھالی اور ان کے ذریعہ اللہ رب العزت نے وقتاً فوقتاً اس نظام "خلافت ارضی" میں ترمیم و تیسخ جاری رکھی لیکن حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور ظاہری کے بعد خلافت ارضی کی وراثت ان حضرات کو سونپی گئی جو نبی نہ ہونے کے باوجود انبیاء علیہم السلام کی صرح "افضل البشر" تھے کیونکہ وہ اگر "معصوم من الخط" نہ بھی ہوں تو اللہ رب العزت کے جیب نے انہیں "پاک کر کے" نفس امارہ کی آلائشوں سے اس طرح نبات ولادی تھی کہ وہ "ماموں من اللہ" ہو کر عصیاں و خطا سے محفوظ ہو گئے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کہ "میری امت کے (حقیقی) علماء و نبی اسرائیل کے پیغمبروں جیسے کام کریں گے" کے منصب پر فائز ہو کر "خلافت راشدہ" کے نظام کے سچے منتظم ہوئے۔ یہی حضرات "خلفائے راشدین" کہلاتے ہیں لیکن ہماری بد قسمتی اور دین اسلام کی مظلومیت کی اتہا یہ ہے کہ ہمارے "علمائے دین" کہلانے والے حضرات نے بزعم خود اللہ رب العزت کے قائم کئے ہوئے نظام رشد و ہدایت کو پہلے "چار خلفائے راشدین تک محدود کر کے اور بعد میں اسے ختم کر کے شیطان کو گمراہی و ضلالت کی کھیتی کے لئے کھلا میدان اور نفس امارہ کی فتنہ و فساد اور خونریزی کے لئے وسیع تر اکھاڑہ فراہم کر دیا ہے۔ ہیہات، ہیہات کہ پانچویں خلیفہ راشد، نواسہ رسول، جگر گوشہ بتوں، فرزند علی المرتضیٰ امام عالی مقام سیدنا حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو "خلفائے راشدین" کی صف سے یکسر خارج کر کے ایک ایسے "نظام" کی بنیاد رکھ دی جو سیاست اور مذہب کو

علیحدہ علیحدہ حصوں میں تقسیم کر دے یعنی "نظام خلافت راشدہ" سے سیاسی نظام کو علیحدہ کر کے انتظام سلطنت کو نظام ملوکیت و شہنشاہیت کا حصہ اور جزو بنا دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس تفریق کا نتیجہ تفریق در تفریق کی صورت میں برآمد ہونا لازم تھا۔ چنانچہ اس وقت سے لیکر جبکہ ہمارے "نظام خلافت راشدہ" کا خاتمہ کر کے امارت و حکومت کو شہنشاہیت تک لے جانے کا عمل جاری ہوا اب تک ہم ایک مقررہ نظام کو مختلف خالوں میں تقسیم کرتے چلے آ رہے ہیں اور دین اسلام کی مطلوبیت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے "علمائے دین" کہلانے والے حضرات کے ہاتھوں اسی دین کے نام پر ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اس طرح ہم نے معاشیات کا نظام اسلام، سیاسیات کا اسلامی نظام اور اخلاقیات کا نظام اسلام فرض کیا ہے کہ بہتر سے زیادہ فرقوں کی طرح قسم قسم کے نظام رائج کر لئے ہیں اور اب اسلام کا جمہوری نظام، اسلام کا شورائی نظام اور اسلام کا انتخابی نظام ہمارے "سیاسی نظام اسلام" کو پُرزے پُرزے کر رہا ہے۔ یہ سب ہمارے اس ظلم و ستم کا نتیجہ ہے جسے ہم نے نہ صرف اپنے دین پر حاوی اور روا رکھا بلکہ اللہ رب العزت کے قائم کردہ اس نظام کو جسے اس نے "دین" بنا کر ہمیں عطا فرمایا تھا رد و بدل اور تحریف و ترمیم کے ذریعہ بالکل علیحدہ ایک نیا نظام تجویز کر کے "نظام اسلام" کا نام دیا ہے۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ ہم اپنے اس تخلیق کردہ نظام کو "خلافت راشدہ" کے دور کا احیاء بلکہ احیاء اسلام قرار دے رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اللہ رب العزت کے قائم کردہ اس نظام سے جو بذات خود اسلام یعنی سلامتی والا دین ہے اور جو فتنہ و فساد اور شر و خونریزی کو مٹانے کے لئے معرض وجود میں آیا تھا کوسوں دور ہو چکے ہیں ہماری زندگی جس کو ہم نے آج مختلف شعبوں میں تقسیم کر دیا ہے کسی پہلو سے بھی اس

نظام حیات کے تحت بسر نہیں ہو رہی جو ہمارے لئے متعین کیا گیا تھا۔ اس کی واضح اور کھلی ہوئی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی زندگی خود اپنے وضع کردہ "نظام حیات" کے تحت بسر کرنے کا طریقہ اپنایا ہوا ہے اور پھر شکایت یہ ہے کہ معاشرہ انسانی زیادہ سے زیادہ ہلاکت آفرینی اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ ہم مسلمان جو دنیا میں قوموں کی امامت کے لئے منتخب کئے جا چکے ہیں صدیوں سے معاشرہ انسانی کی اصلاح کی تحریکوں میں بھٹے ہوئے ہیں۔ اگر کروڑوں نہیں تو بلاشبہ لاکھوں کتابیں ہم نے انسان کی اصلاح کے لئے تصنیف کر ڈالی ہیں۔ چودہ صدیوں کے مکمل ہونے تک کروڑوں مبلغ درس و تدریس میں زندگی گزار چکے ہیں اور مزید کروڑوں اگر اسی مشغلہ میں زندگی گزار دیں تو اصلاح انسانیت کی جگہ ہلاکت کی طرف سفر کرتے رہیں گے کیونکہ ہماری سیاسی، تبلیغی و تدریسی سرگرمیاں اور تصنیف کی مشقتیں "نفس امارہ" کے غلبہ کی وجہ سے برائی کی طاقتوں کے زیر اثر ہیں۔ ہمیں جو اصلاح کا راستہ بتایا گیا تھا ہم اس سے بھٹک چکے ہیں۔ ہم قطعی نہیں سوچتے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاشرہ پیدا کیا تھا اسکی بنیاد افراد کی اصلاح کے لئے "تزکیہ نفس" پر رکھی گئی تھی اور ایسے ہی افراد پر مشتمل وہ امت وجود میں آئی تھی جسے قوموں کی امامت کے فرائض تفویض ہوئے تھے۔ اس معاشرہ اور اس امت کا نظام ایک تھا تا کہ اپنے وجود کو نفس امارہ کی غلاطت سے پاک رکھنے کے لئے "تزکیہ نفس" کیا جائے اور اس کا کام بھی ایک ہی تھا کہ انسانوں کو برائی سے بچائے اور منع کرے اور نیکیوں کی دعوت دے اور اس کا اہل بنائے۔ یہی اصلاح انسانیت و فلاح آدمیت کا راستہ اور دین مبین اسلام کا ما حاصل ہے۔ اللہ رب العزت نے انسانوں بلکہ جنوں کو بھی ان ہی دو حصوں میں تقسیم کیا ہے یعنی ایک گروہ اصلاح و

فلاح والوں کا اور دوسرا خسارہ اور گمراہی والوں کا۔ اس کے نزدیک صرف مومن بندے اصلاح اور فلاح والے ہیں اور ان کے علاوہ شیطان اور نفس و خناس کے بندے ہیں جو گمراہی اور خسارہ والے ہیں۔ مالک و معبود اور خالق و مسجود نے ان دونوں گروہوں کی علیحدہ علیحدہ خصوصیات ارشاد فرمائی ہیں۔ اس نے اپنے مومن بندوں کے بارے میں سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات میں ارشاد فرمایا کہ "اللہ کا ذکر ہو تو ان کے قلوب میں خوف پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس کی نشانیوں کا مطالعہ کر کے اپنے ایمانوں کو اور زیادہ مضبوط کرتے ہیں اور انہیں اللہ پر توکل ہوتا ہے۔ یہی حضرات نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا ہے اس میں سے اس کی خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ یہی حضرات سچے مومن ہیں اور ان ہی کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ مقام و درجے اور عزت کی روزی ہے (جسے تبرک کہا جاتا ہے)۔ دوسرے گروہ کے لئے اٹھائیسویں پارہ میں سورۃ المجادلہ کی انیسویں آیت میں ارشاد فرمایا کہ

اِسْتَحْوِذْ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْتَهُمْ رَاٰكَ اللّٰهُ اَوْلٰٓئِكَ
 حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
 (ترجمہ) "شیطان ان پر غالب آگیا اپنے ایجنٹ نفس امارہ کی مدد سے۔ پس اس نے انہیں اللہ کا ذکر کرنا بھلا دیا۔ یہی لوگ شیطان کی جماعت ہیں اور خوب کان کھول کر سن لو کہ بیشک شیطان کی جماعت خسارہ والوں کی جماعت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس فیصلہ کی رو سے جس کی قرآنی شہادت موجود ہے انسان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ وہ جو ذکر الہی میں مشغول ہو کر مومن حقیقی ہو گیا اور دوسرا وہ کہ جس کے نفس امارہ نے ورغلا کر اسے شیطان

کافر مابردار بنا دیا اور ذکر الہی کو بھلا کر اس سے کوسوں دور کر دیا اس طرح وہ شیطان کی جماعت بن کر خسارہ والوں میں ہو گئے۔

میرے عزیز! اللہ رب العزت نے "خلافت راشدہ کا نظام اس لئے قائم فرمایا تھا کہ اس کے خلفاء انسانوں کے گمراہ گروہ کو جو ذکر الہی کے شغل کو بھول کر شیطان کی جماعت بن گیا ہے نفس امارہ کی اصلاح کر کے اللہ کے ذکر کے مشغلہ کی تعلیم دیں اور انہیں اللہ کی جماعت یعنی گروہ مومنین میں داخل کر دیں۔ قیامت تک کے لئے یہ ذمہ داری امت محمدیہ کے سپرد ہے کہ اس امت کے مومنین خلافت ارضی کی ذمہ داریاں سنبھالیں جس کی بنیاد ذکر الہی پر ہے اور اس بنیاد (ذکر الہی) کو اولیائے کرام نے قائم فرمایا ہے اور اسکی تعلیم دی ہے۔ یہ کتابوں کے انبار لگا دینے اور قرآن کریم کی تفاسیر سے گودام بھر دینے سے نہ آج تک قائم ہوئی ہے اور نہ قیامت تک قائم ہو سکتی ہے۔ کتابوں کی تصانیف اور مناظروں کی ترویج سے فرقے تو جنم لے سکتے ہیں اور امت محمدیہ کو ستر ٹکڑوں میں تقسیم کر سکتے ہیں لیکن "نفس امارہ کی اصلاح کے بغیر شیطان لعین کے غلبہ سے نہیں بچا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ کتابوں کی بہتات اور دینی مکاتیب کی فراوانی سے "مکاتیب فکر" نہیں تو ضرور اضافہ ہوا ہے لیکن "انسانوں کے گمراہ گروہوں" کو حزب اللہ نہیں بنایا جاسکا۔ خود ہماری عبادتیں ہیں وہ نفع نہیں پہنچا سکیں جو اللہ رب العزت کے نزدیک ان کا طرہ امتیاز تھا۔ نماز جو ذریعہ نجات اور فواہشات و منکرات سے گلو خلاصی کا ذریعہ تھی آج بے بس ہے۔ روزہ جو متقی کرتا تھا آج ہم سے جھوٹ اور فریب کاری کی عادتیں نہیں چھڑا سکا ہے۔ زکوٰۃ جو کبھی ہمارے مال و زر کو پاک کر کے اس میں خیر و برکت پیدا کرنے کے بعد ہمیں متمول بنانے کا ذریعہ تھی آج اپنی خصوصیت سے خالی نظر آتی ہے اور اس

کی وجہ صرف ایک ہے کہ ہماری ساری عبادات "نفس امارہ کی غلاطت و آلائشوں کی وجہ سے شیطان کے زیر اثر ہیں۔ اسی لئے یہ ساری عبادات بے اثر ہیں کیونکہ شیطان نے ذکر الہی کو جو ان سب کی روح تھا پوری طرح ہمیں بھلا دیا ہے اور ہم نے اس بنیاد کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ یہی حال ہماری اجتماعی زندگی میں ہمارے اس نظام کا ہے جسے ہم "نظام اسلام" کہتے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ ہم نفس امارہ اور شیطان کی اتباع کر کے اور اس کے زیر اثر رہ کر جس قسم کا نظام اسلام قائم کر رہے ہیں وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ ہماری عبادات ہیں اور یہ صورت اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک کہ ہم اس اصل نظام اسلام کو جسے اللہ رب العزت نے قائم فرما دیا ہے اپنے تمام نظاموں پر غالب نہیں کر لیتے۔ اس موقع پر میں آپ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر "خلفائے راشدین" کے چار ادوار تک ایک سرسری انتظامی جائزہ لینے کی درخواست کرتا ہوں۔ آپ غور فرمائیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام کی اصلاح فرما کر انہیں رب العزت کی خلافت کا اہل بنا دیا تھا اور اپنے بعد حضور کو "نظام خلافت" چلانے کے لئے کسی ایک شخص کو نامزد کرنے کی ضرورت اس لئے نہ تھی کہ وہ سب کے سب "نفس امارہ" سے تزکیہ شدہ تھے اور انہیں نفس امارہ کی آلائشوں سے پاک کیا جا چکا تھا اس لئے غلط انتخاب کا اندیشہ قطعاً نہیں تھا۔ چنانچہ پہلا انتخاب جو بلا مقابلہ اور متفقہ تھا نہایت احسن اور مبارک ثابت ہوا۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی دور کے تزکیہ شدہ حضرات میں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب کیا۔ یہ انتخاب بھی اللہ کے جیب کے پاک کردہ صحابی کا تھا۔ اس کے بعد عام انتخاب اس لئے مناسب نہ تھا کہ حضور کے سامنے پیدا ہونے والے اب جوانی کی سرحدوں پر تھے اور ان میں تزکیہ شدہ اور غیر تزکیہ شدہ سب ہی شامل

تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک انتخابی ادارہ ایسے افراد پر مشتمل نامزد و مقرر فرمایا جن میں سے ہر فرد "خلافت راشدہ" پر متمکن ہو کر خلیفہ راشد ہونے کا اہل تھا کیوں کہ وہ سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تزکیہ شدہ تھے۔ اس انتخابی ادارہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا جو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تزکیہ شدہ تھے اور اس کے بعد یہ ادارہ ختم ہو گیا۔ چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی ابوتراب جو عام اصحاب اور تابعین کے منتخب کردہ تھے متمکن خلافت راشدہ ہوئے۔ اپنے بعد انہوں نے پانچویں خلیفہ راشد امام عالی مقام سیدنا حضرت مولا حسن علیہ السلام کو جو ذات و صفات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی وارث اور اللہ رب العزت کے خلیفہ برحق تھے خلیفہ نامزد کیا۔ اس دور کے بعد امت مسلمہ میں ایسے حضرات کی کثرت ہو گئی کہ جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت و زیارت کا شرف حاصل نہیں ہو سکا تھا۔ اس لئے "تزکیہ نفس" کو ایک نظام کی حیثیت سے جاری رکھنا ضروری ہو گیا تھا اور یہ نظام "خلافت راشدہ" کی نگرانی اور تربیت کی ذمہ داری کے بغیر قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مصلح اول حقیقی نواسے اور سچے جانشین نے اس فرض کی ادائیگی اور اس نظام "خلافت راشدہ" کو جاری و ساری رکھنے کی ذمہ داری کو اپنے لئے ضروری سمجھا۔ چنانچہ انہوں نے "نظام سیاست" کو علیحدہ کر کے اسے امت کے افراد کے سپرد کر دیا اور نظام خلافت راشدہ کو صرف "تزکیہ شدہ" حضرات کے لئے مخصوص رکھا۔ اس وقت سے لیکر آج تک یہ نظام تزکیہ شدہ حضرات کو "خلافت راشدہ و ہدایت" کا اہل بنا کر خلیفہ مقرر کرنے کے طریقہ سے جاری و ساری ہے اور اس طریقہ کے تحت یہ نظام اولیائے کرام نے جاری رکھا ہے۔ خواہ خواجہ حسن بصری ہوں یا خواجہ جنید بغدادی، خواجہ سلطان العارفين

بایزید بسطامی ہوں یا خواجہ حبیب عجمی، خواہ حضور غوث الثقلین قطب الکونین سلطان المقبولین ابو محمد محی الدین شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں یا حضرت شیخ سنجر خواجہ سید حسن معین الدین چشتی اجمری، خواہ حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبندی ہوں یا خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردی اور یا حضرت خواجہ خواجگان عاشق رسول خواجہ ادیس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہوں، سب ہی نے اس نظام خلافت راشدہ کو رشد و ہدایت کا ذریعہ بنایا اور تزکیہ نفس کے بعد خلافت پر متمکن ہونے کا اہل بنا کر خلیفہ نامزد کرنے کا طریقہ رائج فرمایا جو تمام سلاسل میں آج تک رائج ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک رائج اور جاری و ساری رہے گا اور ذریعہ تبلیغ اسلام اور اللہ کی جماعت کے فروغ کا باعث بنے گا۔ یہی وہ طریقہ خلافت راشدہ ہے کہ جس کے نظام کے تحت المرکز المشائخ الاسلام قائم ہے اور ان مشائخ عظام کی بدولت جیسا ماضی میں "نظام اسلام" قائم رہا ہے آئندہ بھی قائم رہے گا۔ حقیقت صحیح نظام اسلام وہی ہوگا جو ان تزکیہ شدہ حضرات کی قائم کردہ "خلافت راشدہ" کے زیر اثر اور زیر نگرانی قائم ہوگا ورنہ ہماری تاریخ گواہ اور مشاہدہ شاہد ہے کہ خلافت راشدہ کے اثر سے نکل کر ہمارا "نظام سیاست" ملکیت اور شہنشاہت کی آغوش میں پہلے بھی پہنچ گیا تھا۔ اور اب بھی اس دور کی آمریت کا حاشیہ لشین بنا رہے گا۔ خواہ یہ نظام سیاست جمہوریت کے نام پر منتخب آمریت بن کر جاری رہے یا خود اختیار کردہ ڈیکٹیٹر شپ کے طور پر بہر حال ایسا کوئی نظام اسلام نہیں ہو سکتا جسے اولیائے کرام کے جاری رکھے ہوئے نظام خلافت راشدہ سے تعلق نہ ہو۔

ذکر اللہ کے ساتھ قرآن فیضان

دینِ مدین بیعت کی اہمیت

آورد

مؤمن و کفار اور اس کی قرآنی شناخت

حضور آتائے و مولائے سیدی و مرشدی
شیخ المشائخ حفصہ علامہ

جیلانی و چاند پوری صاحب مدظلہ العالی

کے

خطبات سے اقتباسات

انسان نے جب کبھی اپنی ناقص عقلی سائنس
کی کسوٹی پر قدرت کے کرشموں کو سمجھنے کی
کوشش کی وہ ہمیشہ حقیقت کے نور سے
محروم ہو کر "مادی عقل کے فتور میں مبتلا ہوا ہے

۳۰ اکتوبر ۱۹۸۸ء — محرم الحرام کی پہلی مجلس "مراقبہ غم حسین" سے
عزیز آباد فیڈرل بی ایریائی "اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی
شناخت" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی
چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری
تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

انسان کس طرح مومن بنتا ہے اور اس کی شان اور شناخت کیا ہے اگر
اس حقیقت کو عقل کے سائنسی مزاج کے مطابق سمجھنے کی کوشش اور لفظ مومن
کو عربی کے معنی و مطالب ہی تک سمجھنے کی عقلی روش اختیار کی گئی تو یقیناً "ایمان
کا نور" استدلال و براہین کی بھینٹ چڑھ جائے گا اور انسان اپنے نفس کی تاریکی
اور گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں اپنی عقل سے صحیح رہنمائی حاصل کرنے کی
جگہ عقل کے فتور میں "ایمان کے نور" کو ضائع کر دے گا جیسا کہ فرعون نے حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے عصا مبارک کو اثر دہا بتے ہوئے دیکھ کر خداوند عزوجل کی
قدرت کاملہ پر یقین کرنے اور ایمان لانے کی جگہ "اپنی عقل" سے عصا کی اثر دہی
کی شکل میں تبدیل ہونے کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی اور وہ عقل کے فتور میں
مبتلا ہو کر "معجزہ کے مشاہدے" سے نور حاصل نہ کر سکا۔ اس کی عقل نے اسے یہ

نیچے اخذ کر لیا کر یہ سب کچھ "سحر اور جادو" ہے۔ دوسری طرف اسی قوم کے ایک شخص نے جو اس معاملہ کو "ایمان کے نور یعنی عقیدے اور یقین کی روشنی میں دیکھ رہا تھا اسے اللہ رب العزت کی قدرت کا ملکہ کا ظہور سمجھا اور ایمان کے نور نے اس کی صحیح سمت میں رہنمائی کی لیکن وہ حضرت موسیٰ کی حمایت میں بے مثال قوی استدلال سے فرعون اور اسکے درباریوں کو اللہ رب العزت کی وحدانیت اور اس کی قدرت کاملہ کے اعجاز کے ذریعہ ظہور کا قائل کر کے انہیں ایمان کی دولت نہ دے سکا کیونکہ فرعون اور اس کے درباری "عقل کے فتور میں مبتلا تھے اور ان کے پاس شعور کا نور موجود نہ تھا۔ چنانچہ ہم مومن کا شان اور اس کے مقام کو اس کی قرآنی شناختوں اور نشانیوں کی روشنی ہی میں سمجھ سکتے ہیں۔ اس روشنی کے بغیر ہماری عقل مقام مومن اور اس کی شان کی شناخت نہیں کر سکتی۔ اگر ایسا ہوتا تو حسین علیہ السلام جو مومن کامل کی شان کا کر بلا میں قدم قدم پر مظاہرہ فرماتے رہے تھے کا عرفان یزید کو ضرور حاصل ہوتا کیونکہ ان گمراہوں میں عقل کی کمی نہ تھی لیکن ان کی عقل نور سے خالی اور "فتور" کی حامل تھی اس لئے صحیح سمت میں رہبری نہیں کر سکتی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے مومن بندے وہ حضرات ہیں جو اللہ رب العزت کی محبت کے نور سے اپنے ایمان کو منور کرتے اور اپنی عقل کو روشنی کا حامل بناتے ہیں

۳۱ اکتوبر ۱۹۸۱ء۔ "مراقبہ عم حسین" کی دوسری مجلس سے عزیز آباد

فیڈرل۔ بی ایریا میں "اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ۔

اللہ رب العزت کے ارشاد کے مطابق مومن کی قرآنی شناخت یہ ہے کہ جب وہ اللہ رب العزت کا ذکر کرے تو اس کا قلب خوفِ خدا میں مبتلا ہو جائے اور یہ خوفِ محبت کا تقاضہ ہو کیونکہ محبت ہی "محبوب کے ذکر" کا محرک حقیقی ہوتی ہے۔ محبوب سے خوف اس کی ناپسندیدگی اور ناراضگی کا ہی ہوا کرتا ہے اور یہی خطرہ محب کے قلب کو پانی کی طرح رقیق کر ڈالتا ہے۔ یہ رقت قلبی ہی ہے جو محب کو ایسا ایمان عطا فرماتی ہے جس میں محبت کا نور جلوہ گر ہو کر وہ قوت، توانائی اور روشنی بخشا اور فیضانِ محبوب سے روشناس کر کے اس فرست اور شعور کا باعث ہوتا ہے جس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن کی فرست سے ہر شیئر ہو جاؤ کہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ میرے عزیزو! اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہی مومن ہوتا ہے جو اللہ رب العزت کو اس کی محبت میں مبتلا ہو کر لپکارتا اور اس کا ذکر کرتا ہے تو اس ذکر سے اس کا قلب "تقویٰ" (خوفِ خدا) حاصل کرتا ہے۔ جب وہ متقی ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مطالعہ و مشاہدہ اور قرآن کریم ذکر حکیم کی آیات کی تلاوت اس کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کر دیتی ہیں اور یہ ایمان کی مضبوطی ہی اس کے اندر اللہ پر بھروسہ پیدا کر کے اسے متوکل بنا دیتی ہے۔

آپ نے غور فرمایا کہ قرآن کریم ذکر حکیم نے مومن کی بنیادی شناخت یہ بتائی ہے کہ جب وہ اللہ رب العزت کا ذکر کرتا ہے تو اس کا قلب خوف

خدا سے لبریز ہو جاتا ہے جس کے باعث اس کے قلب میں رقت پیدا ہو جاتی ہے اور جب قلب رقیق ہو جائے تو اس سے کوئی ایسا کوئی کام سرزد نہیں ہو سکتا جس میں اللہ رب العزت کی ناراضگی اور ناپسندیدگی کا امکان موجود ہو یا جس کے کرنے سے اللہ کی مخلوق کو ایذا پہنچ جائے۔ یہ اوصاف مومن حقیقی کے ہیں جن کے بارے میں سورۃ الانفال کی چوتھی آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "یہی لوگ سچے (حقیقی) مومن ہیں۔ آپ غور فرمائیے کہ اللہ رب العزت کے نزدیک مومن کی جوشان اور قرآنی شناخت ان آیات میں موجود ہے کیا فی زمانہ مومن کہلانے اور اپنے آپ کو سچا اور پکا مومن سمجھنے والے اس شان اور شناخت کے مالک ہیں؟ اس دور کو تو جانے دیجئے قرن اولیٰ میں بھی ایمان لانے والوں کی اکثریت ایسے ہی مومنین کی تھی جو فتح مکہ کے بعد "عقلی تقاضوں کے پیش نظر ایمان لائے تھے کیونکہ ان کی عقل یہ کہتی تھی کہ اب مسلمان غالب آچکے ہیں اس لئے اگر سرزمین عرب میں حکمران اور طاقتور بن کر رہنا ہے تو ایمان لے آؤ اور مسلمان ہو جاؤ۔ یہ عقل ہی کا عطا کردہ ایمان تھا کہ جو ایسے مومنوں اور مسلمانوں کو کر بلا میں نواسہ رسول اور امام وقت کا خون ناحق کرنے سے نہ روک سکا کیونکہ ان کے قلوب سخت ہو گئے تھے۔ ان کے قلوب میں رقت اس لئے نہیں پیدا ہو سکی تھی کہ وہ اللہ کی محبت اور اس کے رسول سے نسبت قائم کر کے ایمان نہیں لائے تھے اور محبوب کا ذکر ان کے قلوب کو نرم اور رقیق کر کے خوف خدا میں مبتلا کرنے کا ذریعہ نہیں بنا سکا تھا۔ دوسری طرف امام عالی مقام مولا حسین علیہ السلام اور ان کے رفقاء کا ایمان تھا جو انہیں اللہ رب العزت کی محبت اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے حاصل ہوا تھا جس نے انہیں محبوب کے ذکر کی نعمت عطا فرما کر ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا کر دیا تھا۔ یہ خوف خدا ہی تھا

جس نے شہدائے کربلا کو مشاہدہ کی بدولت ایمان کی ایسی مضبوطی عطا فرمائی تھی کہ وہ اپنے رب سے متوکل ہو گئے۔ چنانچہ باطل کے سامنے سر جھکا کر اللہ رب العزت کی ناراضگی اور ناپسندیدگی کے مقابلہ میں سرکٹا کر اپنے محبوب حقیقی کی رضا مندی، خوشنودی اور محبت کے ذریعہ حیات ابدی حاصل فرمائی۔ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا ہے کہ

سے شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ دین ہست حسینؑ دین ہماہ ہست حسینؑ
سر داد و داد و دست در دست یزید حقا کہ نکلے لا الہ ہست حسینؑ

مومن کو نور ایمان سے عقل و فراست اور مشاہدہ سے علم حاصل ہوتا ہے کیونکہ بغیر مشاہدہ کا علم قصور اور بغیر ایمان کے عقل فتور کا سبب اور بنیاد ہوتی ہے

یکم نومبر ۱۹۸۱ء۔ "مراقبہ غم حسینؑ" کی تیسری مجلس سے عزیز آباد فیڈرل۔ بی ایریا میں "اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی دوسری آیت میں تین خصوصیات و صفات یعنی خوفِ خدا (تقویٰ)، توکل (اللہ پر بھروسہ) اور تقویتِ ایمان کو "ذکر الہی" سے ایسا وابستہ کر دیا ہے کہ ذکر الہی شجر طیبہ ہے اور یہ تینوں اوصاف حمیدہ اس کا ثمر ثوری ہیں اور جب تک یہ تینوں خصوصیات کسی میں موجود نہ ہوں وہ اللہ رب العزت کے نزدیک مومن نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ

رب العزت نے سورۃ الانفال کی تیسری آیت میں فیصلہ صادر فرمادیا کہ یہی لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور جو نعمتیں ان کے رب نے انہیں عطا فرمائی ہیں وہ اس کی خوشنوری کے لئے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ان دونوں آیات کا عملی مشاہدہ ان کے نزدک کے تقریباً ساٹھ سال بعد کربلا معلیٰ میں امام عالی مقام سیدنا مولانا حسین علیہ السلام نے اپنے کردار سے مخلوق کے سامنے رہتی دنیا تک کے لئے پیش فرمایا چونکہ وہ اس باعث تخلیق کائنات سے وجود میں آئے تھے جس کا وجود فیضان ذکر الہی کا منبع و خزانہ تھا اور اس عظیم ہستی کے فرزند تھے جنہوں نے غار حرا میں ذکر الہی کے فیضان و تعلیم براہ راست اس منبع فیض سے حاصل فرمائے تھے۔ اس لئے ذکر الہی کے شجر طیّبہ کے وہ ثمر یعنی تقویٰ، توکل اور ایمان کی مضبوطی بہ تمام کمال ان میں موجود تھے۔ کربلا کے واقعات قدم قدم پر اللہ رب العزت کے اس ارشاد کی شہادت پیش کر رہے ہیں اور آج بھی اہل مشاہدہ ہی کے نہیں بلکہ یادگار طور پر تاریخ انسانیت کا مطالعہ کرنے والوں کے دلوں میں بھی اس حقیقت کی تائید پیدا کر رہے ہیں کہ "پس تم میرا ذکر کرو اور میں تمہارا ذکر (مخلوق کی زبانوں پر جاری کر کے) کروں گا۔" یہ ارشاد باری تعالیٰ امام عالی مقام سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات سے زیادہ شاید ہی کسی اور ذات پر صادق آتا ہو۔ ذکر حسین اور حقیقت اس ذکر الہی کا نتیجہ ہے جو حسین علیہ السلام کو ان کے نانا جان اور بابا جان سے ورثہ میں ملا تھا اور اس ذکر الہی کو انہوں نے آخر دم تک سینہ سے لگائے اور رگ جاں بنائے رکھا۔ اس ذکر الہی نے انہیں میدان کربلا میں ایسی نماز قائم کرنے کی طاقت عطا کی کہ جس سے تمام نماز قائم کرنے والے قیامت تک فیضان حاصل کر کے اس زمرہ میں شامل ہوتے رہیں گے جن کے لئے سورۃ الانفال کی تیسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

”یہ حضرات نماز قائم کرتے ہیں ویسے تو تمام نمازی نماز پڑھتے ہیں لیکن قائم“
 وہی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے زیادہ قیمتی دولت اور نعمت
 یعنی دولت ایمان اللہ کی خوشنودی کے لئے عطا کرتے اور تقسیم فرماتے ہیں۔
 یہی سچے مومن ہیں جن کا نور ایمان عقل و فراست کا سرچشمہ اور جن کا مشاہدہ علم
 کا خزانہ ہے کیونکہ بغیر مشاہدہ کے علم قصور اور بغیر ایمان کے عقل فتور کا سبب
 ہوا کرتی ہے جیسا کہ کربلا کے ظالم گروہ یزید کا علم جس نے انہیں خطا اور گناہ کے
 سوا کچھ نہیں دیا اور اس گروہ کی وہ عقل جو فراست مومن سے خالی تھی فتور اور
 فتنہ کا سبب بن کر ان کی گمراہی اور ضلالت کا باعث ہوئی۔ کربلا اب بھی اس
 حقیقت پر شاہد ہے۔

سہ قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے
 اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مومن کے ایمان کی بنیاد و انحصار عقل پر نہیں
 بلکہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے

۲ نومبر ۱۹۸۱ء — ”مراقبہ غم حسینؑ“ کی چوتھی مجلس سے عزیز آباد فیڈرل بلی ایریا
 میں اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت کے موضوع پر خطاب
 کرتے ہوئے شیخ الشارح حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے
 نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان
 فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ —

دین اسلام میں ایمان کا صحیح اور قابل قبول معیار وہ ہے جو حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے 'صحیح احادیث جس کی شاہد ہیں اور کلام الہی قرآن کریم ذکر حکیم میں اللہ رب العزت نے جس کی تائید فرمائی ہے۔ حضور ختمی المرثیت نے ارشاد فرمایا کہ ایمان میری محبت کا نام ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ ایمان کے اس معیار کے علاوہ اگر کسی اور شے پر ایمان کی بنیاد اور انحصار موقوف رکھا گیا تو ایسا ایمان کسی انسان کا اپنا عقلی ایمان تو ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کردہ دین اسلام کا معیاری اور نوری ایمان نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ رب العزت نے قرآنی ایمان کی کسوٹی محبت رسول کو قرار دے کر فرمایا کہ "تم اس وقت ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اللہ کے رسول سے محبت ہر اس چیز سے زیادہ نہ ہو جو تمہیں بہت پیاری ہے۔" سورة الانفال کی تلاوت کر وہ ان تینوں آیات میں اسی معیار کے ایمان والوں کو مومن بلکہ "مُؤْمِنُونَ حَقًّا" قرار دیکر ان اوصاف حمیدہ کا حامل اور مالک ارشاد فرمایا گیا ہے جو ایمان والوں کی صحیح قرآنی شناخت ظاہر کرتے ہیں کیونکہ محبت کا سب سے پہلا تقاضہ ذکر محبوب اور یاد معشوق ہوتا ہے۔ اس یاد محبوب اور ذکر معشوق سے نہ کوئی عبادت خالی ہو سکتی ہے اور نہ اس کے بغیر کوئی عقل نوری ہو سکتی ہے۔

میرے عزیزو! یاد رکھو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی کو کم اور کسی کو زیادہ عقل تقسیم نہیں فرمائی بلکہ عقل تو فطرت انسانی میں یکساں طور پر ودیعت کی گئی ہے۔ البتہ جس نے اپنے تعقل اور تفکر کو اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نور سے جو فی الاصل ایمان حقیقی ہے مجلا اور منور کر لیا اللہ رب العزت کے نزدیک وہی صاحب عقل ہے لیکن جس نے محبت کے نور کی جگہ اپنی فکر اور عقل کو ایمان کی بنیاد قرار دے کر اس پر ایمان کو منحصر کر لیا

وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے عقل ہیں کیونکہ وہ نماز پڑھتے تو ہیں لیکن قائم نہیں کرتے جیسا کہ گروہ یزید نمازیں پڑھتا تو تھا مگر قائم نہیں کر سکتا تھا اس لئے کہ اس میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ ایمان کا نور نہ تھا۔ اس کے برعکس امام عالی مقام سیدنا مولانا حسین علیہ السلام اور ان کے انصار و محب قیام نماز کا فرض انجام دے رہے تھے کہ وہ نمازیں پڑھتے بھی تھے اور قائم بھی کرتے تھے۔ ان کے سجدوں نے کربلا میں جس قیام کا مظاہرہ چودہ سو سال پہلے کیا تھا وہ آج بھی اہل ایمان کے لئے مینارہ نور بن کر قائم ہے کیونکہ ان سجدوں میں محض عقل سانس کو دخل نہ تھا بلکہ محبت رسول اور لقمے الہی کا رفرما تھی۔ چنانچہ سورۃ الانفال کی چوتھی آیت کے مطابق ان ہی حضرات کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ سے اعلیٰ درجات اور افضل سے افضل مقامات ہیں اور انہی کے لئے ان کے رب نے مغفرت کے دروازے کھول دیئے ہیں جن میں داخل ہو کر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نور سے ایمان کو منور کرنے والے اپنے دوستوں اور محبت کرنے والوں کے لئے داخلہ کی راہ ہموار کر دی ہے اور ان ہی کی روزی کو اللہ رب العزت نے برکت دالی روزی یعنی تبرک اور عزت والی روزی قرار دیا ہے جو یہ قیامت تک خود بھی حاصل کرتے رہیں گے اور اپنے دوستوں میں بھی تقسیم کرتے رہیں گے۔ یہی وہ روزی ہے کہ جس کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں اور اپنے رب سے روزی پاتے ہیں اور اسی روزی کی برکت نے اس روزی کو جو ان کے نام پر تقسیم کی جاتی اور کھلائی و پلائی جاتی ہے تبرک بنا دیا ہے۔ یہ بات تو عقل کو ایمان کی بنیاد قرار دینے والوں کی سمجھ میں بھی آجانی چاہیے کہ جو کھانا اللہ تعالیٰ کے ان مبارک بندوں کے نام پر کھلایا جاتا ہے وہ بھی تبرک ہو جاتا ہے اور جو مشروب ان کے نام پر پلایا جاتا ہے وہ بھی تبرک ہی کہلاتا ہے۔

کربلا میں حسین علیہ السلام کا کردار قرآن کریم ذکر حکیم کی مکمل عملی تفسیر ہے

۳ نومبر ۱۹۸۱ء — "مراقبہ غم حسینؑ" کی پانچویں مجلس سے عزیز آباد
فیڈرل۔ بی ایریا میں "اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک مومن کی شان اور اس
کی قرآنی شناخت" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ
جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری
تیسری اور چوتھی آیت کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

قرآن کریم کی ان آیات مقدسہ کا اگر صرف بہ حرف لفظی ترجمہ کیا جائے تو
وہ کربلائے معلیٰ میں نواسۃ رسول امام عالی مقام حضرت مولا حسین علیہ السلام
کے کردار کے عملی نمونہ کی مکمل تصویر پیش کر کے کلام الہی کی مجسم تفسیر کا مشاہدہ یعنی
شہادت پیش کرتا ہے۔ سورۃ الانفال کی دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ "اللہ رب العزت
کے مومن بندے جب اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا (تقویٰ) پیدا
ہو جاتا ہے اور جب وہ آیتہ (قرآنی یا) خداوندی کا مطالعہ اور مشاہدہ کرتے ہیں
تو ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل (بھروسہ)
کرتے ہیں۔ کربلا میں مولا حسین علیہ السلام کے کردار کا جو مظاہرہ ہوا تھا اس
ترجمہ کی روشنی میں وہ اس آیتہ کی عملی تفسیر ہے کہ امام عالی مقام شب عاشور کو
روشنی گل فرما کر شب کی تاریکی میں ایمان کی روشنی سے ذکر و فکر کی محفل کو منور فرمانے
میں مشغول ہو گئے تھے۔ ذکر الہی کی یہ عبادت اپنے نانا جان کی تعلیم کردہ غار
حرا کی عبادت کے ظاہری اور باطنی طریقوں پر اپنے بابا جان مولائے کائنات

حضرت علی علیہ السلام سے ورثہ میں پائی تھی اور یہی وہ عبادت ہے جو تقویٰ کی بنیاد اور اہل تصوف و اہل ایمان کے کردار کی پہچان ہے۔ چنانچہ اس کے فیضانِ شبِ عاشور کی صبح صادق سے عملی طور پر ظاہر ہوئے کہ مٹھی بھر افراد نے رات بھر ذکرِ الہی میں مشغول رہنے کے بعد اس طرح نماز فجر کی صفت بندی کی کہ ان کے حق پر ٹٹ جانے کا مظاہرہ ان کے ایمان کی مضبوطی کی شہادت دینے لگا اور انہوں نے اللہ رب العزت پر توکل کی وہ مثال قائم کر دی جس سے تمام اہل تصوف قیامت تک فیضان و روشنی حاصل کرتے اور ان ایمان والوں کی صف میں شامل ہوتے رہیں گے کہ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوفِ خدا پیدا ہو کر انہیں متقی بنا دیتا ہے۔ یہی وہ نماز فجر تھی جس کی صفت بندی نے سورۃ الانفال کی تیسری آیت مقدسہ کی عملی تفسیر پیش کی یعنی یہی وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں۔ امام عالی مقام مولا حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی یہ نماز "قیام نماز" کا عملی مظاہرہ اور مومنوں کی سچی شناخت بن کر سامنے آ رہی تھی۔ یہی وہ نماز تھی جو قائم کی جا رہی تھی جبکہ امام عالی مقام کے مد مقابل مسلمان کہلانے والوں اور مومن ہونے کے دعویٰ داروں کا گروہ محض نماز پڑھنے میں مشغول تھا۔ اس نماز کے قیام کی معراج وہ سجدہ تھا جس میں امام حسین علیہ السلام نے سر رکھ کر پھر کبھی نہیں اٹھایا اور ہمیشہ کے لئے سجدوں کو قیام دوام عطا فرمادیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی چوتھی آیت مبارکہ میں ان کے ایمان کی اس طرح تصدیق فرمائی کہ کلامِ الہی کی اس کے سوا اور کوئی عملی تفسیر ممکن ہی نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ چنانچہ کہو بلا میں مولا حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا محولہ بالامتذکرہ کردار ایمان والوں (سچے مومنین) کی شناخت بن گیا جو ہر ایمان کے مدعی اور مومن کہلانے والے کو بتا رہا ہے کہ حسین علیہ السلام کے کردار کو تمہاری ناقص عقولیں نہیں سمجھ سکیں گی۔ تم اس کردار

کے مظاہرے کے مادی پہلو تک ہی رسائی رکھتے ہو کیونکہ تمہارے ایمان کی بنیاد اور انحصار عقل پر ہے۔ یہ کردار حسینیؑ داستان حرمؑ کی انتہا اور اس کی عظمتوں کی معراج ہے جس کی بنیاد اسمعیل علیہ السلام نے عقل پر نہیں رکھی تھی بلکہ اس کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احکام خداوندی کی اطاعت اور وحی الہی پر ایمان سے کی تھی اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس کا انعامؑ انساؤں کی امامت کے منصب پر فائز ہو کر حاصل فرمایا۔ مولا حسین علیہ السلام نے اس ابتداء کو انتہا تک پہنچا کر اپنے بعد اپنے مریدین باصفا کو قیامت تک اس انعام کا نہ صرف سورۃ الانفال کی چوتھی آیت میں مالک حقیقی کے ارشاد کے مطابق کہ "ان کے رب کے پاس ان کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ درجات (مقامات) ہیں اور ان پر مغفرت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور عزت والی روزی (جو زندہ اور حیات لوگوں کا حق ہوتی ہے) ہے جو ہمیشہ تیرک کہلائے گی" مستحق بنایا بلکہ قیامت تک امت کے لئے چشمہ فیضان جاری فرما دیا۔

سے قتل حسینؑ اصل میں مرگ بزرگ ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نور
 "عقل کی بینائی" ہے۔ اس نور کے بغیر
 عقل اندھی ہوتی ہے

۳۴ نومبر ۱۹۸۱ء - "مراقبہ غم حسینؑ" کی چھٹی مجلس سے عزیز آباد
 فیڈل۔ بی ایریا میں اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت

کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیت کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کے نزدیک صاحب عقل وہ ہے جس کی عقل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نور سے بینائی حاصل کی اور ایمان کی روشنی میں تفکر سے راہ ہدایت کا ادراک حاصل کیا کیونکہ محبت رسول کے بغیر نہ تو راہ ہدایت کا ادراک حاصل ہو سکتا ہے اور نہ توحید حقیقی کی معرفت اس لئے کہ بنیادی چیز بینائی ہے۔ اندھی عقل نہ ہدایت کا ادراک پیدا کر سکتی ہے اور نہ میزان ایمان ہو سکتی ہے بلکہ وہ تونیکی و بدی کے امتیاز اور فرق کو بھی نہیں دیکھ سکتی کیونکہ جب بینائی ہی نہ ہو تو مشاہدہ کہاں سے ہوگا اور جب مشاہدہ نہ ہو تو امتیاز مفقود ہوتا ہے۔ بغیر امتیاز کے میزان دھوکہ اور مفروضہ تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقت نہیں۔ اس کے برعکس ایمان کی روشنی "عقل کی بینائی" ہے اور آنکھوں والی عقل بینا ہی سے ہدایت کا ادراک اور میزان کا امتیاز ممکن ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے بار بار مختلف جگہ ان لوگوں کو جن کی فطری عقل نور ایمان سے خالی یعنی اندھی ہے "لا یعقلون" (بے عقل) قرار دیا ہے کیونکہ فطری عقل رکھنے کے باوجود ان کی عقل نور ایمان کی بینائی نہیں رکھتی جبکہ مومن اس لئے صاحب عقل ہوتا ہے کہ اس کی عقل نور ایمان اور محبت رسول سے بینائی حاصل کرتی ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوا کہ "مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" یہی عقل مخزن علم ہوتی ہے جس کے اضافہ کے لئے اللہ رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا فرمانے کی ترغیب تعلیم فرمائی کہ اس طرح ارشاد فرمائیں

"اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما۔ یہ دعا ہر مومن کے علم میں اضافہ کی طلب ہے کیونکہ وہ اس علم کا نور یہ کہہ کر طلب کرتا ہے اللھم نور بالعلم قلبی اللھم نور بالنور قلبی اذ

اس کے دل کا نورِ محبت اور نورِ علم سے منور ہونا ہی اس کے مومن ہونے کی شناخت ہوتا ہے۔ اس استدلال کی روشن عملی مثال ہمیں کربلا کے میدان میں سید الشہداء امام عالی مقام مولا حسین علیہ السلام کے کردار میں ملتی ہے جنہوں نے نسبت و محبت رسالت پناہی سے نورِ علم و ایمان حاصل فرمایا تھا اور اس نور کی روشنی میں بھٹکی کی ہوئی انسانیت آج بھی راہ ہدایت اور منزلِ رشد حاصل کر سکتی ہے کیونکہ "ذکر الہی کے فیضان یعنی تقویٰ اور توکل کا سبق کروا حسین علیہ السلام سے زیادہ موثر طور پر اور کسی ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا یہی وہ رشد و ہدایت ہے جو نیابتِ خداوندی اور خلافت رسالت پناہی کا خاصہ اور طرہ امتیاز ہے جو مولا حسین علیہ السلام نے مادی عقل کے زور پر نہیں بلکہ محبت و وراثت رسول سے حاصل فرمائی تھی۔

۷۔ قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مسلمانوں میں تمام بگاڑ اور خرابیاں اس وقت پیدا ہوئیں جب علمائے دین کھلانے والوں نے خلافت اور ملوکیت کے فرق کو نظر انداز کر کے دونوں کو ایک مقام پر لا کھڑا کیا۔ آئندہ بھی جب تک ہم ان دونوں میں فرق اور امتیاز اختیار نہیں کریں گے ہمارے اندر کے بگاڑ اور خرابیوں کی اصلاح ممکن نہیں ہے

۵ نومبر ۱۹۸۱ء - محرم الحرام کی ساتویں محفل "مراقبہ غم حسین" کے

عظیم الشان اجتماع سے المرکز المشائخ الاسلام کے دفتر واقع جمشید روڈ میں اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اسکی قرآنی شناخت کے موضوع پر خطاب کا آغاز نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیت کی تلاوت اور ان کے ترجمہ و تفسیر سے کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ۔

اللہ رب العزت کے کلام بلاغت نظام کی یہ تین آیات مومن کے ایمان کا چارٹر اور اس کی شان و شناخت اور اس کے مقام و درجات کا منشور ہیں۔ اس زمین پر اللہ رب العزت کی خلافت و نیابت کے صحیح مستحق بلکہ منجانب اللہ اس منصب پر فائز ہونے والے ہی اس منشور کا متحرک و عملی مجسمہ ہونے کی وجہ سے حقیقی مومن ہوتے ہیں۔ یہ مومن ہی وہ اولاد آدم ہیں کہ جنہیں اللہ رب العزت نے حضرت آدمؑ کی نسبت سے زمین پر اپنا خلیفہ اور نائب مقرر فرمایا اور کلام الہی میں اس وعدہ کا اعلان واضح طور پر ان الفاظ میں فرمایا کہ "اللہ کا وعدہ ہے۔ ان لوگوں سے جو تم (اولاد آدم) میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کئے انہیں زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر) خلافت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے خلافت عطا فرمائی ہے۔" اس واضح اعلان وعدہ میں یہ بات کھل کر بیان کی جا چکی ہے کہ آدم کی ہر اولاد یا انسان کہلانے والی مخلوق "خلافت ارضی پر نہ فائز ہو سکتی ہے اور نہ اس کی مستحق قرار پاسکتی ہے کیونکہ اس اعلان میں انسانوں کے اس گروہ سے وعدہ کیا گیا ہے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرے۔ اس لئے بعض عقل کے پتلوں کا اللہ رب العزت کی خلافت کے چارٹر کو جانے اور سمجھے بغیر یہ کہنا کہ انسان زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے ان کی اپنی عقل کا فتور و فتنہ ہے کیونکہ یہ بات سورۃ البقرہ کی تیسویں آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت اور زمین پر نیابت خداوندی

کے حوالہ سے کہی جاتی ہے لیکن یہ عقل مند اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ آدم جو مسجود ملائکہ اور اللہ رب العزت کا خلیفہ تھا پہلا امین نور محمدی اور پہلا مقرر کردہ نبی ہونے کی وجہ سے خلیفۃ الارض اور نائب خداوندی کے منصب جلیل پر فائز ہوا تھا۔ اس لئے تمام انسانی برادری یا اولاد آدم نہ اس منصب جلیل کی مستحق ہے اور نہ حقیقت میں اس پر فائز ہے کیونکہ جب تک نبی آتے رہے وہ اس منصب پر فائز رہے اور جب نبوت کا کام مکمل ہو گیا اور شریعت کاملہ نافذ ہو گئی تو اس کے مطابق نظام کائنات اور ضبط و نسق فی الارض قائم رکھنے کے لئے گروہ مومنین کو یہ حق حاصل ہوا کہ وہ اس منشور ایمان کے حامل ہوتے رہیں جو اللہ رب العزت کی زمین پر خلافت اور نیابت کا منشور اور چارٹر ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ مومنین کا پورا گروہ اس ایک منصب پر معنوی طور پر فائز ہونے کے باوجود مادی اعتبار سے نظم و نسق کے معاملات کو چلانے میں بہت سی دشواریوں کا شکار ہو جاتا اس لئے ان میں صالح المومنین کا چناؤ اور تقرر ضروری تھا۔ چنانچہ خلفائے راشدین کا تقرر اور چناؤ جب تک زمین قائم ہے ہوتا رہا ضروری ہے۔ اس لئے ابتداء میں خلفائے راشدین صحابہ کرام صحاب رسول اور اماموں میں سے مقرر ہوئے اور حقیقت میں وہ صالح المومنین تھے۔ یہ چناؤ اور تقرر ہم میں نواسہ رسول سیدنا امام عالی مقام حضرت مولا حسن علیہ السلام تک اللہ رب العزت کے منشور خلافت کے مطابق جاری رہا اور وہ پانچویں خلیفہ راشد مقرر ہوئے۔ اس بحسن انسانیت نے انسانیت کو سب سے پہلے خلافت اور ملوکیت کے فرق سے آشنا اور روشناس کرایا لیکن یہ ہماری انتہائی بد قسمتی ہے کہ ہم نے اس عظیم بحسن کو خلافت راشدہ سے باہر کر کے خلفائے راشدین کی فہرست سے نکال پھینکا۔ اسی مقام سے ہماری خلافت اور ملوکیت کو ایک

کردینے کی تباہی شروع ہوئی در حالیکہ نواسہ رسول امام عالی مقام مولا حسن علیہ السلام نے ان دونوں چیزوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے واضح اور صاف ستھرا "باب ہدایت" کھول دیا تھا اور ملوکیت کو منصب خلافت سے علیحدہ کر کے خود اس منصب جلیل پر جسے "خلافت ارضی" کہا جاتا ہے فائز رہے۔ یہی خلافت انہوں نے حضرت امام عالی مقام سیدنا مولا حسین علیہ السلام کے سپرد کی اور یہی وہ خلافت و نیابت خداوندی تھی کہ جو ان کے نانا جان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ رب العزت نے بہ تمام و کمال عطا فرمائی تھی اور سورۃ الفتح میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دے کر اپنی طرف سے مومنوں کی جانوں کو اللہ رب العزت نے اپنے لئے خریدنے کا حق دیا تھا۔ یہی حق مولا حسین علیہ السلام کو اپنے بھائی مولا حسن علیہ السلام کے ذریعہ اپنے بابا جان علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام کی طرف سے نانا جان کی وراثت کے طور پر عطا کیا گیا تھا۔ اس لئے کربلا کے واقعہ کے وقت اللہ رب العزت کے لئے مومنوں کی جانوں کی خریداری کا حق صرف حضرت امام حسین علیہ السلام کو تھا اور وہی اس کام یعنی بیعت کے لئے اللہ رب العزت کے خلیفہ راشد اور صحیح مستحق ایجنٹ تھے۔ چنانچہ وہ یزید کے ہاتھ میں اللہ کے ہاتھ کو کیسے دے سکتے تھے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ

سہ سردا نہ داد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لای الہ ہمت حسینؑ

بیعت کی اس حقیقت کو سمجھے بغیر کہ غیر اللہ سے بیعت
شُرک ہے "حنیت اور کربلا کا راز سمجھیں نہیں آسکتا"

۶ نومبر ۱۹۸۱ء۔ محرم الحرام کی آٹھویں محفل "مراقبہ تم حسینؑ کے عظیم الشان

اجتماع سے عزیز آباد فیڈرل۔ بی ایریا میں اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مرطلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیت کی تلاوت اور تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

اللہ رب العزت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر شہادت کے لئے صرف دو گواہوں کو کافی ارشاد فرمایا ہے۔ ایک گواہی خود اللہ رب العزت کی اور دوسری اس شخص کی جس کو "علم الکتاب" عطا فرمایا گیا ہے تاکہ اگر پہلا گواہ اپنی قدرت کاملہ کے ظہور سے اپنی گواہی کا اظہار فرمائے تو دوسرا "تمہاری مثال" کے طور پر اپنے مادی وجود کے ظہور سے اس کی گواہی اور تصدیق کا فرض انجام دے۔ اسی طرح رب العزت نے اپنے کلام بلاغت نظام میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی "مدد اور نصرت" کے لئے تین ہستیوں کی نشاندہی فرمائی ہے ان میں سے پہلی ذات خود باری تعالیٰ جل شانہ کی اپنی ذات ہے دوسری ذات حضرت جبریل علیہ السلام کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرب ترین نوری فرشتے ہیں اور تیسری ذات "صالح المؤمنین" کی ہے جس کو فارسی میں پیر اور عربی میں شیخ کہتے ہیں۔ اول الذکر دو ہستیوں کا کردار تو تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلّم اور غیر متنازعہ ہے لیکن "صالح المؤمنین" کی ذات چونکہ مادی وجود بھی رکھتی ہے اس لئے وہ اپنے وجود کو قیامت تک برقرار رکھ کر برسر عمل نہیں رکھ سکتی بلکہ اپنے تشخص اور خصوصیات کے ساتھ مادی وجود کی تبدیلی کے ذریعہ قیامت تک اپنا کردار ادا کرتی رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ "علمائے دین" کہلانے والے گروہ نے امیر المؤمنین کی طرح صالح المؤمنین کی ذات کو بھی متنازعہ بحث میں ایسا الجھا دیا کہ اس کے کردار اور شخصیت کو

سمجھنا و شوار ہو گیا ہے حالانکہ یہ بات بہت سیدھی سادھی تھی جو صالح مومنین کے الفاظ کے معنی ہی سمجھنے سے واضح اور صاف ہو جاتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی نصرت اور مدد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور وجود تک ہی محدود نہ تھی بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن یعنی دین اسلام کی نصرت اور مدد قیام قیامت تک کے لئے ہے۔ اسی طرح ”صالح المومنین“ کی ذات بھی اس دین اسلام کی جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن ہے قیامت تک مدد اور نصرت کا کردار ادا کرے گی جو ظاہر ہے کسی ایک مادی شخص کا کام نہیں تھا۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے کسی ایک ذات کا نام لیکر اس کا تقرر کرنے کی جگہ اس کردار کے ”تخصیص“ کا ذکر فرمایا ہے۔ صالح المومنین وہ ہستی ہے جو امیر المومنین کے وزن اور معافی کی طرح ”مومنین میں صالح ترین ہو“ چونکہ مومنین قیامت تک ہر دور میں موجود رہیں گے اس لئے صالح المومنین بھی اپنے اس کردار کی ادائیگی کے لئے جو نصرت دین کے لئے اس کے سپرد ہے ہر دور میں موجود رہے گا اور اس کا تعلق حضور اکرم نور مجسم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ مضبوط ہوگا کہ اس کی نسبت نصرت دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تک امدادی امور کے طور پر تسلیم کی جاسکے گی۔ جب ایسے شخص کو صالح المومنین کا منصب اور مرتبہ نصیب ہو تو وہی شخص اولی الامر ہو جاتا ہے جس کی اطاعت مومنین کے لئے اس لئے لازم ہوگی کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اطاعت ہوتی ہے جو درحقیقت خود ذات باری کی اطاعت ہے کیونکہ اطاعت کے اس نظام کے قیام ہی سے دین اسلام قائم رہ سکتا ہے۔ اگر اطاعت کے اس نظام کو درہم برہم کر دیا جائے تو نظام اسلام خود بخود درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لئے

اس نظام دین کو اللہ رب العزت کی ذات سے مربوط رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ صالح المؤمنین ہر دور میں دین اسلام کی نصرت اور مدد کا فرض انجام دیتا رہے اور اس کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے ذریعہ ذات باری سے ایسا مضبوط ہو کہ وہ اس زمین پر اللہ رب العزت کے جیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی خلافت و نیابت کا فرض انجام دینے کا اہل ہو۔ اس کے لئے "نظام بیعت" کا وجود ضروری تھا اور اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اسے وجود میں لایا گیا تھا کیونکہ اسلام کا بنیادی عقیدہ "توحید" ہے اور اس عقیدہ توحید کی روح یہ سچہ حقیقت ہے کہ جو کچھ پیدا کیا گیا ہے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے اور اس کائنات کا خالق ہی اس کا حقیقی مالک ہے۔ خود اللہ رب العزت نے اپنے کلام بلاغت نظام میں ارشاد فرمایا کہ "مشرق و مغرب (میں جو کچھ ہے) اللہ رب العزت ہی کا ہے چنانچہ اللہ رب العزت نے اپنے ان حقوق ملکیت کے اقرار کے لئے "میشاق الاست" یعنی تمام ارواح سے اقرار اور عہد لیا کہ میں ہی تمہارا مالک اور رب ہوں اور تمام ارواح نے اس کا تہ صرف اقرار کیا بلکہ "شہادت" پیش کی اور کہا کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں اور ہم اس پر گواہ ہیں۔ اس عہد کے بعد ضروری تھا کہ ارواح کے عالم وجود میں آنے کے بعد انہیں اس میثاق الاست پر قائم رکھا جائے اور اللہ رب العزت کی ملکیت میں خیانت یعنی شرک کا مرتکب نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ "خلافت خداوندی" کا نظام قائم ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام اس کے پہلے خلیفہ فی الارض مقرر ہوئے۔ اس کے بعد اللہ رب العزت نے اپنی ملکیت کو غصب کرنے والوں کی شرارت ناکام سے بچنے، اولاد آدم کو راہ راست پر رکھنے، انہیں "میشاق الاست" کا پابند رکھنے میں

مرد دینے اور ان کی نصرت کرنے کے لئے رسول بھیجنے شروع کئے تا آنکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اس نظام کی اس طرح تکمیل فرمائی کہ قیامت تک کے لئے نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر "خلافت فی الارض کی بنیاد ڈالی اور اس "میشاق الست" کو قیامت تک مادی حیثیت سے تازہ رکھنے کے لئے اپنی بیعت کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اس بیعت کی چھبیسویں پارہ میں سورۃ الفتح کی دسویں آیت میں ان الفاظ کے ساتھ تشکیل فرمائی کہ "وہ جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں (درحقیقت) وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے جس نے عہد کو توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔"

میرے عزیزو! سورۃ الفتح کی دسویں آیت کے اس رواں ترجمہ نے یہ بات روٹوک طور پر واضح کر دی ہے کہ اللہ رب العزت سے جو عہد یعنی میشاق کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ بیشک تو ہمارا خالق و مالک ہے (تیرے سوا کوئی خالق و مالک نہیں) چنانچہ اس عہد کے ہوتے ہوئے کسی غیر اللہ کے ہاتھ پر اس مال کا فروخت ہو جانا جو اللہ رب العزت کی ملکیت ہو اللہ تبارک و تعالیٰ کے حقوق ملکیت پر سب سے بڑا اور گھنا و ناظلم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود اللہ رب العزت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیعت کا حق اس انداز سے عطا فرمایا کہ ان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر کی جانے والی بیعت غیر اللہ کی بیعت نہ ہو سکے چنانچہ ارشاد فرمادیا کہ وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں کیونکہ ان کے ہاتھوں پر جو ہاتھ ہے وہ اللہ ہی کا ہاتھ ہے۔ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے ذریعہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کا یہ سلسلہ قیامت

تک جاری رہنا ضروری تھا اس لئے اللہ رب العزت کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو اپنے خلیفہ یعنی "صالح المؤمنین" جو اس دور کے مومنین میں سب سے زیادہ صالح ہوئے کے ہاتھ سے نسبت عطا فرما کر یہ سلسلہ بیعت جاری فرما دیا جو درحقیقت سلسلہ خلافت راشدہ ہے۔ چنانچہ جب یہ سلسلہ امیر المؤمنین مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے خلیفہ راشد امام عالی مقام سیدنا مولا حسن علیہ السلام تک پہنچا تو انہوں نے اس نظام خلافت راشدہ کو اس وقت تک قائم ہونے والے "نظام سلطنت" سے علیحدہ کر دیا اور اپنے بھائی سیدنا مولا حسین علیہ السلام کو خلافت خداوندی کا وارث بنا کر "نظام سلطنت" چند شرائط کے ساتھ حضرت معاویہ کے سپرد فرما دیا۔ پس جب مولا حسین علیہ السلام "صالح المؤمنین" کی حیثیت سے اس زمین پر اللہ رب العزت کے خلیفہ اور نائب کے منصب پر فائز ہوئے تو وہ خود اللہ رب العزت کی طرف سے "بیعت لینے کے مستحق" اور اس امر پر مامور ہو گئے۔ اس لئے ان سے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اللہ رب العزت کی بیعت لیکر ارجح کے اس میں شاق کو جو انہوں نے اللہ کے خالق و مالک ہونے اور اپنے وجود کو اس کی ملکیت قرار دینے کا کیا تھا تازہ کرنے کا فرض انجام دینے کے بجائے خود یزید کی بیعت فرما کر اللہ کی ملکیت کو غیر اللہ کے ہاتھ فروخت کر دیں اس سے بڑا کوئی ظلم نہ اللہ کے حقوق ملکیت پر ہو سکتا تھا اور نہ ہی اس سے بڑا کوئی اور شرک اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات سے وابستہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بالفرض محال اگر یزید فاسق و فاجر نہ بھی ہوتا تب بھی اس کا ہاتھ بہر حال غیر اللہ کا ہاتھ تھا کیونکہ بیعت اور خلافت کے ذریعہ اس کے ہاتھ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے نہ کوئی نسبت تھی اور نہ ہی وہ "صالح المؤمنین" کے منصب

پر فائز تھا۔ اس لئے اسے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملکیت کو خریدنے کا حق نہ تھا بلکہ وہ تو اللہ کے مال کا غاصب تھا اور حسین علیہ السلام جو خلیفہ راشد اور صالح المؤمنین کے منصب پر خود فائز تھے اس کے اس مجرمانہ غصب میں کس طرح موثر ہو سکتے تھے چہ جائیکہ وہ خود اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اللہ کے اس نمائندے نے اپنا فرض ادا کیا اور سر تو دیدیا لیکن اللہ کا مال اللہ ہی کی ملکیت میں رکھا اور غیر اللہ کی بیعت نہ کر کے اللہ کے لئے بیعت کے اس سلسلہ کو جاری و ساری رکھا تا کہ نظام "دین اسلام" قیامت تک قائم رہے اور کسی بھی یزید کی کوشش اس نظام اسلام کو جو "انقلاب مصطفیٰ اور نظام مرتضیٰ" ہے درہم برہم نہ کر سکے۔ چنانچہ نظام بیعت کی اس حقیقت کو سمجھے بغیر "حسنیت اور کربلا کاراز" کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ حضرت خواجہ خواجگان نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

سے شاہ ہست حسین بادشاہ ہست حسین دین ہست حسین دین پناہ ہست حسین
سرداد نہ داد دست و دست یزید حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسین

اہلبیت اطہار کے مظلومین میں حضرت مولا امام حسن علیہ السلام وہ واحد مظلوم ہیں جنکی مظلومیت کو نہ صرف دشمنوں نے چھپایا بلکہ دوستوں نے بھی بھلا دیا ہے

۱۹۸۱ء - محرم الحرام کی نویں محفل "مراقبہ غم حسین" کے عظیم الشان اجتماع سے عزیز آباد فیڈرل - بی ایریا میں "اللہ رب العزت کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے

بدستور نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیت کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام بلاغت نظام میں مومن کی جو شان اور مرتبہ ارشاد فرمایا گیا ہے ویسے تو ہر دور میں مومن اس کی عملی تفسیر کا نمونہ اپنے کردار سے پیش کرتے رہے ہیں لیکن ان آیات کی تفسیر مجسم طور پر جس طرح "صالح المؤمنین" امام عالی مقام مولا حسن علیہ السلام نے اپنے کردار سے پیش کر کے "جریدہ عالم پر ثبت دوام" عطا فرمایا اس کی مثال نہ تاریخ انسانیت آج تک پیش کر سکی ہے اور نہ آئندہ اس مثال کا پیش کیا جانا ممکن ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کربلا معلیٰ میں ان کے چھوٹے بھائی امام عالی مقام سیدنا مولا حسین علیہ السلام نے جس کردار کا مظاہرہ فرمایا وہ مولا حسن علیہ السلام کا پر تو جمال تو ہے لیکن اس کی مثال ہرگز نہیں کیونکہ کربلا میں عظمت کا جو مقام شہدائے کربلا کو ملا اس عظمت کے بانی امام عالی مقام سیدنا مولا حسن علیہ السلام ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے انسانیت کو اس راز سے آگاہ فرمایا اور اس کی معرفت بخشی کہ ملکیت اور اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ اس کی زمین کی وراثت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں اور اگر کبھی یہ ایک جگہ جمع ہوں گی تو وہ صرف "صالح المؤمنین" کی ذات ہی میں جمع ہو سکیں گی کیونکہ زمین پر جبری حکومت تو اکثر ظالم اور اللہ کی ملکیت پر غاصبانہ قبضہ کرنے والوں نے کی ہے لیکن زمین کی وراثت جو منجانب اللہ ہوتی ہے صرف مومنین ہی کے لئے ہے اور صالح المؤمنین ہی اس وراثت زمین اور نیابت و خلافت خداوندی کا حقیقی وارث ہوتے ہیں اور اللہ رب العزت کے لئے اسی کا ہاتھ بیعت کے قابل ہے۔ اسی حقیقت کو انکے بھائی اور خلیفہ امام عالی مقام مولا حسین علیہ السلام نے کربلا کے میدان میں اپنے بچوں اور اپنی

ذات کی قربانی دے کر ثابت فرمایا ہے۔ اس قربانی میں بھی ان کے بڑے بھائی
 مولا حسن علیہ السلام کا حصہ ان سے دوگنا تھا۔

میرے عزیزو! مولا امام حسن علیہ السلام نے "خلافت راشدہ کو اپنے لئے
 مخصوص فرما کر مسلمانوں کو فساد اور خون ریزی سے بچانے کے لئے "ملوکیت یعنی
 زمین پر بادشاہت اور جبری حکومت کی باگ ڈور اپنے مد مقابل مدعی کو
 بخوشی عطا فرمادی اور اللہ رب العزت کی ملکیت کی حفاظت کے لئے اس کی
 بیعت کا سلسلہ خلافت راشدہ کے ذریعہ جاری فرمایا۔ اس فرض کو انجام دینے
 کی پاداش میں سب و شتم اور تبرادہجوں کے تیر اپنے قلب پر کھانے اور توہین کی
 جگر خراش اذیت کو برداشت کرنے کا کرب برسوں اٹھایا۔ اس کے علاوہ کربلا
 کے خونریز معرکہ میں اپنے چھوٹے بھائی کے دو فرزند ان کے مقابلہ میں اپنے چار
 جگر گوشے کم سن اور جوان سال فرزند قربانی کے لئے پیش فرما کر ثابت کر دیا کہ ابتلا اور
 آزمائش میں بڑے بھائی کا حصہ بھی بڑا ہی ہوا کرتا ہے لیکن افسوس صد افسوس کہ اہلبیت
 اطہار کے مظلومین میں امام عالی مقام حضرت امام حسن علیہ السلام وہ واحد مظلوم
 ہیں جن کی مظلومیت کو نہ صرف دشمنوں اور مخالفوں نے چھپایا اور اس کی عظمت کو
 پس پشت ڈالا بلکہ خود اہلبیت سے محبت کرنے والے امام مظلومین کے دوستوں
 نے بھی اسے نظر انداز کر دیا اور بھلا دیا ہے یہی وجہ ہے کہ مولا حسین علیہ السلام
 کے فرزند ان کے ذکر کو رقت انگیزی کی خاطر مبالغہ کی حد تک بڑھا چڑھا کر
 بیان کیا جاتا ہے اور علی اوسط کو "علی اکبر کے غلط نام سے منسوب کر کے خلاف
 واقع صورت اختیار کی جاتی ہے جبکہ مولا حسن علیہ السلام کے فرزند ان میں تین
 جگر گوشوں کو تو سرے سے یاد ہی نہیں کیا جاتا اور اگر حضرت قاسم کی یاد آتی بھی ہے تو
 شادی کے شادیانوں کے خلاف واقعہ قصہ کے ہیرو کے طور پر۔ میں امت کے

واعظین سے کہوں گا کہ وہ یہ یاد رکھیں کہ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو آنکھیں ہیں اور ان میں داہنی آنکھ حضرت امام حسن علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح ان دونوں کی اولادیں جناب سیدہ خاتونِ جنت صلوٰۃ اللہ علیہا اور مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام کے پوتے پوتیاں اور جگر گوشے ہیں۔ اس لئے اگر ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی نا انصافی ہوئی تو یہ واعظین اہلبیت پختن پاک کے سامنے ضرور جواب دہ ہوں گے کیونکہ دوستوں کا محاسبہ زیادہ سختی سے ہوتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ کریم اپنے فضل سے ہم سب کو اس قسم کی جو ابدھی اور محاسبہ سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

یزید نے اپنی سلطنت کیلئے نہیں بلکہ مولا حسین علیہ السلام کے ناما جان کے "دین" کیلئے بیعت طلب کر کے اس سلسلہ پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی تھی تاکہ وہ اولی الامر بن جائے

۲۰ نومبر ۱۹۹۱ء۔ مرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ "اسلام کی پہلی نصف صدی ہجری کے بعد دین سیاست سے علیحدہ ہو گیا اور سیاست چنگیزی بن گئی جس کا پہلا شکار پانچویں خلیفہ راشد حضرت امام عالی مقام نواسہ رسول فرزند بتول مولا حسن علیہ السلام اور ان کے بعد چھٹے خلیفہ راشد حضرت امام عالی مقام سبط رسول فرزند بتول مولا حسین علیہ السلام اور پورا خاندان رسالت اور ان کے انصار ہوئے۔ اس کے بعد سے سیاست

ہمیشہ دین سے الگ اور چنگیزی سے مملو ہو کر قائم رہی ہے اور اب سیاست کو دوبارہ دین بنانے کا تصور سوائے صالح المؤمنین حضرت امام مہدی علیہ السلام کے کسی بھی مصلح اور امیر المؤمنین ہونے کے دعویٰ دار اور مجتہد بن کر اجتہاد سی ڈھانچہ بنانے والے گروہ کے لئے احمقوں کی جنت میں بسنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب "یوم حسین" کی محفل کے عظیم الشان سالانہ اجتماع سے ۲۸/۸/۲۰۰۷ عزیز آباد فیڈرل۔ بی ایریا میں "دین اسلام میں بیعت کی اہمیت اور اسلامی سیاسی نظام پر اس کے اثرات" کے عنوان اور اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت کے موضوع پر خطاب فرما رہے تھے۔ انہوں نے حسب دستور نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کی تلاوت اور ان کے سلیس ترجمہ سے اپنے خطاب کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

اللہ رب العزت نے ان آیات میں مومن کی شان اور اس کا مقام تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے تاکہ قیامت تک آنے والی نسل آدم اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت کے ذریعہ اسے پہچانتی اور امتیاز قائم کرتی رہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مومن اپنے رب سے اپنے تعلق کو ہمیشہ قائم رکھے گا اور اس کا یہ تعلق اس کے کثرت سے "ذکر الہی" کرنے سے پہچانا جائے گا کیونکہ یہ ذکر اور یاد الہی اس کے قلب کو خوف خدا میں مبتلا کر کے اسے "مامون از گناہ" رکھنے کا واحد ذریعہ ہے۔ سورۃ الانفال کی دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اللہ کے نزدیک) مومن بندے وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے یعنی وہ متقی ہو جاتے ہیں۔ مومن کی پہلی شناخت تو یہ ہوتی کہ وہ کثرت سے "ذکر الہی" میں مصروف رہتا ہے اور اس کا دل ہمہ وقت خوف خدا سے لبریز رہتا ہے۔ دوسری شناخت یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ یا قرآنی آیات کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کا ایمان

مضبوط ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور قرآنی آیات سے ایمان کی آنکھ مومن کی فراست اور عقل کو خداوند کریم کے نور کی بینائی سے حقیقت آشنا کرتی ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔

یسی عقل صرف مومن کی ہوتی ہے اور وہ عقل جو ایمان کی آنکھ سے راستہ دیکھے معرفت خداوندی تک پہنچتی ہے اسی لئے مومنوں کو اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ اور قرآنی آیات کی تلاوت ایمان میں پختگی عطا کرتی ہے۔ ایمان کے بغیر "اندھی عقل" سوائے اندھیروں میں بھٹکانے کے اور کچھ نہیں دے سکتی۔ چنانچہ جن کے ایمان کا انحصار عقل پر ہے یا جن کی عقل ان کے ایمان کی بنیاد ہے وہ ہمیشہ بھٹکتے رہتے ہیں۔ انہیں راہ ہدایت کبھی میسر نہیں آتی اور قرآنی آیات انہیں کبھی ہدایت عطا نہیں فرما سکتیں کیونکہ وہ تو اہل ایمان کو جو ذکر الہی سے متقی ہو جاتے ہیں ہدایت فرمایا کرتی ہیں جیسا کہ قرآن خود "متقیوں کے لئے" ہدایت ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ اس مقام پر میں وضاحت کے طور پر یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ بعض لوگ اپنی عقلی فلسفہ طرازی سے "عقل کو ایمان کی بنیاد" قرار دینے کا الزام آئمہ اہلبیت پر لگاتے ہیں اور قرآن کے "لا یعقلون" کو جہالت قرار دے کر ایمان کا انحصار مادی عقل انسانی پر جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ واضح ہونا چاہیے کہ آئمہ اہلبیت نے اس "نوری عقل" کو جو "مومن کی فراست" ہوتی ہے معرفت خداوندی اور ادراک حقیقت کا ذریعہ قرار دیا ہے کیونکہ مومن کی عقل ایمان کی اس آنکھ سے دیکھتی ہے کہ نور خداوندی جس کی بینائی ہو ا کرتا ہے۔ چنانچہ ایسی عقل و فراست کی بنیاد اور اساس مومن کے ایمان پر اور اس کا انحصار نور خداوندی کی بینائی پر ہوا کرتا ہے چہ جائیکہ ایمان کا انحصار اور بنیاد مادی عقل انسانی قرار پائے۔ اسی طرح قرآن کریم ذکر حکیم نے "لا یعقلون" گراہوں اور بے ایمانوں کے لئے کہلے ہے کیونکہ ان کی عقل اندھی ہوتی ہے اور ان کا شعور جہالت کے دھندلوں میں بھٹکتا رہتا ہے

اس لئے کہ وہ ایمان کی روشنی اور نور خداوندی کی بیانی سے محروم ہوتے ہیں۔ اب میں آپ کو اپنے اصل موضوع کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔

میرے عزیز و مومن کی شان اور اس کی شناخت 'ذکر الہی' خوف خدا (تقویٰ) مشاہدے سے ایمان میں مضبوطی اور اللہ رب العزت پر توکل کے ذریعہ اللہ نے فیصلہ سنا دیا ہے کہ یہی حضرات (مومن) ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں اس کی خوشنودی کے لئے اس کی دی ہوئی نعمتیں خرچ کرتے ہیں۔ ایسے ہی حضرات سچے مومن ہوتے ہیں اور انہیں ان کے رب کی طرف سے اعلیٰ درجات و بلندی مقامات عطا ہوتے ہیں اور ان پر مغفرت ایزدی کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ان کو عزت و برکت والی روزی عطا ہوتی ہے 'سورۃ الانفال' کی ان تینوں آیات میں واضح طور پر مومن کی شان اور شناخت کے ارشاد باری تعالیٰ کی روشنی میں دین اسلام میں بیعت کی اہمیت اور اسلامی سیاسی نظام پر اس کے اثرات کا جائزہ لیں تاکہ کربلا کے راز اور حسیت کی معرفت کی نشاندہی ہو سکے اور یہ بات اچھی طرح سمجھیں آجائے کہ یہ سانحہ عظیم کیوں ظہور پذیر ہوا اور اسکی ضرورت کیوں پیش آئی کہ سبط رسول امام عالی مقام مولا حسین علیہ السلام نے بیعت یزید کے مقابلہ میں خاندان رسالت کی بربادی اور قتل و غارتگری کو بخوشی قبول فرمایا اور اپنے ہاتھ کو یزید کے ہاتھ میں دینے کے بجائے اپنے سر کو نوک نیزہ پر چڑھوانے کو ترجیح دی۔

بہت زور و شور کے سلبتھ بیان کیا جاتا ہے اور جو بالکل حق اور سچ ہے کہ مولا حسین علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ ان کے سر اور خاندان رسالت کی سلامتی کے عوض ان کے نانا جان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین تباہ ہو جائے، حق و صداقت اس دنیا سے مٹ جائے، خداوند قدوس کا

روشن کردہ چراغِ دینِ اسلام ہمیشہ کے لئے بجھا دیا جائے اور دنیا میں انسانیت کو ہمیشہ کیلئے تاریکی میں ٹھاک ٹوئیاں مارنے کے لئے بے سہارا چھوڑ دیا جائے۔ یہ جو کچھ کہا اور سنا جاتا ہے مبنی برحقیقت ہونے کے باوجود اس لئے تشنہ ہے کہ یہ بیعت کی اہمیت اور اس کی اصلیت کو سمجھے اور غور کئے بغیر کہا جاتا ہے۔ جہاں تک یزید کی بیعت سے دینِ مبین کے مٹ جانے کا تعلق ہے یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جو بیعت کی حقیقت سے پردہ اٹھانے کا مقتضی ہے کیونکہ یزید بہر حال مسلمان تھا۔ اگر وہ فاسق و فاجر تھا تو اس کا فسق و فجور اس کی ذات ہی کے لئے مقرر تھا دینِ اسلام اس سے کیونکر متاثر ہو سکتا تھا یا اس سے مولا حسین علیہ السلام کے کردار پر کیا اثر پڑ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اگر یہ بیعت محض "سیاسی انتظامِ سلطنت" کے لئے تھی تو مولا حسین علیہ السلام کے ناما کا دین اس سے کیوں کر مٹ رہا تھا اور خود امامِ عالی مقام کو اس سے کیوں اعتراض تھا جبکہ ان کے بیعت کرنے یا نہ کرنے سے یزید کی سیاسی حیثیت میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا تھا کیونکہ وہ بالآخر حاکم وقت تھا اور سانحہ کربلا کے بعد بھی حکومت کرتا رہا۔ اسی طرح اس کے فسق و فجور بلا اس کی ظالمانہ حکومت سے دین کیوں کر مٹ سکتا تھا جبکہ اس کی اور اس کے متعلقین کی حکومت تقریباً ایک صدی تک قائم رہنے کے باوجود دینِ اسلام باقی ہے اور قیامت تک باقی رہیگا۔ چنانچہ ظاہر ہوا اور ثابت بھی ہو چکا ہے کہ اس بیعت کا تعلق جس کا تقاضا یزید نے حسین علیہ السلام سے کیا تھا "سیاسی انتظامِ سلطنت" سے نہیں بلکہ خالص اور قطعی طور پر "دینِ مبینِ اسلام" سے تھا کیونکہ اس "سیاسی انتظامِ سلطنت" کو جو یزید کے قبضہ میں تھا یزید "دینِ قرار دیکر" سیاست اور دین کو دوبارہ ایک جگہ جمع کر دینا چاہتا تھا جسے پانچویں خلیفہ راشد امامِ عالی مقام سبطِ رسولِ فرزندِ بتولِ صالح المؤمنین مولا حسن علیہ السلام نے علیحدہ علیحدہ کر کے "سیاسی انتظامِ سلطنت" یزید کے والد بزرگوار حضرت معاویہ بن ابوسفیان امیرِ شام

کے سپرد فرما دیا تھا اور "نظام دین اسلام" کو خلافت راشدہ کے ذریعہ جو انہیں اپنے والد بزرگوار صالح المؤمنین مولا حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام کے ذریعہ عطا ہوا تھا مربوط اور منظم طور پر جاری رکھنے کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لیکر اسے آگے بڑھایا اور پھر یہ ذمہ داری چھٹے خلیفہ راشد حضرت امام غالیہ مقام سبط رسول فرزند بتول مولا حسین علیہ السلام کو تفویض فرمائی تاکہ یہ سلسلہ رہتی دنیا تک صرف "صالح المؤمنین" ہی کی قیادت میں جاری و ساری رہے اور قیام قیامت تک کسی غیر کے ہاتھ میں نہ جانے پائے۔ پس میرے عزیز و یزید پلید نے اپنی سلطنت کے لئے نہیں بلکہ مولا حسین علیہ السلام کے نانا جان کے "دین" کے لئے بیعت طلب کر کے اس سلسلہ پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی تھی جو اللہ رب العزت نے "میثاق الست" رنواں پارہ سورۃ الاعراف کی ۲، ۱۷ اور آیتہ پر انسانیت کو قائم رکھنے کے لئے جاری فرمایا تھا تاکہ وہ "اولی الامر" بن جائے مگر چونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر مولا حسین علیہ السلام تک صرف "صالح المؤمنین" ہی اس سلسلہ کے سربراہ ہوتے چلے آ رہے تھے جو درحقیقت اللہ رب العزت کے سچے نائب اور حقیقی خلیفہ فی الارض تھے اس وجہ سے امام عالی مقام کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ بیعت کر کے یزید کو اولی الامر تسلیم فرمائیں۔

اب ذرا "دین کی بیعت" کی وضاحت کے لئے "دین" اور "بیعت" دونوں حقیقتوں کا تھوڑا سا تجزیہ کیجئے تو پہلے دین آتا ہے۔ دین دراصل اس "تعلق" کا نام ہے جو بندے کا اللہ رب العزت سے "عبد و معبودیت" کے رشتہ سے وحدانیت اور اس کی صفات کے باوصف قائم ہو اور اسی رشتہ اور تعلق کو اس عالم آب و گل میں قائم رکھنے کے لئے عالم ارواح میں تمام انسانی روحوں سے وعدہ اور شہادت لے کر میثاق الست ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی اولاد کو

اسکا معاہدہ کی تکمیل کی طرف رجوع رکھنے کے لئے "خلافت ارضیٰ عطا ہوئی تھی اور انہیں جنت سے اس زمین پر اتار کر دوبارہ جنت کا مالک بننے کے لئے اپنی اولاد کی جانوں کو خدا کے لئے خریدنے کا اختیار دے کر اپنا نائب اور زمین کا وارث بنایا گیا تھا اور یہی خلافت اور وراثت ارضیٰ ان کی اولاد میں اس واضح شرط کے ساتھ جاری رہی کہ ان میں سے جو مومن اور اعمالِ صالح کے مالک ہوں وہی اس منصب پر فائز ہونے کے اہل ہوں گے نہ کہ اولاد آدم میں انسان کہلانے والی تمام مخلوق۔ چنانچہ اس شرط کو صرف قرآن حکیم ہی میں ارشاد نہیں فرمایا گیا ہے بلکہ اللہ رب العزت کی نازل کردہ کتاب "زبور" میں بھی اس شرط کو لکھ دیا گیا تھا جیسا کہ اللہ رب العزت کی روشن کتاب مستجاب میں سترھویں پارہ میں سورۃ الانبیاء کی ایک سو پانچویں آیت میں ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝
(ترجمہ) "اور بیشک ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے صالح (نیک) بندے ہوں گے۔" اس زمین کی خلافت کا وعدہ زمین کی "وراثت" کی شرط کے ساتھ اس طرح فرمایا گیا کہ اس امر میں کوئی شبہ یا اشکال باقی نہ رہے کہ خلیفہ جو وارث زمین ہو گا وہ محض اور قطعی طور پر مومنین اور صالحین ہی میں سے مقرر اور فائز کیا جائیگا جیسا کہ اٹھارویں پارہ میں سورۃ النور کی پچیس^{۵۵} ویں آیت سے تائید فرمائی گئی کہ

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْخَرَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ
كَمَا سَخَّرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَا يُمْكِنُ لَهُمْ دِينُهُمْ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ
لَيَبْدَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ حَوْفِهِمْ أَمْ نَأْتِيكُم بِشَيْءٍ لَمْ تَكُنْ لَهُ كُفْرًا بَعْدَ
ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

(ترجمہ) "اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں کے ساتھ تم میں سے جو ایمان لائے اور عمل صالح کے لئے ضرور انہیں زمین کی خلافت دے گا جیسی ان سے پہلے لوگوں کو (خلافت) دی (ص)"

اور ضرور ان کے لئے حمادے گا ان کا وہ دین (اسلام) جو ان کے لئے پسند فرمایا گیا ہے اور ضرور ان کے اگلے (آنے والے یعنی آخرت کے) خوف کو ان سے تبدیل کر دے گا (طہ) میری عبادت کریں اور میرا شریک کسی کو نہ بنائیں (طہ) اور جو اس کے بعد ناشکری کرے پس وہی لوگ رفاستق و نافرمان بے حکم ہیں۔“

میرے عزیزو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں پوری وضاحت کے ساتھ اس ”نظام خلافت“ اور اس کی غرض و نغایت کو ارشاد فرمایا کہ صاف صاف اس امر کی وضاحت فرمادی ہے کہ ارواح کے اس میثاق کی شہادت جو عالم ارواح میں تمام روحوں نے اپنے رب سے کیا تھا جیسا کہ نویں پارہ میں سورۃ الاعراف کی ۱۶۲ ویں آیت شاہد ہے) قولی اور عملی طور پر اس دنیا میں آکر دینے کا نام ہی دین ہے اور اس طرف رجوع کرنے، خداوند عالم کی زمین پر خدا کی خلافت و نیابت کے ذریعے اس کی حکومت چلانے اور اسی ذات و احد کی فرمانبرداری قائم رکھنے کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے گئے جو اس نظام کو غصب کر کے خیانت کرنے والوں کا مقابلہ کرتے رہے خواہ اس فرض کی انجام دہی میں انہیں کیسی ہی بڑی سے بڑی قربانیاں کیوں نہ دینی پڑیں تا آنکہ حضور اکرم نور مجسم فخر بنی آدم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ”نبوت“ ختم ہو گئی۔ اللہ رب العزت نے ”نظام خلافت رضی“ کی وراثت کو جاری و ساری رکھنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اس ”نظام خلافت“ کو اس طرح قائم فرمایا کہ کسی قسم کا اشکال یا شبہ اس امر میں باقی نہ رہنے پائے کہ ہر اس چیز کا جو پیدا کی گئی ہے مالک خالق حقیقی ہی ہے اور اس زمین پر جسے خلافت دے کر اپنا نائب مقرر کیا ہے وہ صرف اسی کی حکمرانی کو جاری کرے گا۔ چنانچہ خود حضور اکرم نور مجسم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جو غیر متنازعہ باعث تخلیق کائنات ہیں اپنی ملکیت اس طرح تفویض فرمائی کہ یہ واضح ہو جائے کہ مالک حقیقی

ذاتِ باری ہی ہے اور جو کچھ بھی کائنات بلکہ ماورائے کائنات میں ہے اس کا مالک بلا شرکت غیر وہی ذات والا صفات ہے۔ اس کی بہترین وضاحت چھبیسویں پارہ میں سورۃ الفتح کی دسویں آیت اسی طرح کرتی ہے کہ (ترجمہ) وہ جو آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں (ظن ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے) جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا (یعنی) اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب (اجر عظیم) اور بدلہ دے گا۔

میرے عزیزو! اس بات پر کچھ زیادہ صلاحیت فکر و تدبیر نہیں ہے کہ نظام خلافت اور وراثت ارضی جو محض معاہدہ الست کو اس زمین پر قائم رکھنے کے لئے وجود میں آیا تھا کے لئے صرف اللہ رب العزت ہی کی "بیعت" کی جاسکتی ہے اور کسی غیر کی بیعت خواہ وہ خود باعث تخلیق کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات ہو اللہ کے مال کو اپنے لئے نہیں خرید سکتی بلکہ اس کی بیعت (خرید و فروخت) اللہ ہی کے لئے ہوگی اور اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے اپنی توحید کی حفاظت کے لئے خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کو اپنا ہاتھ اور ان کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا جو درحقیقت ایک اصلیت تھی کیونکہ سورۃ الانفال کی سترھویں آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفاروں کو مارنے کو خود اپنی ذات سے نسبت دے کر واضح فرمادیا کہ محبوب و محب میں کس قدر گہرا تعلق ہے اور اس تعلق کو محبوب کی نسبت سے قیامت تک کے لئے دوامِ نختہ کی خاطر نظامِ خلافت و وراثت کو بیعت سے اس طرح متعلق فرمادیا کہ کوئی بھی اس سے باہر نکل کر جنت کا مالک نہیں ہو سکتا کیونکہ جنت تو مومنوں نے اللہ رب العزت سے اپنی جانوں کے عیوض اور اللہ رب العزت نے مومنوں کی جانیں جنت کے عیوض خرید لی ہیں تو اس سو سے اور خرید و فروخت (بیعت) کے بغیر دین کا وہ مقصد اور غایت

پوری نہیں ہوتی جو میثاق الست کو بروئے کار لانے سے متعلق ہے۔ اسی وجہ سے معاہدہ الست کے اس بڑے عہد کو جو عالم ارواح میں بندوں نے رب تعالیٰ سے کیا تھا اس خرید و فروخت کے ذریعہ واضح فرما کر ارشاد فرما دیا کہ "جس نے عہد توڑا تو اس نے اپنے اس بڑے عہد کو توڑا (جو اس نے اللہ سے کیا ہے) اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اللہ سے اس نے کیا تھا تو بہت جلد اللہ رب العزت اسے اجر عظیم عطا فرمائے گی۔" لہذا اس خرید و فروخت کے ذریعہ کو جو میثاق الست کے عہد کی تکمیل اور عملی ایفائے عہد ہے خلافت اور وراثت ارضی سے اس طرح وابستہ کیا گیا کہ "خلیفہ کار نبوت انجام دیتا رہے۔ یہی سلسلہ جاری رکھنے کی غرض سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے چھ "خلفائے راشدین" مقرر فرمائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر سب سے پہلے ایمان لائے اپنا پہلا خلیفہ ہونے کا اعلان اس طرح فرمایا کہ "اپنی جگہ انہیں دین کے ستون یعنی نماز کی امامت کے لئے مقرر فرما دیا۔" دوسرے خلیفہ کا تقریر ان الفاظ کے ساتھ فرمایا کہ "میرے بعد اگر نبوت جاری رہتی تو عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ہوتے بسکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ تیسرے خلیفہ راشد کا تقریر بیعت رضوان کے موقع پر جس سے سلسلہ بیعت کا قیام عمل میں آیا اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر فرمایا اور چوتھے خلیفہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اس طرح مقرر فرمایا کہ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے بلند فرما کر کہا "میں جس کا مولا ہوں یہ علیؑ اس کا مولا ہے اور زیادہ وزن پیدا کرنے کے لئے مزید فرمایا کہ "اس کا گوشت میرا گوشت، اس کا خون میرا خون، اس کا جسم میرا جسم اور اس کی روح میری روح ہے۔" پانچویں خلیفہ راشد حضرت امام عالی مقام مولانا علیہ السلام اور چھٹے خلیفہ راشد امام عالی مقام مولانا حضرت امام حسین علیہ السلام

کو متعدد بار مختلف ذریعوں اور طریقوں کے علاوہ یہ فرما کر اپنا خلیفہ راشد مقرر فرمایا کہ "حسن اور حسین مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔" یہ ارشاد علیحدہ علیحدہ بھی دونوں سبطین علیہم السلام کے لئے فرمایا گیا کہ "حسن مجھ سے ہے اور میں حسن سے ہوں اسی طرح یہ کہ "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔" یہ چھ کی چھ خلافتیں براہ راست ہیں اور ان میں سے پہلے چار خلیفہ بلا فصل ہیں کیونکہ ان چاروں خلفاء نے براہ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی تھی اور ان کی خلافت کا اعلان بھی براہ راست ہے بلکہ ان کے تقرر اور منصب خلافت پر فائز ہونے کی ترتیب بھی منجانب اللہ مقرر شدہ ہے کیونکہ اگر اس ترتیب میں تبدیلی ہو جاتی تو چاروں خلفاء کو اس منصب جلیلہ پر فائز ہونے کی سعادت اور شرف حاصل نہ ہوتا اس لئے کہ تین خلفاء راشدہ کی وفات حضور مولائے کائنات سے پہلے ہوئی تھی۔ اگر مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام پہلے خلیفہ مقرر ہو جاتے تو باقی تینوں اصحاب رسول اس شرف سے اس لئے محروم رہتے کہ ان تینوں کی وفات حضرت مولائے کائنات کے دور خلافت ہی میں ہو جاتی۔ یہ ترتیب خلافت جو منجانب اللہ تھی صحیح تھی اور یہی تقاضہ مشیت بھی تھا۔ پانچویں خلیفہ راشد حضرت مولا حسن علیہ السلام کو بد قسمت امت کے بعض علماء کا گروہ نواسہ رسول ہونے کے باوجود خلفائے راشدین کی فہرست میں شامل کرنے سے گریزاں ہے اور اسی طرح چھٹے خلیفہ راشد حضرت مولا امام حسین علیہ السلام کا معاملہ خود کو علمائے دین کہلانے والے حضرات نے گنجلک کر دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات نے پہلے چاروں خلفاء راشدین جو براہ راست اور بلا فصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں کے سیاسی نظام سلطنت (امور سلطنت کے سربراہ کی حیثیت سے) کے اقتدار ظاہری کو "خلافت" سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہو کر پورے نظام خلافت الہیہ

اور وزارت ارضی کو سیاسی نظام سلطنت کے ماتحت کر دیا۔ اس طرح انہوں نے اٹھارہویں پارہ میں سورۃ النور کی ۵۵ ویں اور سترھویں پارہ میں سورۃ الانبیاء کی ۱۰۷ ویں آیات سے آنکھیں بند کر لیں اور امت مسلمہ کو یہی باور کرایا کہ "سیاسی نظام سلطنت" ہی خلافت ہے حالانکہ امام عاقلیہ مقام حضرت مولا حسن علیہ السلام نے "دین اسلام کو اس غلط فہمی کے فتنہ سے بچانے اور مسلمانوں کو آپس کے خون خرابے سے روکنے کے لئے جو محض "سیاسی اقتدار کی خاطر کیا جا رہا تھا دین اور سیاست کی قیادت کو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سبط اکبر کی ذات تک ایک جگہ جمع تھی علیحدہ علیحدہ کر کے دین کو سیاست سے جدا کر دیا تھا اور اس کے بعد سیاست نے ملکیت بن کر جو رخ اختیار کیا وہ ہزار گنہ چنگیزیوں کو شرم سار کرنے کے قابل تھا۔ مولا امام حسن علیہ السلام کے اس فیصلہ کے بعد "خلافت راشدہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق صالح المؤمنین حضرت امام عاقلیہ مقام مولا حسین علیہ السلام کے ذریعہ قائم ہوئی اور ان کے ہاتھ پر کی جانے والی بیعت ہی وہ بیعت تھی جو اللہ کے لئے کی جانے والی بیعت کہلائی جاسکے کیونکہ ان کا ہاتھ ہی اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ تھا اور اس ہاتھ پر کی جانے والی خرید و فروخت ہی "جنت" کے سودے کی حقیقی اور جائز خرید و فروخت تھی۔ ان کے علاوہ کسی اور کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی "بیعت" لے کر بندے کو خدا کی ملکیت میں دینے کا کام کر سکے۔ اس لئے ان کے علاوہ جو کوئی بھی اپنی بیعت لینے کا مرتکب ہوا "اس نے کھلا شرک کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے بھی اس شرک میں برابر کے شریک قرار پائیں گے۔ یہ ایک کھلی حقیقت تھی جس کی وجہ سے مولا حسین علیہ السلام نے "بیزید کی بیعت کو شرک" اور بیزید کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملکیت کو غصب کر کے قبضہ کرنے والا غاصب اور خائن قرار دیا۔ اس لئے امام عاقلیہ مقام جن کا ہاتھ "اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہاتھ

بن کر اللہ کی بیعت لینے پر مامور تھا اپنے اس ہاتھ کو یزید کے ہاتھ میں دے کر اللہ رب العزت کے ہاتھ کو بندے کے ہاتھ میں کیسے دے سکتے تھے۔ یزید اگر فاسق و فاجر نہ جی ہوتا تب بھی نواسہ رسول اور وارثا خلافت ارضی کے لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ دین کے بنیادی اور اساسی مقصد اور غایت کو غارت کر کے خانوادہ رسالت کو محفوظ اور سلامت رکھتے کیونکہ اگر مولانا حسین علیہ السلام یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تو ایک طرف تو وہ مخصوص نسبتوں سے اللہ رب العزت تک پہنچنے والے ہاتھ کو جو اللہ کا ہاتھ ہونے کی نسبت کا مانگ تھا بندے کے ہاتھ میں دینے کا ارتکاب کرتے اور دوسری طرف اس معاہدہ الست کو جو روجوں نے اپنے رب سے کیا تھا توڑ کر دین کی غرض و غایت کو تباہ کرنے کا سبب بنتے۔ اس لئے انہوں نے دین اسلام کے اساسی اور بنیادی مقصد و غایت کو محفوظ اور سلامت رکھنے کے لئے بڑے سے بڑا خطرہ مول لینے اور خانوادہ رسالت کو برباد کر دینے کی قربانی کو معمول سے کام کی طرح بخوشی انجام دیا اور اس طرح وحدت خداوندی اور خلافت رسالت پناہی کو جو اصل دین ہے تباہی سے بچا کر سلسلہ بیعت کو قیامت تک "صالح المؤمنین" کے ذریعہ قائم کر کے دین کی خلافت راشدہ کو محفوظ رکھا۔ اسی لئے اولیائے کرام نے حجت الہیہ کو اس زمین کے چپے چپے پر قائم فرمایا کہ سلسلہ "بیعت و خلافت جاری رکھا اور یہی سلسلہ بیعت جو خالصتاً اللہ رب العزت کے لئے ہے "نظام خلافت راشدہ کے ذریعہ انشاء اللہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا اور جو ارواح صالحین اپنے اس عہد پر جو انہوں نے اپنے رب سے عالم ارواح میں کیا تھا قائم رہ کر میثاق الست کے تحت اس عالم میں اللہ رب العزت کے رب ہونے اور اپنے عبد یعنی بندہ ہونے کی شہادت دینے میں ثابت قدم رہیں گی وہ ضرور اس سلسلہ بیعت میں داخل ہوں گی کیونکہ اس طرح وہ مومن ہو کر اپنی جانوں کو

المدرب العزت کے ہاتھ جنت کے عیوض فروخت کرنے کا معاہدہ بیعت کرتی ہیں۔ یہی جماعت مومنین ہے جن میں سے "صالح المومنین" فریضہ بیعت خداوندی اور خلافت راشدہ کی ذمہ داری کو پورا کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ ان صالح المومنین کا امام وقت ہونا ضروری نہیں کیونکہ "بیعت لینے کا حق صرف امام ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ" امام کا مقرر کردہ نمائندہ یا خلیفہ جسے بیعت لینے کا مجاز کیا گیا ہو بیعت لے سکتا ہے خود حضور امام عالی مقام حضرت مولا امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو امام وقت نہ تھے بیعت لینے کی اجازت مرحمت فرما کر اپنا نمائندہ اور خلیفہ برائے بیعت مقرر فرما کر یہ مثال قیامت تک کے لئے قائم فرمادی ہے۔ حضرت امام عالی مقام مولا حسن علیہ السلام نے چار بزرگوں کو خلافت عطا فرما کر بیعت لینے کی اجازت مرحمت فرمائی جن سے سلسلہ بیعت جاری ہے۔ ان چار اولیائے کرام و پیران عظام میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ رجن کو بعض حضرات مولائے کائنات حضرت علی کا خلیفہ قرار دیتے ہیں جو تاریخی اعتبار سے اس لئے صحیح نہیں ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی میں بصرہ تشریف لے گئے تھے اور جوان ہو کر امام عالی مقام مولا حسن علیہ السلام سے خلافت رشد و ہدایت حاصل فرمائی، حضرت مولا حسن مثنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرزند حضرت امام عالی مقام سیدنا مولا حسن علیہ السلام، حضرت کیل بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چوتھے خود امام عالی مقام حضرت مولا حسین علیہ السلام ہیں جنہوں نے اپنے بڑے بھائی کے دست حق پرست پر بیعت خلافت کی اور رشد و ہدایت اور منصب امامت پر متمکن ہوئے اسی طرح آئمہ اہلبیت نے بہت سے "صالح المومنین" کو خلافت رشد و ہدایت کی سند اور خرقہ عطا فرما کر بیعت لینے کا مجاز قرار دیا۔ اس طرح سلاسل اولیائے کرام سلسلہ ہائے تصوف کے نام سے جاری ہیں

اور قیامت تک جاری رہیں گے۔

پس میرے عزیزو! جو کوئی بھی اس سلسلہ میں داخل ہوا وہ فلاح دارین کو پہنچا
کیونکہ اس نے وہ عہد جو بڑا عہد تھا اور اپنے رب سے عالم ارواح میں کیا تھا اس
عالم میں پورا کیا اور اس کے معبود اور اپنے عہد ہونے کی شہادت دے کر تیناں الست
کی تکمیل کر دی۔ وما علینا الا البلاغ

موجودہ دور میں بھی دنیا کو ہلاکت و تباہی
سے بچنے کے لئے دین اسلام کا وہ واحد
راستہ اختیار کرنا ہو گا جو تصوف کی اقدار
اور طریقت کے کردار کا حامل ہو

۵ دسمبر ۱۹۸۱ء۔ المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ
حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے حیدرآباد میں حضرت
سید شاہ عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضری کے بعد
لطیف آباد میں ان کے سالانہ ختم شریف کی تقریب کے کثیر اجتماع سے "ذکر الہی
کے قرآنی فیضان اور مومن کا کردار" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے نویں پارہ
سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کی روشنی میں فرمایا کہ۔

اولیئے کرام نے دنیا کے گوشہ گوشہ میں توحید کا پرچم بلند کیا اور سیرت سرکار
وہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طریقت کا جامہ پہن کر صاحب کردار معاشرہ قائم کیا۔

انہوں نے تبلیغ دین کا فریضہ قرآن کریم ذکر حکیم کی تعلیمات کے مطابق انجام دیا اور سب سے پہلے انسان کہلانے والی مخلوق آدم کے بیٹے کو "انسانیت" کی نعمت سے روشناس کرایا۔ اس حیوان ناطق کو جسے نفس امارہ کے غلبہ نے خطرناک درندہ بنا رکھا تھا "ذکر الہی" کے فیضان سے نواز کر اس کے قلب میں خوف خدا پیدا کر کے نور بھردیا۔ اس طرح اسے نفس امارہ کے غلبہ سے نجات دلا کر مومن کے رتبہ تک پہنچا دیا اور مومنین کے اس معاشرہ کو دنیا کی امامت کے فرائض انجام دینے کے لائق بنا کر احکامات الہیہ کالفاذ فرمایا۔ یہی "نفاذ اسلام" اور "نظام مصطفیٰ" تھا اور اس کی بنیاد "ذکر الہی" پر قائم تھی لیکن افسوس کہ ہمارے "علمائے دین" کہلانے والے حضرات کے گرد منہ قرآن کریم کے ان واضح احکامات کو جو ذکر الہی اور اس کے فیضان سے متعلق بہت تواتر کے ساتھ ارشاد فرمائے گئے ہیں کبھی "نماز" اور کبھی "وعظ" کہہ کر اس معاشرہ کو اس نعمت سے محروم کر دیا حالانکہ قرآن کریم نے نماز اور ذکر الہی کو متعدد مرتبہ نہایت وضاحت کے ساتھ علیحدہ علیحدہ عبادات ارشاد فرمایا ہے بلکہ نماز کو مقررہ اوقات ہی میں ادا کرنے کو فرض کیا ہے جبکہ ذکر الہی کو کثرت سے اور بار بار کرنے کا حکم دیا ہے اور کبھی نماز سے پہلے ذکر الہی کی تاکید فرمائی ہے اور کبھی نماز کے بعد۔ چنانچہ ۲۶ ویں پارہ میں سورۃ الجمعہ کی نوٹس اور دسویں آیات میں "اذان" کے فوراً بعد ذکر الہی کی طرف لپکنے اور دوڑنے کا حکم صادر فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا زُرْتُمُ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمٍ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ
 وَفَرُّوا بِالْبَيْعِ مَا ذَاكُمُ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٠﴾ وَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ
 فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا
 لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١١﴾

(ترجمہ) جب تمہیں جمعہ کے دن آذان کے ذریعہ نماز کے لئے بلایا جائے تو (پہلے تو تم) اللہ کے ذکر کی طرف دو تڑ خریدو فروخت (کاروبار) چھوڑ کر (کیونکہ) اس میں تمہارے بہتری ہے اگر تم کو علم ہو (۹) پھر جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ رحمن کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تمہیں فلاح کی امید ہو اور پانچویں پارہ میں سورۃ النساء کی ۱۰۳ ویں آیت میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ (ترجمہ) نماز پڑھو پھر اس کے بعد ذکر میں مشغول ہو جاؤ کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے (جیسے بھی مناسب ہو) اور جب ذکر الہی کے فیضان سے اطمینان قلب حاصل ہو جائے تو پھر دستور کے مطابق نماز قائم کرو۔ بیشک نماز مسلمانوں پر مقررہ اوقات میں فرض ہے۔

کیا اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس واضح ارشاد کے بعد بھی اس حقیقت میں کوئی شبہ باقی رہتا ہے کہ نماز اور ذکر الہی دونوں ایک ہی چیز نہیں بلکہ دو علیحدہ علیحدہ عبادات ہیں اور ذکر الہی ہر عبادت کی روح ہے۔ ہم نے ذکر الہی کو ترک کر کے اپنی تمام عبادات کو بے روح کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرہ میں گوں ناگوں خرابیاں بہ این ہمہ کہ ہم عبادات پر بھی قائم ہیں موجود ہیں۔ اگر ہم اپنے اس کردار کو سچپانی جو دنیا کے نظم و نسق اور انسانیت کی بقا اور تحفظ کے سلسلہ میں اللہ رب العزت نے ہم پر عائد کیا ہے تو ہمیں ذکر الہی کے ان فیضان کو اپنانا ہوگا اور دنیا پر یہ ثابت کرنا ہوگا کہ موجودہ دور میں بھی دنیا کو تباہی اور ہلاکت سے بچنے کے لئے "دین اسلام" کا وہ راستہ اختیار کرنا ہوگا جو تصوف کے اقدار اور طریقت کے کردار کا حامل ہو۔

ذکر الہی کے قرآن فیضان

سیری لنکا میں فیضانِ غوثیہ

عضو آقائے و مولائے سیرکے و مرشدکے
شیخ المشائخ حضرت علامہ

جیلانی پانڈپورکے صاحب مدظلہ العالی

کے

جونے، جولائی ۱۹۷۲ء، نیک دورہ سیرکے لنکا کے
قائمت و مشاہدات

مرتبہ:-

عبدالحفیظ حاجی ہاشم فتانی علوی نقادری

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چھوٹی سی بات بہت بڑے واقع کے ظہور کا سبب بن جاتی ہے۔ ایسا ہی کچھ معاملہ میری چھوٹی سی کوشش سے ظہور میں آکر سری لنکا (سیلون) میں "ذکر الہی کے قرآنی فیضان اور کرامات غوثیہ کے ظہور کا باعث ہوا۔

یہ اس زمانہ کی بات ہے جب میں اپنے والد بزرگوار حاجی ہاشم طیب فتانی کے جاری کردہ شتر چھتر سالہ پرانے تجارتی ادارہ "حاجی سلیمان طیب اینڈ کمپنی" کو سیلون کے مشہور شہر جانپنا میں چلا رہا تھا۔ ہمارا سری لنکا کے اس شہر میں جو اس ملک کے ایک صوبہ کا دار الخلافہ بھی ہے کپڑے کا بہت اچھا کاروبار تھا۔ اللہ رب العزت نے اپنے فضل سے ہمیں توفیق عطا فرمائی تو ہم نے وہاں اس کے گھر (مسجد) کی بنیاد رکھی اور اس کی تعمیر کو ایک کمیٹی بنا کر جس کا میں سرپرست اور جنرل سکرٹری تھا تکمیل تک پہنچایا۔ اس مسجد کا نام ہم نے "مسجد محی الدین" (غوث پاک کے اسم گرامی کی نسبت سے) رکھا۔ اس ملک میں مسلمانوں کی اکثریت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی پیروکار ہے اور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے خصوصی عقیدت رکھتی ہے۔ اس لئے ہم سب نے ملکر یہ طے کیا کہ اس مسجد کا افتتاح کسی ایسی برگزیدہ ہستی سے کرایا جائے کہ جو نہ صرف حضور غوث الثقلین قطب البکونین سلطان المقبولین ابو محمد محی الدین کی نسل سے ہو بلکہ اپنے اعمال و کردار اور سیرت کے ساتھ ظاہری صورت سے بھی حضور غوث پاک کی پیروی ہو۔ چنانچہ ایسے کئی اعلیٰ مرتبت حضرات کے نام زیر تجویز آئے۔ ان میں سرفہرست حضرت عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سفیر عراق، متعینہ پاکستان اور حضرت شیخ طاہر علاؤ الدین گیلانی صاحب کے علاوہ میرے مرشد برحق شیخ المشائخ حضرت علامہ سید ظہر الحسن جیلانی چاند پوری المعروف بہ پیر جیلانی مدظلہ العالی کا اسم گرامی بھی تھا۔ چنانچہ سیدی و مرشدی آقائی و مولائی حضرت شیخ المشائخ کے حق میں متفقہ طور پر فیصلہ ہوا اور انہیں باضابطہ نہ صرف

اس مسجد "محمی الدین" کے افتتاح کے لئے زحمت کا دعوت نامہ جاری کیا گیا بلکہ قرآن کانفرنس میں بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ ضروری انتظامات کرنے کے بعد ہم اس تاریخ اور وقت کلبے چینی سے انتظار کرنے لگے کہ جب حضور غوث پاکؒ کے یہ فرزند جلیل سرزمین سری لنکا کے مقدر کو اپنے نوری قدم میمنت لزوم سے جگمگانے والے تھے۔ وہ تاریخ ۲۵ جون ۱۹۷۷ء کی مبارک تاریخ تھی۔ میں دو ہفتہ پہلے یعنی ۱۰ جون کو کولمبو پہنچ گیا جہاں پہلے سے میرا ایک کمرہ بطور دفتر کے موجود تھا۔ لیکن یہ جگہ اس قابل نہ تھی کہ حضور شیخ المشائخ کے قیام کے لئے منتخب کی جائے۔ چودہ دن کی انتھک محنت اور کوشش کے باوجود میں ایسی کوئی جگہ کراہی پر یا اعزازی طور پر حاصل نہ کر سکا جو حضور انور کے قیام کے لئے شایان شان تو کجا محض مناسب اور موزوں ہی ہو سکے۔ میں بہت پریشان تھا اور کوئی انتظام ہونے میں نہیں آ رہا تھا کیونکہ کولمبو میں میرے تعلقات محدود تھے۔ تاہم اچانک غوث پاکؒ کی پہلی کرامت کا ظہور ہوا اور میرے ایک ملازم سلیمان بھائی نے آکر مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ محلہ مورو اسٹریٹ مسجد لائن نمبر میں ایک ٹرانسپورٹرسٹر انور ہیں، انہیں بہت ہی عجیب و غریب بشارت ہوئی ہے جس کا وہ اظہار لو کرنا نہیں چاہتے لیکن جب میں نے ان سے یوں ہی سرسری طور پر تذکرہ کیا کہ حضور غوث پاکؒ کے فرزند جلیل شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی سری لنکا تشریف لارہے ہیں تو وہ تڑپ اٹھے اور کہنے لگے کہ میں تو اس مبارک وقت کلبے چینی سے انتظار کر رہا ہوں کہ کب وہ مبارک قدم میرے گھر کو نوری بنائیں گے۔ میں اپنے یہاں ان کے قیام کا مکمل انتظام کروں گا۔ اور یہ کہتے ہی انہوں نے اپنی دو منزلہ عمارت کی پہلی منزل قطعی طور پر اور زیرین منزل جزوی طور پر خالی کرانے کے انتظامات شروع کر دیئے ہیں۔ سلیمان بھائی سے یہ بات سن کر مجھے مسٹر محمد انور سے ملنے کا مقدر اشتیاق ہوا کہ ایک لمحہ کی

تاخیر بھی برداشت نہ کر سکا اور فوراً سلیمان بھائی کو ہمراہ لیکران سے ملنے کیلئے مورو اسٹریٹ مسجد میں روانہ ہو گیا اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ مسٹر انور نے ٹرانسپورٹ کے عملہ کی مدد سے اپنی بلڈنگ کو نہ صرف خالی کر لیا ہے بلکہ اس میں نئے سرے سے رنگ و روغن کا اہتمام بھی کر رہے ہیں۔ انہوں نے ۲۴ جون کا دن اور پھر آنے والی رات اور ۲۵ جون ۱۹۷۲ء کے نصف دن تک یہ تمام انتظامات مکمل کر لئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ چند دن پہلے محمد انور کو حضور غوث پاکؒ نے خواب میں بشارت عطا فرمائی تھی کہ "سری لنکا میں ہمارا فرزند آ رہا ہے تم ان کی رہائش کے انتظامات کرو۔" اسی وجہ سے وہ اس قدر مستعدی سے اس کام میں مصروف تھے اور خود حضور مرشدی و آقائی کی غلامی کے لئے مع اپنے اہل خانہ بیقرار اور بے چین تھے جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا کہ نہ صرف وہ انکی اہلیہ اور بچے داخل سلسلہ عالیہ "قادریہ رزاقیہ علویہ" ہوئے بلکہ انہوں نے اپنی اس بلڈنگ کو حلقہ کے دفتر کے لئے وقف کر کے اس کا نام ہی حضور آقائی و مولائی سعیدی و مرشدی شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری کی نسبت سے "شاہ جیلانی منزل" رکھ دیا۔

۲۵ جون ۱۹۷۲ء کو صبح ہی سے ہم اس وقت کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے کہ جب غوث پاکؒ کے فرزند حلیل حضرت شیخ المشائخ سرزمین سری لنکا کو اپنے قدم سے سرفراز فرمانے والے تھے لیکن بد قسمتی سے کولمبو کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر حضور کے استقبال کیلئے ہم صرف تین آدمی ہی جاسکے ایک میں خود اور دو میرے ملازم سلیمان بھائی اور رشید احمد۔ بھائی محمد انور اور ان کے اہل خانہ کیونکہ جائے نیام پر ضروری انتظامات میں مہمک تھے اس لئے ایئرپورٹ ہمیں پہنچ سکے الغرض حضور مرشدی قبضہ عالم کے دورہ کی ابتداء بھی کہ کل تین آدمی استقبال کے لئے بندرانا ایک انٹرنیشنل ایئرپورٹ کولمبو پہنچے تھے جیسا کہ تصویر نمبر ۳ میں ظاہر ہے

کہ میرے ملازم رشید احمد (جس پر نمبر پڑا ہوا ہے) اور میری تصویر کے بچے سلیمان بھائی اور میں خود حضور کے ساتھ کھڑے ہیں اور حضور کے دست مبارک میں پاسپورٹ اور کاغذات راہ داری ہیں۔ تصویر نمبر ۳ میں حضور مرشدی و مولائی کا میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور تصویر نمبر ۴ میں ایک چٹائی پر تشریف فرما ہیں جبکہ دوسری چٹائی پر صاحب خانہ محمد انور بھائی اور میرا ملازم رشید احمد ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب حضور جائے قیام پر تشریف فرما ہوئے تو اس کمرے میں جو حضور کی آرام گاہ کے لئے مخصوص تھا فریج لگا یا جھاربا تھا اور جس کمرہ کو انتظار گاہ کے طور پر ملاقاتی حضرات نے استعمال کرنا تھا اس وقت تک فریج وغیرہ سے آراستہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ حضور نے حکم صادر فرمایا کہ اس کمرے میں ہمارے بیٹھنے کے لئے چٹائی بچھا دو۔ لہذا حکم کی تعمیل کی گئی اور یہ تصویر اسی وقت کیمرے نے محفوظ کر لی۔ چالیس نمبر کی تصویر اس موقع کہ ہے جب کولمبو میں پاکستانی سفارت خانہ پر متعین افسر ابطہ جناب بشیر احمد صاحب حضور سے ملاقات کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ کولمبو کے ایک بڑے تاجر احمد بھائی اور ان کے فرزند اور تیسرے نمبر پر بھائی محمد انور اور سر پر رومال رکھے ہوئے ان کا بچہ ہے۔ پاکستانی سفارت خانہ کے افسر ابطہ جناب بشیر احمد صاحب بھی سر پر رومال باندھے ہوئے ہیں۔ یہ کتھے اس دورے کے ابتدائی لمحات اس کے بعد اللہ رب العزت نے جو کرم فرمایا اس کا مکمل تذکرہ تو ایک علیحدہ کتاب کی تصنیف کا متقاضی ہے لیکن میں اس موقع پر تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد فوٹو گراف میں سے صرف چالیس کی مرد سے چند واقعات مختصراً بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

”ذکر الہی کے قرآنی فیضان کا سب سے پہلا منظر ہرہ اور مشاہدہ اس وقت ہوا جب ۲۶ جون ۱۹۷۱ء کو کولمبو شہر میں پہلا حلقہ ذکر منعقد کیا گیا جس میں سلسلہ عالیہ ”قادر یہ رزاقیہ علویہ“ کے طریقہ کے مطابق پہلے ”ذکر نفی و اثبات“ اور ذکر اسم

ذات بالجہر اور اس کے بعد "ذکر اسم ذات سانس سے" (جسے ذکر انفاس کہتے ہیں) مراقبہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ حضرت مرشدی و مولائی کے ارشاد کے مطابق: "کلمہ طیبہ کے حصہ "توجد" کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں "ذکر نفی و اثبات" کہا جاتا ہے جس میں لطیفہ روح سے غیر اللہ کی نفی اور لطیفہ قلب بن اللہ رب العزت کا اثبات ہوتا ہے۔ یہ ذکر جہری ہے اور ضربات کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح "ذکر اسم ذات" بھی ضربات کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی جہری ذکر ہے لیکن "ذکر انفاس" بغیر آواز کے سانسوں میں اللہ رب العزت کے اسم ذات کو لسا کر مراقبہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ فرضاً یہ کہ اس حلقہ ذکر کے بعد حضور مرشدی و مولائی قبلہ عالم شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے جب اردو میں خطاب فرمایا تو حاضرین پر جو اردو زبان سے قطعی ناواقف تھے ایسی رقت طاری ہوئی کہ "ذکر الہی کے فیضان" کا سہل بندھ گیا اور معلوم ہونے لگا کہ حاضرین کے قلوب اس درجہ رقتی ہو گئے ہیں کہ آنسو بہ کر بہہ جائینگے رقت قلبی کا یہ منظرہ عجیب و غریب اور مشاہدہ ذکر کی عظمت کی گواہی تھا۔ اس واقعہ کی شہر بھر میں اس قدر شہرت ہوئی کہ پانچ یوم کے مختصر قیام میں حلقہ ذکر میں جو روز آئے منعقد ہو رہا تھا حاضرین کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی اور "کرامات غوثیہ" کا ظہور شروع ہو گیا۔ سب سے پہلے یہ واقعہ ظہور میں آیا کہ "ملا یاء" کے ایک سفارت کار جو غالباً بھولہ میں اپنے سفارت خانہ کا "سیکنڈ یا تھرڈ سکرٹری" تھا کی ایک لڑکی آٹھ دس سال کی عمر تک گونگی تھی۔ وہ عیسائی تھی اور اس کا نام "میری جوزف" تھا حضور قبلہ عالم کے حضور پیش کی گئی (تصویر ۵) میں لڑکی حضور کی دست بوسی کر رہی ہے حضور نے اس پر کلام الہی دم فرمایا، مرشدی و مولائی شیخ المشائخ نے اللہ تعالیٰ کے کلام کا ایک حصہ شہد پر دم کر کے دیا اور حکم فرمایا کہ اس شہد کو اس کی زبان پر

زن میں تندوبار لگایا جانے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تو اللہ رب العزت کے فضل سے یہ لڑکی گیارہ دن کے اندر اندر توتلے توتلے الفاظ سے بولنے لگی۔ اس واقعے سے سفارتی اور سیاسی حلقوں میں اس قدر شہرت پائی کہ اسمبلی کے ممبران کے علاوہ سرکار لنگا کے اہل حکومت و وزراء اسمبلی کے اسپیکر اور عمائدین شہر سب ہی شیخ المسلمین حضرت علامہ جیلانی چاندپور کی مدظلہ العالی کی زیارت کے مشتاق ہو گئے۔ پانچ یوم قیام کے بعد مرشدی مولائی تو اس غلام کے شہر جافنا کے لئے تشریف لے گئے یہ غلام اور اس کے دونوں ملازم ساتھ تھے جافنا شہر میں پہنچے ہی کرامات غوثیہ کے ظہور اور مشاہدوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا جن سب کی تفصیلات کے لئے ایک علیحدہ تصنیف درکار ہے سب سے پہلے یہ ہوا کہ حضور کو جس جگہ قیام فرمایا تھا جب وہاں تشریف لائے تو عمارت کے دروازے پر ایک عورت بیٹھی تھی جس کے جسم پر بے اندازہ زخم تھے پھوڑوں سے پیپ بہ رہی تھی اس نے حضور کے موٹر سے بہت تہمت لگائی تھی حضور سے کچھ سوال کیا جسے یہ غلام نہ سن سکا حضور اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ سن کر رک گئے اور غلام کو حکم دیا کہ اسے ہماری خدمت سے ہماری رقم میں سے جو اچھی چیز کے لئے غلام کو دی گئی تھی کچھ پیسے دیدو غلام نے تعمیل کی تو اس عورت نے مقامی زبان میں مجھ سے کہا کہ یہ کون ہے میں نے اسے سمجھایا کہ یہ میرے مرشد ہیں اور پاکستان سے ابھی ابھی تشریف لائے ہیں اس عورت نے سوال کر دیا کہ ان سے مجھے پیسے نہیں چاہئیں صحت اور تندرستی چاہئے ہیں نے اس کا یہ سوال حضور مرشدی کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور نے مسکرا کر میری طرف نگاہ کر مائی پھر سامنے عمارت کے صحن میں کھڑے ہوئے نیم کے درخت کی طرف اشارہ فرمایا کہ حکم فرمایا کہ اس نیم کے درخت کے پتے توڑ کر پانی میں پکا کر اس سے اس عورت کو غسل کراؤ اور ان پتوں کو پیس کر اس کا نرق

نکالو اور اسے گرم کر کے نمک سے پھاڑ لو اور اس کا نیز پانی صبح و شام اسے بلا است
 رب العزت فضل و کرم فرمادیں گے اس کے بعد مرشدی و مولائی نے اس عورت پر
 کچھ پڑھ کر دم فرمایا۔ اس ہدایت پر عمل کرنے اور روزانہ دم کرانے سے عورت مذکور کے
 زخم تین دن کے اندر اچھے ہونا شروع ہو گئے اس واقعہ سے جاننا میں حضور کی شہرت
 جنگل کی آگ سے زیادہ تیزی سے پھیلی۔ ادھر کو لمبو شہر میں مسلمانوں کے معتبر اور معتمد
 حضرات باخصوص سری لنکا کی قومی اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر جناب آئی۔ اے قادر اور
 ان کی اہلیہ۔ وزیر تعلیم مسٹر بدیع الدین محمود اور قائد اعظم محمد علی جناح کے قریبی دوست
 اور سری لنکا کے پاکستان میں پہلے سفیر جناب سر محمد رازق فرید جیسی شخصیتیں حضور شیخ المشائخ
 سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کی مشتاق ہو گئیں چنانچہ جاننا کی "مسجد محمدی الدین"
 کی تقریب افتتاح میں شرکت کرنے کے لئے سری لنکا کے وزیر تعلیم جناب بدیع الدین
 محمود جاننا تشریف لائے جیسا کہ تصویرت میں یہ غلام عبد الحفیظ فتان علوی القادری
 انہیں ہار پہنا کر خوش آمدید کہہ رہے ہیں اور تصویرت میں وزیر تعلیم "مسجد محمدی الدین"
 کے اجلاس سے نمبر مسجد کے برابر میں کھڑے ہوئے خطاب کر رہے ہیں اور حضور مرشد و
 مولائی کا مقامی زبان میں عوام سے تعارف کر رہے ہیں۔ اس کے بعد کرامات غوثیہ
 کا جو سلسلہ شروع ہوا اس کا احاطہ اس وقت ممکن نہیں صرف تصاویر سے اندازہ لگایا
 جا سکتا ہے کہ صرف بارہ دن کے حضور کے قیام جاننا میں لوگوں کے کیسے کیسے غم غمیر فیضاب
 ہوئے اس موقع پر میں اس واقعہ کا ذکر ضرور کروں گا جس میں سات عیسائی بیک وقت
 مسلمان ہوئے تصویرت میں جاننا کی مسجد محمدی الدین کی پہلی منزل پر ان عیساء کو مسلمان
 کیا گیا تو نو مسلم محمد عمر اس غلام کے برابر میں اور مقامی دارالعلوم اسلامیہ کے شیخ الحدیث
 صاف نظر آ رہے ہیں یہ تصویر ان عیساء کو مسلمان کرتے وقت لی گئی تھی۔ اس کے علاوہ
 جاننا کے تصویر کی حالات ہر تصویر کے ساتھ دو لائنوں میں مختصر بیان کر کے تیار

نر دیا گیا ہے۔ اب کو لمبو واپسی کا تھوڑا سا ذکر سن لیجئے عیسائوں کے مسلمان ہونے کے واقعہ نے کو لمبو نے پریس کو بھی متوجہ کر لیا اور حضور مرشدی کے دورے کی خبریں مقامی اخبارات میں شائع ہونا شروع ہوئیں اور کرامات غوثیہ کے ظہور اور مشاہدوں کا ذکر عام ہو گیا۔ تو سری لنکا کی قومی اسمبلی کے مسلمان ڈپٹی اسپیکر جناب آئی۔ اے۔ قادری (یہ پاکستان تشریف لائے ہیں) حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اور ان کی اہلیہ نے حضور کو اپنی کوٹھی پر قیام رہنے کی التجا کی لیکن حضور نے اسے قبول نہیں فرمایا تو انہوں نے ایک محفل گیارہویں شریف کے انعقاد میں حضور کی شرکت کی تمنا کی تو حضور نے اسے قبول فرمایا۔ اب ذرا تصاویر کی زبانی داستان سنئے تصویریں آئی۔ اے۔ قادری حضور کے ساتھ ہیں اور ان کے برابر میں پاکستانی سفارت کار جناب بشیر احمد صاحب (چشمہ لگائے ہوئے ننگے سر) تصویریں سری لنکا کے پاکستان میں پہلے سفیر جناب سر محمد رازق فرید حضور مرشدی کا اقبال اور دست بوسی کر رہے ہیں سری لنکا کے دوسرے مسلم عمائدین بھی موجود ہیں پاکستانی سفارت خانہ کے افسر رابطہ بشیر احمد صاحب اس تصویر میں سر پر رومال باندھے ہوئے نظر آ رہے ہیں تصویریں میں وزیر تعلیم بدیع الدین محمود صاحب کی اہلیہ اپنے دونوں لڑکوں (ان کے راہنی اور بائیں طرف) کو دعا اور نصیحت کے لئے پیش کر رہی ہیں۔ تصویریں میں سری لنکا کی قومی اسمبلی کے مسلم ڈپٹی اسپیکر جناب آئی۔ اے۔ قادری کی فیملی دعا کے لئے حاضر کی دے رہی ہے درمیان میں آئی۔ اے۔ قادری حضور مرشدی کے برابر سفارت خانہ پاکستان کے پہلے رابطہ افسر (جو سری لنکا کے باشندہ ہیں) بیٹھے ہیں اور جانا عثمانیہ کالج کے پرنسپل کھڑے ہوئے ہیں تصویریں آئی۔ اے۔ قادری صاحب کا خاندان ہے حضور کے سامنے آئی۔ اے۔ قادری لڑکی کو دعا کے لئے پیش کیا گیا جس کی شادی ہونے والی تھی حضور مرشدی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی تصویریں میں محمد انور اور حضور کی

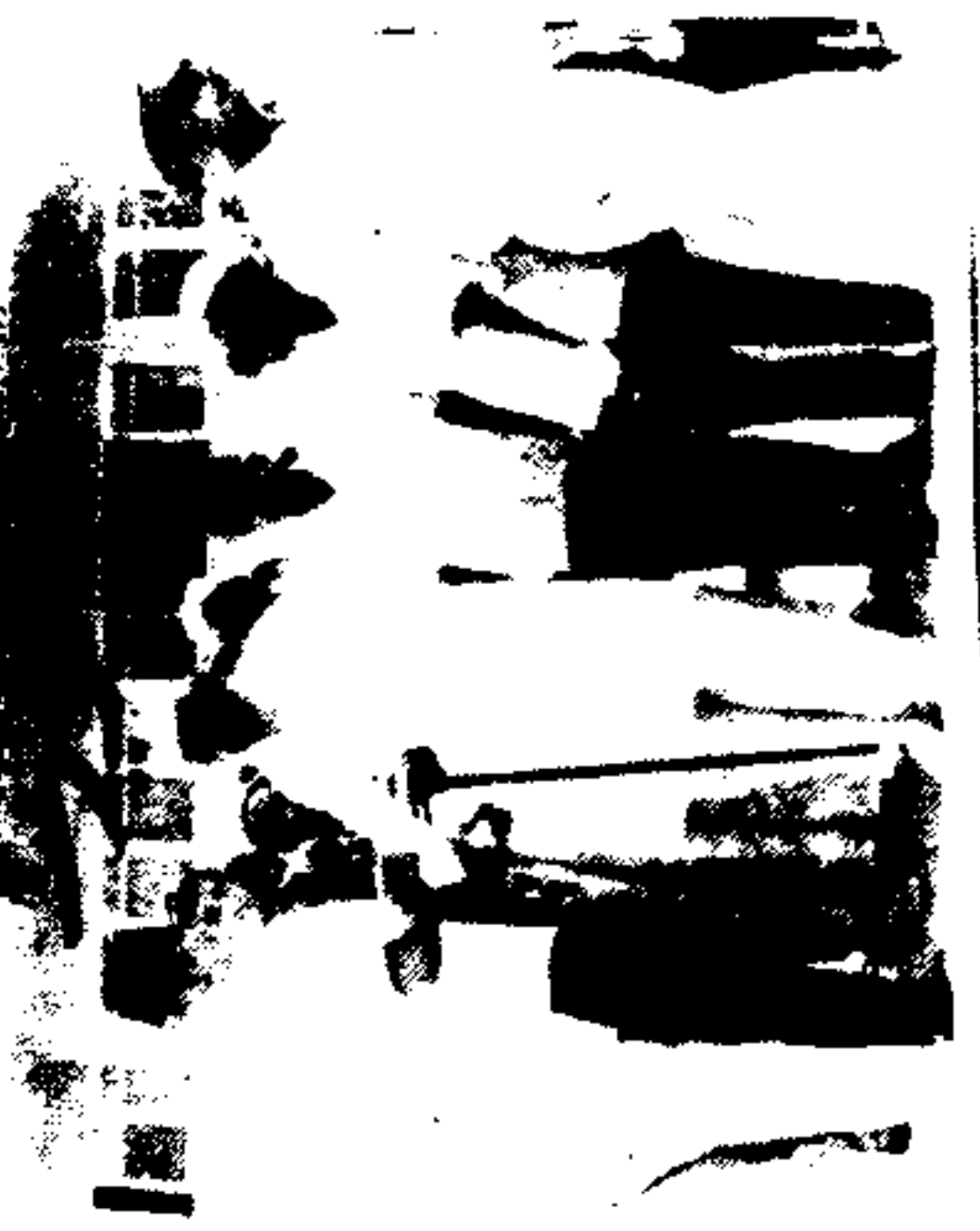
ترجمانی کا فرض انجام دینے والے پاکستانی سفارت کے رابطہ افسر اور عثمانیہ کالج جافنا کے پرنسپل
 نظر آرہے ہیں تصویر ۹ میں حلقہ ذکر کی محفل سے خطاب تصویر ۱۰ میں دارالعلوم اسلامیہ
 کے شیخ الحدیث رگول دائرہ میں) حضور مرشدی سے بیعت کے بعد بیٹھے ہیں تصویر ۱۱ میں
 محلہ موروا سٹریٹ میں حضور کا استقبال جلوس کی شکل میں دائرہ میں حضور کا چہرہ انور
 ہے) تصویر ۱۲ جافنا میں حضور کا الوداعی استقبال تصویر ۱۳ حضور کے جافنا سے
 رخصت کے وقت مریدین کا گروپ عثمانیہ کالج جافنا کے پرنسپل ٹائی باندھے ہوئے برابر ہیں
 کھڑے ہیں ۱۴ جافنا میں ایک محفل میں شرکت کے لئے حضور کی آمد۔ تصویر ۱۵ کولمبو
 میں محمد انور کے مکان (شاہ جیلانی منزل) پر حضور کی زیارت کے متمنی حضرات کا ہجوم
 ۱۶ ہندو خواتین کو حضور و عادی سے رہے ہیں جو بڑی تعداد میں روزانہ کلام الہی دم
 کرانے کے لئے حاضر ہوا کرتی تھیں تصویر ۱۷ کولمبو سے رخصت ہوتے وقت محمد انور
 صاحب کا اہلیہ حضور کی خدمت میں دودھ کا کپ پیش کر رہی ہیں یہ مقامی رسم ہے
 تصویر ۱۸ میں مسجد حنفیہ میں حضور کا خطاب حاضرین میں یہ غلام نظر آرہے ہیں جافنا
 میں حلقہ ذکر کی ایک محفل تصویر ۱۹ میں جافنا سے رخصت کے وقت الوداعی جلوس
 تصویر ۲۰ حلقہ مولانا رفائی سے حضور مرشدی خطاب فرما رہے ہیں تصویر ۲۱
 دارالعلوم اسلامیہ کے ہال میں محفل حلقہ ذکر میں۔ دارالعلوم کے شیخ الحدیث
 حضور کے ارشادات کا ترجمہ بیان فرما رہے ہیں تصویر ۲۲ میں شاہ جیلانی منزل
 کولمبو میں حلقہ ذکر میں ہزاروں مقامی باشندوں کی شرکت کا منظر۔ تصویر ۲۳ اور
 ۲۴ میں حضور مسلم خواتین (جو روزانہ کلام الہی دم کرانے کے لئے حاضر ہوتی تھیں)
 کو نصیحت فرما رہے ہیں تصویر ۲۵ اور ۲۶ میں مقامی حلقہ رفائی کولمبو کے مرشدوں
 پر ذکر کی محفل میں حضور کا استقبال کر رہے ہیں۔ تصویر ۲۷ میں جافنا سے واپسی پر
 شہری ایئرپورٹ کولمبو پر حضور کا استقبال۔ تصویر ۲۸ کولمبو سے روانگی کے وقت

الوداعی جلوس شاہ جیلانی منزل سے روانہ ہو رہا ہے تصویر نمبر ۳۱ میں حضور مرشدی کی روانگی کے وقت حاضرین مرد اور عورتیں افسردہ ہیں اور سب پر گریہ طاری ہے تصویر نمبر ۳۲ میں کولمبو سے رخصت کے وقت ہندو خواتین افسردہ ہیں اور رو رو کر دعاؤں کی التجا کر رہی ہیں تصویر نمبر ۳۳ میں ہندو اور غیر مسلم خواتین حضور کی رخصت کے وقت بلڈنگ کے اوپر سے الوداع کہہ رہی ہیں یہ بلڈنگ بندرانا ٹیکہ انٹرنیشنل ایرپورٹ پر تھی سب خواتین افسردہ ہیں تصویر نمبر ۳۴ میں جاننا کے طلباء حضور کو شاندار الوداعی جلوس میں ایرپورٹ کے لئے لارہے ہیں شمانیہ کالج کے پرنسپل تصویر میں موجود ہیں تصویر نمبر ۳۵ اور ۳۶ جاننا ایرپورٹ کے وی آئی پی لاونج کی ہے تصویر نمبر ۳۶ گول دائرے میں وہ شخص نظر آ رہا ہے جس کی بیانی کرامت غوثیہ سے اللہ رب العزت نے واپس کی اور جب اسے نظر آنے لگا تو وہ پورے جاننا میں اس کرامت کا چلتا پھرتا اور زندہ شاہدہ تھا جس پر ہر اللہ رب العزت کے کلام اور اس کے دوستوں کے فیضان کا قائل ہو گیا تھا

نوٹ :- حضور شیخ المشائخ مدظلہ العالی کا یہ دورہ صرن عالیس یوم پر مشتمل تھا۔ فقط

حقیروادنی غلام و خادم حلقہ

عبدالحفیظ فتانی علوی القادری



پاکستان

جناب میر محمد رفیق حضور مرشدی کی دست بوسی اور استقبال کر رہے ہیں پاکستانی سفارت خانہ انسر سٹریٹ پر دوران ماندھے ہوئے ہیں۔

دادرا اپنی ایسکر توں آسہلی اور پاکستانی سفارت سٹریٹ کے لبتہ اور حشر لٹکے ہوئے ہیں



نصرت

آئی۔ اسے قادر کی فیمی دوں کی طالب ہے جاننا کے اسلہ سید کالج کے پرسپل رکھڑے ہئے، اور سفارت خانہ کے پہلے سروابطہ بیٹھے ہیں

وزیر تعلیم بدیع الدین محمد کی ایسے دونوں لڑکوں کہینے دعا اور نصیحت حضور سے طلب کر رہی ہیں۔

فہم



آئی۔ اسے فادرک ٹرن کے سر پر ہاتھ رکھ کر حضور
اسے دعا دے رہے ہیں اس پر کسی کی شادی
ہونے والی تھی۔ نسویر میں کمر زور بھی ہیں۔



سری لنکا - ایک بڑی بڑی لڑکی جو کچھ عید
کے اوقات سے سڑک پر چلتی ہے۔ اسے ایک مسجد - فریب
میں ہونے پر عموماً شہر المٹان کو شہر لے کر رہا ہے۔

تصویر



پہلی تصویر میں دعا اعلیٰ
سویں اعلیٰ میں دعا ہے۔



ملا بکے سڈرٹ میں سنی میں بوزن کو فہم
نسویر میں دعا ہے۔ رفقہ عالم کی دست بوسی کر رہی ہے



9 سیمینار میں حلقہ دکن کی محفل سے خطاب۔

نصیر مینڈا میں دارالعلوم اسلامیہ کے شیخ الحدیث
دکون دائرہ میں حضور مرشدی سے بیعت کے بعد بیٹھے



121 جاپانیوں میں حضور کا اوداعی استقبال

111 علامہ ذوالسریب میں حضور کا استقبال جنابوں کی

شخص میں درگاہ میں حضور کا چہرہ انور ہے،



حصیر کے بائیس رخصت کے وقت یدین کو جان میں ایک نسرین شرکٹ کے سے حضور کی آمد
گروہ غنی نیکانہ جوف کے پسرل مانی با سے سونے برابر کھڑے ہیں



ہندو خواتین کو حضور دعا دے رہے ہیں جو بڑی
توڑ دس روزانہ کلام سے دم کرائے کیلئے حافظ سواترل تھیں



کو لمبوس محمد انور کے مکان رشاہ جیلانی میں
پر حضور کی زیارت کے متمنی حضرت کا ہجوم



کوسے رحمت ہونے وقت محمد نور صاحب کی سبھی خفیہ میں حضور کا خطاب کا شریک
 یہ حضور کی خدمت میں دو گے ایک بیٹا بھی ہیں
 میں یہ غلام نظر آ رہے۔
 تقدیر سے۔



دنساے رحمت سے وقت اور، علی جلور



جانی میں سقہ: رکی ایک کھنڈر



دارالعلوم اسلامیہ کے ہال میں محفل حلقہ ذکر میں۔
دارالعلوم کے شیخ حدیث حضور کے استاد
کا ترجمہ بیان فرما رہے ہیں،



حلقہ دانا رفاہی سے حضور مرشدی
خطب فرما رہے ہیں



۲۵۔ اہل سنت میں حضور مسلم نوابین اور روزانہ کلام ربی
م کرنے کیسے اور غفر ہوتی تھیں اور شہادت فرماتے ہیں



شاہ ہمدانی سے لائے ہوئے حلقہ ذکر میں ہا روں
مقامی باشندوں کی شرکت کا منظر۔

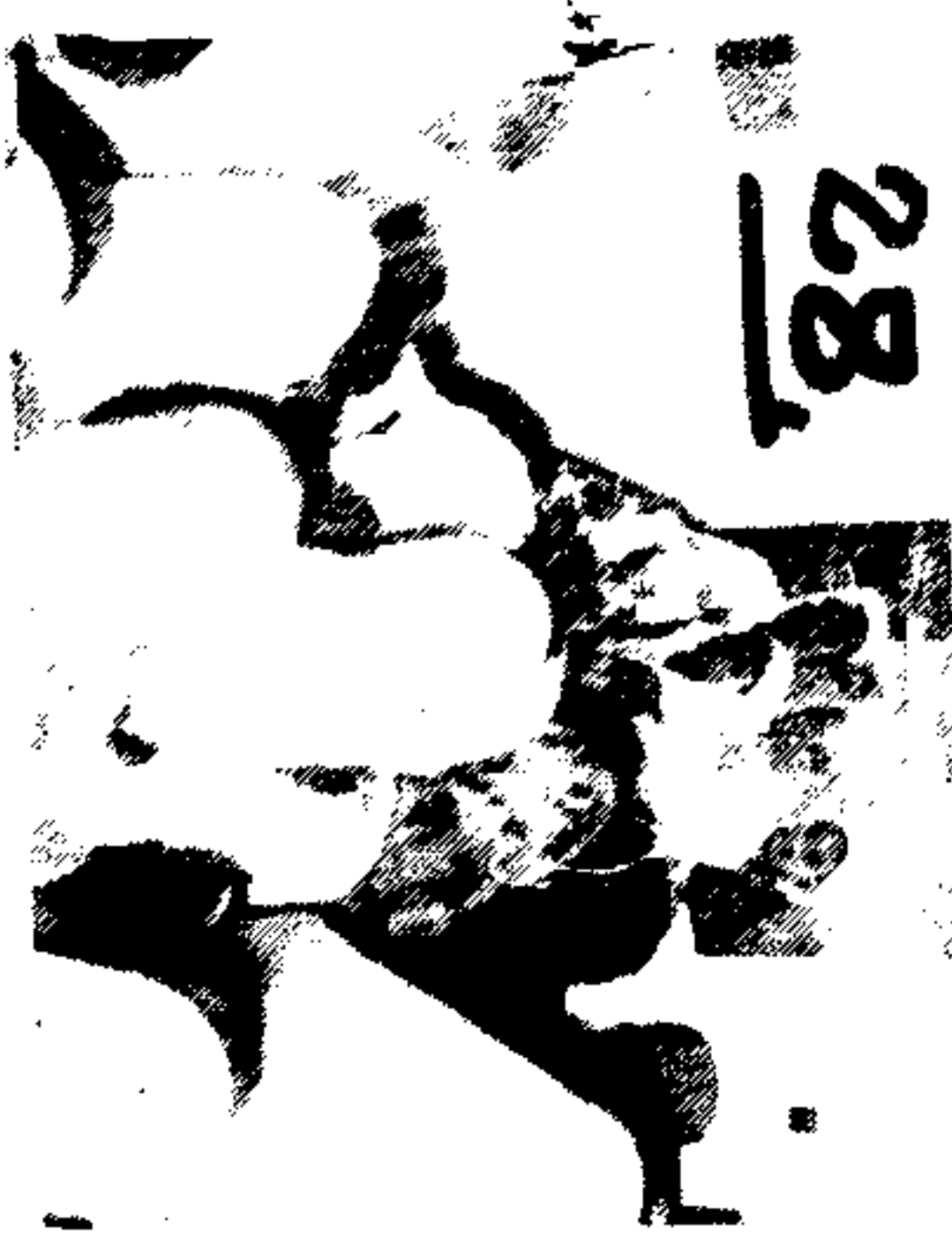


25

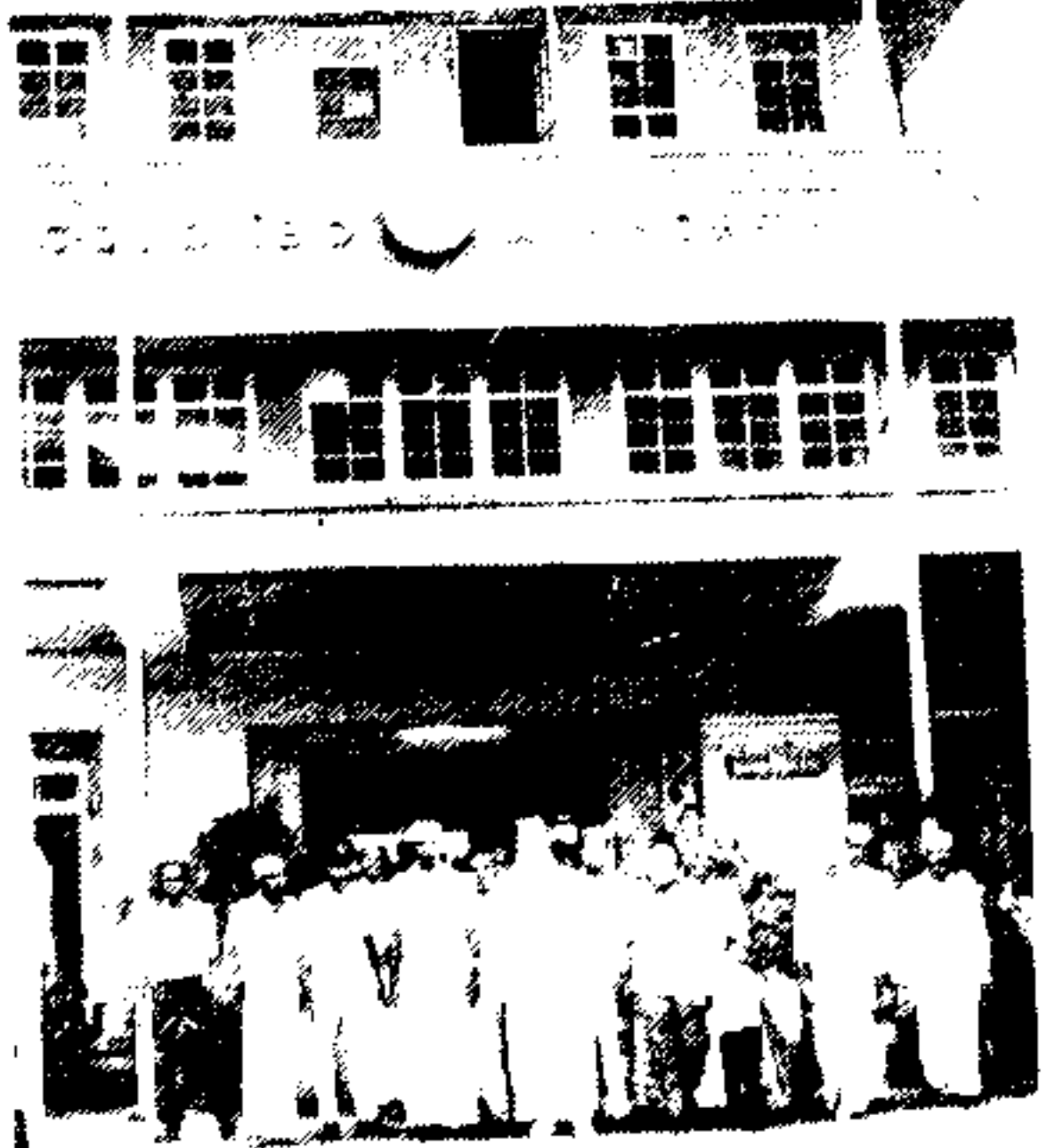


26

صوبہ برصغیر اور ۲۰ مہینے جلد دفاعی کومبو کے مشہور سر۔ کی مغل میں نضو کا متقابل ہے ہیں



28



27

جائزے والی پر شہری رپورٹ کولمبو پر نضو کا متقابل

29



کولمبو کے روئے وقت اور اعلیٰ عدلیہ شاہ جیانی منڈال
سے روانہ ہو رہے

مضامین وقت کے وقت حاضرین
اور عین افسردہ ہیں اور سب پر گریہ



32

مسجد محمد امین جانان پبلی منزل پر سات عیسائیوں
حضور مشرف بہ اسلام ذرا رہے ہیں نومسلم محمد
عبد حفیظ عسوی نقادوں کے برابر ہے دارالعلوم اسلامیہ
کے شیخ حدیث سنان نظر آ رہے ہیں

34



33



بندہ درغیہ مسلم بن مسعود نے حضرت صاحبہ سے کہا کہ میں نے یہ سب دیکھا ہے اور میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے دیکھا ہے۔
 حضرت صاحبہ نے فرمایا کہ میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے دیکھا ہے اور میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے دیکھا ہے۔



یہ سب دیکھا ہے اور میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے دیکھا ہے۔
 حضرت صاحبہ نے فرمایا کہ میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے دیکھا ہے اور میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے دیکھا ہے۔



حضرت رشید ایزو پورٹ بریکرین سو سو برسے ہیں
سریشا نیر پورٹ و طبرہ مستند



حضرت شیخ اشاع شاہ جیلانی منزا پینچے تو سب
سے پیسے چٹائی برتسریف فرما ہوئے



رستو میں آکسان سفارت خانہ کے سردار اللہ
جذب شیرگم سر پر زماں بانڈھے
ہوئے حضور سے ملاقات کر رہے ہیں۔



His Holiness Sheikh Seyad Zaheerul Hassan Jellani Moulana, arrived in Sri Lanka from Karachi.

His Holiness recently presided at a Majlis held at the residence of Mr. I. A. Cader.

In the picture are: Mr. I.

A. Cader, His Holiness and Mr. I. A. Cader's son.

The Minister of Education Dr. Badruddin Mahmud and Shi Raziq Faried also participated in the Majlis.

DAILY MIRROR
COLOMBO 1-5-72



Zikir Majlis

Dear Brethren,

ASSALAMU ALAIKUM

Zikir - Thua - Prayers will be conducted by His Holiness Sheikh Seyad Zaheerul Hassan Jellani Moulana, the Great-grand-son of the Holy Saint Seyadna Mohideen Abdul Cader Jellani and Head of Silsila Aaliya Qadiriya, Razzakiya, and Alaviya Thareekas from Karachi, Pakistan on Thursday, 13th July, 1972, (Friday night) at 9-30 p. m. at Mahmud Hall, Osmaniya College, Jaffna. His Holiness will also deliver lecture on different aspects of Islam.

ALL ARE CORDIALLY INVITED

HOLY QURAN MAJLIS,
OSMANIYA COLLEGE, JAFFNA

St. Lanka Printing Works, Jaffna.

ناشر
حلقہ علویہ